سیکولر میڈیا

کا شرانگیز کردار

www.KitaboSunnat.com

مؤلف: مولانا نذر الحفیظ ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

سیکولر میڈیا کا شر انگیز کردار

مولانا نذر الحفیظ ندوی

www.KitaboSunnat.com

عوامی میڈیا واچ کمیٹی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

ان باہمت لوگوں کے نام

جو شرانگیز میڈیا کے اثرات ختم کر کے

پاکیزہ صحافت کا چراغ جلانے میں مصروف عمل ہیں!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

کلمات	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	۳
مقدمہ	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۳
عرض مرتب		۱۴

نیا عالمی نظام، خصوصیات، وسائل اور مقاصد

مقدمہ	۲۷
نیا عالمی نظام۔خصوصیت وسائل اور مقاصد	۳۲
امریکی حکومت کے دروبست پر حاوی ہونے کا منصوبہ	۳۳
مختلف ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا آغاز	۳۶
حکومتوں کے اختیارات کے بڑے حصے کی اقوام متحدہ کو منتقلی	۳۷
اقوام متحدہ کو عالمی حکومت کی حیثیت	۳۹
نئے گروپ	۴۲
قوموں کی دماغی تطہیر کی تیاریاں	۴۳
نئے عالمی نظام کی خصوصیت	۴۵
انسانی آبادی اور اخلاقی قدریں	۵۰
دور جدید کی تحریک	۵۵
نئے عالمی نظام کے پس پردہ کارفرما ادارے اور تنظیمیں	۵۹
لندن اسکول برائے اقتصادیات	۶۰
امریکی کلیسا کی تنظیم	۶۱
نیا عالمی نظام۔تخیل اور عمل	۶۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نئے عالمی نظام کا سیاسی ڈھانچہ ٦٥
نئے عالمی نظام کی تاسیس میں اقوام متحدہ کا کردار ٦٦
فوجی قوت کی نوعیت ٦٨
نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امریکہ کا کردار ٦٩

پہلا باب
مغربی میڈیا کا تاریکی پس منظر

یہودی میڈیا اور اس کے اثرات ٧١
عالمی خبر رساں ایجنسیاں ٧٣
ریوٹر کی کہانی ٧٣
ایسوسی ایٹیڈ پریس ٧٥
یونائیٹڈ پریس ٧٥
فرانسیسی نیوز ایجنسی ٧٦
برطانوی صحافت ٧٧
امریکی میڈیا ٧٩
امریکی روزنامے ٨٠
ماہنامے اور سہ ماہی رسالے ٨٢
کمپنیوں کے بلیٹن اور منشورات ٨٦
مشہور امریکی روزناموں کی یومیہ اشاعت ٨٧
امریکی میڈیا پر یہودی قبضہ کی داستان ٨٨
امریکی میڈیا کے متعلق امریکیوں کی رائے ٩٥
عالمی یہودی صحافت پر ایک نظر ٩٦
مسیحی معاشرہ کی تباہی میں یہودی میڈیا کا رول ١٠١
مسیحیوں کے متعلق یہودیوں کے عقائد وعزائم ١٠٢

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

میڈیا کے کردار کے بارے میں یہودی عزائم

ذرائع ابلاغ کی تعریف ۱۰۸
مغربی میڈیا کی پالیسی ۱۱۰
مغربی نیوز ایجنسیوں کی رپورٹنگ ۱۱۰

تیسرا باب

دنیا کے پردۂ سیمین پر مسلمانوں کی تصویر

مغربی فلموں پر ایک نظر ۱۲۳
پردار بلی ۱۳۱
دولت کی فراوانی ۱۳۴
فتنہ پرور انسان ۱۳۴
شہوت پرست انسان ۱۳۴
سطحی انسان ۱۳۶
شیطان آدمی ۱۳۶
آئندہ کیلئے خطرہ ۱۳۷
مغربی ٹی وی کمپنیوں کے ذریعہ مسلمانوں کی کردار کشی ۱۳۷

چوتھا باب

عالم عرب پر مغربی میڈیا کی یورش

تاریخی پس منظر ۱۴۲
مصری میڈیا: جائزہ اور تجزیہ ۱۴۵
دار الہلال ۱۴۸
مصری میڈیا کے نمونے ۱۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصری ٹیلیویژن ۱۵۵
تجربہ کے نتائج ۱۵۶
مصری معاشرہ پر میڈیا کے اثرات ونتائج ۱۵۹
کویت پر ایک نظر ۱۶۳
قاہرہ ٹیلی ویژن کے پروگرام کا ایک اجمالی جائزہ ۱۶۴
قاہرہ ریڈیو کے پروگرام ۱۶۵
سعودی میڈیا پر ایک نظر ۱۶۸

پانچواں باب

ہندوستانی میڈیا مغرب کے نقش قدم پر

امریکی فلموں کے منفی اثرات ۱۷۸
ہندستانی میڈیا مغرب کے نقش قدم پر ۱۷۹
اباحیت کی ترویج واشاعت میں ہندوستانی میڈیا کا کردار ۱۸۰
اشتہارات کا نمونہ ۱۸۵
عالمی تہذیب کے نقشے میں ہندوستان کی جگہ ۱۸۸
چھوٹے بچے بڑوں کے نقش قدم پر ۱۹۰
ہندوستانی معاشرہ پر ٹی وی کے اثرات ۱۹۵
پاکستانی میڈیا پر ایک نظر ۲۰۱
تاریخی پس منظر ۲۰۱
ثقافتی پالیسی میں سے چند مثالیں ۲۰۴
پاکستانی معاشرہ پر مغربی میڈیا کے اثرات ۲۰۷
پاکستانی صوبہ پنجاب کی تصویر ۲۰۹

چھٹا باب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹی وی کے منفی اثرات

ٹی وی کے اثرات ہندوستانی ماہرین کی نظر میں ۲۱۷

ساتواں باب

ذرائع ابلاغ کا علمی و فنی تجزیہ

دماغی غسل ۲۲۴
رائے عامہ ۲۳۰
تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا ۲۳۰
مطبوعات ۲۳۴
مطبوعات کی خصوصیات پر ایک نظر ۲۳۴
سماعت کے وسائل ۲۳۷
انسانی زندگی پر ریڈیو کے اثرات یک دو پہلو ہیں ۲۳۸
انسانی زندگی پر ریڈیائی پیغامات ۲۳۸
بصری وسائل و ذرائع ۲۴۰
سمعی اور بصری وسائل و ذرائع ۲۴۰
ٹی وی کا اجتماعی زول ۲۴۲
ڈرامے اور کہانیاں ۲۴۳
سینما اور کہانیاں ۲۴۵
شخصی رابطہ یا ذاتی تعلق ۲۴۶
افواہ سازی ۲۴۷
پروپیگنڈہ اور نفسیاتی جنگ ۲۴۸
پروپیگنڈہ کی قسمتیں ۲۴۹
پروپیگنڈہ کے مقاصد ۲۵۰
پروپیگنڈہ کے اسالیب ۲۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل ایمان میں فواحش ومنکرات کا رواج

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النور)

ترجمہ: ''جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔

یہ آیت ایک معجزہ ہے۔ جس وقت یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا نازل ہوئی تھی، مدینہ طیبہ کے محدود معاشرے میں ایک خاص واقعہ پیش آیا تھا۔ اس واقعہ کا لوگ اپنی مجلسوں میں چرچا کرنے لگے۔ مجلسیں کتنی بڑی تھیں، وہ واقعہ کتنا بڑا تھا، کن افراد سے اس کا تعلق تھا، یہ ساری چیزیں ایسی تھیں کہ قرآن مجید کی اس آیت کی وسعت اس سے زیادہ تھی۔ وہ قرنوں سے بڑھ کر اور تاریخی اور جغرافیائی فاصلوں سے آگے بڑھ کر کچھ اور چاہتی تھی۔

آج ہم اس آیت کی تفسیر دیکھ رہے ہیں۔ ''اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا'' جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فواحش اور منکرات کی محبت کا رواج ہو، اس کا تصور آج صحافت، ٹیلی ویژن، ریڈیو کے اس دور میں، ناولوں کے اس دور میں، پکچر اور فلم کی ترقی کے اس دور میں اور لٹریچر اور فلسفوں کے اس دور میں اس کی جیسی تفسیر نہیں، بلکہ تصویر دیکھی جا سکتی ہے، کسی اور زمانہ میں مشکل ہے۔ مدینہ کے اس ماحول میں لوگوں نے ایمان بالغیب سے کام لیا ہوگا اور انھوں نے کسی مخصوص واقعہ پر اس کا انطباق کیا ہوگا، لیکن آج دنیا کی ساری طاقتیں جس طرح اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ پر لگی ہوئی ہیں، اس کا اس سے پہلے کیا اندازہ ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں تخریبی طاقتیں جس طرح اخلاقی انارکی اور بغاوت پھیلا رہی ہیں، ان کے پاس وہ وسائل ہیں جو رات کو دن اور دن کو رات ثابت کر سکتے ہیں، نور کو ظلمت اور ظلمت کو نور بنا سکتے ہیں۔

دنیا کی سیاسی، اقتصادی، اجتماعی تنظیمات سب کا حال یہی ہے۔ یورپ، امریکہ اور روس کی حکومتوں کو دیکھئے، اسی کے ساتھ مشرقی حکومتوں کو بھی دیکھئے کہ وہ فاسق الخیال، فاسد المقصد، جن کے مقاصد تخریبی، جن کی زندگی فاسد، جن کے اخلاق خراب، جن کے افکار و خیالات فاسد، ان سبھوں نے ایک اجتماعی نظام بنا لیا ہے اور وہ اجتماعی نظام قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کر رہا ہے۔ اس وقت صورت یہ ہے کہ اس گروہ کا جادو چل رہا ہے جس کے ہاتھ میں ابلاغ کے ذرائع ہیں، جن کی تعریف قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةَ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا (۱)

....

(۱) افسوس یہ کہ کرکٹ اور فٹ بال میچوں اور ٹورنامنٹ سے سعودی عرب اور خلیج کی ریاستوں کی دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے اور ان پر گراں قدر و ہوش ربا رقمیں صرف ہوتی ہیں۔ تماشہ دیکھنے والوں کا ہجوم ناقابل قیاس ہے۔ وقت اور مال کا یہ زیاں ہر طرح افسوس ناک ہے۔ معلوم نہیں کتنے آدمیوں کی نمازیں قضا ہوتی ہوں گی، ان ممالک کے علماء اور ذمہ داروں کے سوچنے اور توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمان الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

حدیث شریف میں عہد اول کے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے واقعات میں غزوۂ تبوک سے تعلق رکھنے والا ایک واقعہ اپنی ایک خاص خصوصیت کا حامل رہا ہے۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ غزوۂ تبوک شدید گرم موسم اور پھلوں کے پکنے اور باغات کے گھنے سائے سے لطف لینے کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ اس کے اثر سے چند افراد غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لیے جانے سے رہ گئے تھے۔ ان میں سے چند تو وہ تھے جو دل سے اسلام نہیں لائے تھے اور دوہری پالیسی رکھتے تھے۔ ان کے اسلام کے جھوٹے دعوے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واقف بھی تھے لیکن چونکہ وہ اپنے جھوٹے طرز عمل کو چھپاتے تھے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے رد و قدح نہیں فرماتے تھے۔ ان کے علاوہ تین حضرات ایسے بھی تھے جو اسلام کا سچا جذبہ رکھتے تھے۔ جھوٹے لوگ تو جان بوجھ کر تبوک سے غیر حاضر ہوئے تھے، لیکن یہ تین سچے لوگ معمولی رکاوٹ اور قدرے سستی کی بناء پر سفر نہ کر سکے تھے۔ غزوہ سے واپسی پر جھوٹے عذر والوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا جھوٹا عذر بیان کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا اور ان کو نظر انداز کر دیا، لیکن تین سچے لوگوں نے کوتاہی کا اعتراف کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گرفت فرمائی اور کہا کہ انتظار کرو اب خدا ہی فیصلہ کرے گا۔ اور تمام اہل ایمان کو ان تینوں کا بائیکاٹ کرنے کا حکم دے دیا۔ تینوں نے سزا کو صبر و ایمان کے ساتھ چالیس روز تک برداشت کیا۔ اس واقعہ کو حضرت کعبؓ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ مجھ سے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جہاد میں کیوں نہیں نکلے تو میں نے عرض کیا "یارسول اللہ! اگر میں عذر بیان کرنا چاہوں تو ایسا عذر پیش کر سکتا ہوں کہ آپ اس کو مان لیں گے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپنی بات کو مناسب دلیل کے ساتھ مؤثر ڈھنگ سے کہنے کی صلاحیت حاصل ہے۔ کیونکہ مجھ کو اپنی بات کو مناسب دلیل کے ساتھ مؤثر ڈھنگ سے کہنے کی صلاحیت حاصل ہے۔ لیکن اگر ایسا کروں گا تو جھوٹ کہوں گا، اس سے دھوکہ تو دے سکتا ہوں لیکن اللہ کو راضی نہیں کر سکتا۔ سچی بات یہ ہے کہ کوئی عذر نہ تھا صرف کوتاہی تھی۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے تو سچ بتا دیا، اچھا انتظار کرو، اللہ کی طرف سے فیصلہ ہوگا اور صحابہ کرام ؓ کو ان تینوں اشخاص سے بات کرنے سے منع فرما دیا۔ حضرت کعب ؓ کا کہنا ہے کہ ہمیں مطمئن کر دینے والی بات کی صلاحیت حاصل ہے، یہی وہ صلاحیت ہے جو موجودہ دور میں میڈیا کے راستے سے ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ یہ صلاحیت اگر صالح اور مفید مقصد کے تحت ہو تو صالح میڈیا ہے ورنہ فاسد اور مضر میڈیا ہے۔ میڈیا کی اس کارکردگی کو عام طور پر اختیار کر لیا گیا ہے۔ اسلام دشمن لوگ اس کو عام طور پر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

اس کی وجہ سے زندگی کے حقائق بدل کر سامنے آتے ہیں اور حق بات چھپی رہ جاتی ہے، اس طرح کے میڈیا کا موجودہ عہد میں بہت چلن ہو گیا ہے بلکہ اس کو مستقل فن بنا لیا گیا ہے کہ واقعہ کچھ بھی ہو اس کو اپنے مقصد کے لیے مفید بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے۔ اس میں جھوٹ، نفاق، حق تلفی اور خلاف حقیقت بات کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ اسلام اس کو پسند نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ سچی پکی بات کہو ورنہ نہ کہو اور دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرو۔ لیکن یورپ نے ہوشیاری اور چالاکی سے بات کرنے کو اور واقعات کو اپنے پسندیدہ مقاصد کے تحت ہی پیش کرنے کو ایک فن کے طور پر اختیار کر لیا ہے۔ یہ وہ میڈیا ہے جو مغربی اقدار اور جاہلیت کی باتوں کی ترویج کے لیے دنیوی دانشوروں نے اختیار کیا اور رواج دیا ہے۔ جس نے اخلاقی تو اخلاقی، انسانی اقدار کو بھی پامال کر دیا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ کچھ سرپھرے لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے پروردگار کے ڈر سے جھوٹ سے بچتے ہیں۔ اس طرح ان کا میڈیا اسلامی میڈیا ہوا۔ جھوٹ والا میڈیا اسی خوب صورتی کے ساتھ چلتا جا رہا ہے کہ اچھے اچھے آدمی دھوکہ کھاتے ہیں۔ مسلمانوں کو اور اسلام کو آج کل اس کا سخت مقابلہ ہے۔

عزیزی مولوی نذر الحفیظ صاحب نے میڈیا کو یہودیوں کی طرف سے اپنا لینے کے وقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آج تک کا اسکے موثر اور تخریبی رول کا جائزہ لیکر بہت جامع اور مفید کتاب تیار کی ہے۔ اس کو یہودی کوششوں کے پس منظر میں بیان کیا ہے۔ پھر آخر میں اسلام کی طرف سے حق پسندی کا طور و طریقہ واضح کیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب بہت سے قارئین کے سامنے نئے انکشافات پیش کرتی ہے اور اس میں دعوت کے صحیح انداز عمل کی نشان دہی کرتی ہے۔ اس طرح اس زمانہ میں سامنے آنے والے اور انسانوں کی آراء اور خیالات کی تشکیل جدید کرنے والے اس اہم ذریعہ کی وضاحت کی گئی ہے' جس کو پڑھ کر قارئین کے سامنے نئی حقیقتیں آجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو حق و ایمان کے مقصد کے لیے مفید بنائے اور لوگوں کے لیے اس کو صحیح فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بنائے۔ آمین

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض مرتب

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ. اَمَّا بَعْد

ثقافت اور فکر دو بنیادیں ہیں جو کسی معاشرہ کے شعور اور روح کی ترجمانی کرتی ہیں۔ جو ملک ان دونوں پر حاوی ہوگا' وہی شعور پر حاوی ہوگا۔ پھر اس کے ذریعہ وہ انسانی سوسائٹی کے دوسرے مراکز تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔ سیاسی، اقتصادی، سماجی، ثقافتی اور فکری امور میں مداخلت سیاسی واقتصادی مداخلت سے مختلف ہوتی ہے۔ ثقافتی اور فکری مداخلت اندر سے ہوتی ہے، چنانچہ جو قومیں اپنی ثقافت اور فکر کے مقابلہ میں دوسری قوموں سے متاثر ہوتی ہیں' وہ اپنے تشخص سے محروم ہو جایا کرتی ہیں۔ اس وقت عالم اسلام کی جو صورت حال ہے وہ اس اعتبار سے انتہائی سنگین اور دوررس نتائج کی حامل ہے کہ اسلامی ثقافت وتہذیب کے خلاف زبردست مغربی یلغار ہے۔ اس میں عالم اسلام نہ صرف مادی اور انسانی خسارے سے دوچار ہو رہا ہے بلکہ اس کو اپنی تہذیب وثقافت اور عقائد سے بہت دور بلکہ ان کا دشمن بنا دیا گیا ہے۔ مادی، اعتقادی، تہذیبی، ثقافتی اور لسانی اعتبار سے جنگ جاری ہے۔ ڈش انٹینا اور انٹرنیٹ مسلمانوں کو اپنے عقائد اور تہذیب سے بیگانہ بنا رہا ہے اور دوسری طرف ثقافتی اور تہذیبی رنگا رنگی اور تنوع کو ختم کر کے ایک عالمی (امریکی یہودی) ثقافت کو پورے انسانی معاشرہ پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان ہی نہیں ہر ملک کے باشندے کے لیے اس کی تہذیب وثقافت اجنبی اور نامانوس ہوتی جا رہی ہے۔ جو قومیں اس امریکی کلچر کو قبول کرنے سے کسی درجہ میں بھی انکار کرتی ہیں، ان کو پوری دنیا سے کاٹ دیا جاتا ہے اور امریکی صدر کے بقول ان قوموں کو بدمعاشوں کی فہرست میں درج کر لیا جاتا ہے۔ اس وقت اقوام متحدہ کے ذریعہ قوموں کے خاندانی نظام کے شیرازہ کو بکھیرنے کی زبردست کوشش کی جا رہی ہے۔ قاہرہ، استنبول اور بیجنگ کانفرنسوں کے ذریعہ خاندان کا مغربی تصور مشرق کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور سیاسی واقتصادی دباؤ کے ذریعے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرقی قوموں کو بھی اباحیت کے راستے پر ڈالا جا رہا ہے تا کہ وہ بھی مغربی معاشرہ کی طرح زبردست سماجی، اخلاقی اور نفسیاتی بھونچال سے دوچار ہو جائیں اور ایسے کھوکھلے سماج کی طرح ہو جائیں جہاں انسانی قدروں کی نہ قیمت ہوتی ہے اور نہ ہی باہمی الفت و محبت کی گرمی اور نہ اخلاص و دل سوزی اور ہمدردی و تعاون کا جذبہ ہوتا ہے۔ مادہ پرستی اور بے لگام آزادی پر مبنی فلسفوں اور اخلاقی و انسانی وجود کے عدم تحفظ نے جو زبردست اخلاقی بحران مغربی معاشرہ میں پیدا کر دیا ہے، وہی بحران اس وقت مشرق میں پیدا ہو رہا ہے۔

دوسری طرف فوجی اور اقتصادی میدان میں بھی امریکہ میڈیا کی طاقت کے ذریعہ فتوحات کا دائرہ بڑھاتا جا رہا ہے جیسا کہ خلیجی جنگ کے کامیاب تجربے نے اس کی ہمت افزائی کی اور اس نے ورلڈ آرڈر (عالمی نظام) کے بجائے گلوبلائزیشن کی اصطلاح اپنا کر اپنی فتوحات کے دائرے کو مزید وسیع کر لیا ہے۔

عراق و ایران کی جنگ کے بعد امریکہ نے عربوں کے ساتھ جنگ لڑنے کا جو منصوبہ بنایا، اس میں اس نے میڈیا کو ہراول دستہ کے طور پر استعمال کیا۔ امریکی صدر کے یہودی مشیر جان روس نے خلیجی جنگ کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ بش نے فوجی جنگ چھیڑنے سے پہلے امریکی میڈیا کے ذریعہ بڑے پیمانے پر رائے عامہ کو گمراہ کرنے کی خاطر جنگ چھیڑ دی تھی۔ ٹی وی اور پریس کے ذمہ داروں سے کہا گیا تھا کہ وہ نئی صلیبی جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ جب عملی طور سے جنگ ہو گی تو انھیں پہلی صف میں رکھا جائے گا۔ اس لیے اس خلیجی جنگ کو ٹیلی ویژن کی جنگ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جنگ بذریعہ ٹیلی ویژن:

خلیجی جنگ کی رپورٹنگ کے لیے مغربی ٹی وی کمپنیوں کے درمیان جو زبردست مقابلہ ہوا، اس کے پس پردہ سیاسی، اقتصادی اور مغربی مصالح کام کر رہے تھے۔ امریکی ٹی وی کمپنی c.b.s. خلیجی جنگ کی رپورٹنگ پر ہر ہفتہ دس لاکھ ڈالر خرچ کر رہی تھی۔ تیرہ سو اخباروں کے نمائندے پوری دنیا سے رپورٹنگ کے لیے خلیجی ملکوں میں پھیل گئے۔ برطانوی ٹی وی کمپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

.E.T.V ان گراں قدر اخراجات کی متحمل نہ ہو سکی، میدان میں صرف .C.N.N ہی رہ گئی جس نے چوبیس گھنٹے براہ راست آن ایئر رپورٹنگ کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ .C.N.N نے ایک ہزار ملین ڈالر خلیجی جنگ کی رپورٹنگ پر خرچ کیے۔ لیکن اس کو نو ہزار ملین ڈالر کا نفع ہوا۔ اس کے ساتھ جھوٹ اور مکر و فریب اور جاسوسی کا ریکارڈ بھی اس کمپنی نے پوری دنیا میں قائم کر دیا، جس کی نظیر نہیں ملتی۔

خلیجی جنگ میں جو کچھ پیش آیا، اس کا اندازہ مشہور امریکی ایڈیٹر رانڈ ولف کے اس ٹیلیگرام سے لگایا جا سکتا ہے جو اس نے کیوبا میں مقیم اپنے اخباری نامہ نگار کو بھیجا تھا کہ تم تصویر بھیجو ہم جنگ کا میدان فراہم کریں گے۔

مغربی ذرائع ابلاغ کے ماہرین کا اب نظریہ یہ ہو گیا ہے کہ موافق اور مخالف دونوں طرح کی خبریں فراہم کرو تاکہ مثبت اور منفی دونوں طرح کی خبروں کے ذرائع پر تمہارا ہی قبضہ برقرار رہے اور اپنی مرضی کے مطابق تصرف کر سکو۔ اس نظریہ پر عمل کرتے ہوئے امریکی وزارت دفاع پنٹاگان نے تمام صحافیوں پر پابندی لگا دی کہ اس کی مرضی کے مطابق ہی اس جنگ کی رپورٹنگ کی جائے گی۔ چنانچہ امریکی وزارت دفاع کے منتخب اخباری نامہ نگاروں کو محاذ جنگ پر بھیجا جاتا تھا۔ وہ جو رپورٹیں تیار کرتے ان میں پنٹاگان کی مرضی کا لحاظ کرتے۔ خلیجی جنگ کے خاتمہ کے بعد جو کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں، ان کی نگرانی کے لیے جنرل شوارزکوف کو متعین کر دیا گیا۔ امریکی پالیسی کے خلاف فرانس، برطانیہ اور یورپ کے دوسرے ممالک کے اخباری نامہ نگاروں نے زبردست احتجاج کیا۔ امریکی وزیر دفاع ڈک چینی کو ٹیلی گرام دیکر اس پابندی کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ صحافیوں کی بین الاقوامی تنظیم نے بھی (جس کے ایک ہزار سے زائد صحافی رکن ہیں) احتجاج کیا کہ صرف .C.N.N کو کیوں اس جنگ کی رپورٹنگ کے سارے حقوق دے دیئے گئے ہیں۔ امریکی رسالہ ٹائم کا نامہ نگار ڈیسکے بوکس کو چھبیس گھنٹے امریکی فوجیوں نے روکے رکھا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ اس لیے کہ وہ ان نامہ نگاروں سے علیحدہ کیوں ہو گیا جن کو حامریکی فوجی محاذ جنگ پر لے جا رہے تھے۔ اس یک طرفہ رپورٹنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے امریکی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدر ریگن کے پریس سیکرٹری ٹیکل ڈیوڈ نے کہا تھا کہ جارج بش نے امریکہ میں صحافتی رپورٹنگ کی نئی تاریخ بنائی ہے۔ایک طرف امریکہ صدام کی فوجی قوت کو بھیانک بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر رہا تھا، دوسری طرف امریکی بمباری سے ہزاروں عراقی عورتوں، بچوں کی ہلاکت کی خبروں کو ایسا دبا گیا کہ اگر وہ پھیل جاتیں تو بش کو صدارت کی کرسی چھوڑنی پڑتی......... ماہرین ذرائع ابلاغ نے خلیجی جنگ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مغربی میڈیا کے پاس جو زبردست ترقی یافتہ ٹکنالوجی ہے، اس نے یہ بات ساری دنیا سے منوالی ہے کہ حق وانصاف کا پیمانہ اس کے پاس ہے۔دوسری حقیقت یہ اس نے تسلیم کرالی ہے کہ میڈیا کی جدید ٹیکنالوجی اور مصنوعی سیاروں نے اسلحہ کی ٹیکنالوجی کے استعمال کو بہت موثر اور زیادہ نتیجہ خیز بنا دیا ہے۔خلیجی جنگ میڈیا کے لحاظ سے تاریخ میں پہلی ٹی وی جنگ ہے۔ویت نام کی خبریں اور تصاویر ریکارڈنگ اور حذف وترمیم کے بعد ٹی وی اسکرین پر دکھائی جاتی تھیں۔لیکن خلیجی جنگ براہ راست ٹی وی پر میدان جنگ سے دکھائی جارہی تھی۔

اس کی صورت یہ تھی کہ ٹی وی نامہ نگاروں کے پاس جیب میں ۱۸۰ سینٹی میٹر سائز کے ڈش انٹینا فٹ تھے۔ان کے ذریعہ نامہ نگار براہ راست مصنوعی سیاروں سے رابطہ قائم کر کے اپنی خبریں اور تصاویر اسی وقت ٹی وی اسٹیشنوں کو بھیج دیا کرتے تھے۔اس طرح براہ راست میدان جنگ کی معرکہ آرائی، حملہ، جوابی حملہ، بموں کے دھماکے، ان سے ہونے والی تباہی اسی وقت ہزاروں میل دور گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ دیکھ رہے تھے۔اگرچہ اس میدان میں وائس آف امریکہ، بی بی سی، مونٹے کارلو (فرانس) اسرائیلی ٹی وی سب ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔لیکن CNN کو سب پر فوقیت اور برتری حاصل تھی۔اس لیے کہ پنٹاگان سے اس کا خاص معاہدہ تھا۔اس کو جو غیر معمولی سہولتیں اور زبردست وسائل حاصل تھے، وہ کسی اور ٹی وی کمپنی کو میسر نہ تھے۔عراق نے بھی CNN کے نامہ نگاروں کو چھوڑ کر باقی تمام اخباری نمائندوں کو ملک سے نکال دیا تھا۔اس بنا پر تنہا سی، این، این ہی کے ذریعہ پوری دنیا کو عراق کے اندر کی خبریں دی جارہی تھیں لیکن اس رپورٹنگ پر بھی پنٹاگان کا سایہ تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سی این این کا مرکز اٹلانٹا (امریکہ) میں تھا۔ وہاں اس کا ایک مخصوص چینل سی، این، این ایشیا کے نام سے قائم تھا جو چوبیس گھنٹے عراق سے بھیجی ہوئی خبریں اور تصاویر نشر کرتا تھا۔ اس کے علاوہ انٹرنیشنل سی این این کے اناؤنسر کا تعلق اٹلانٹا کے اسٹوڈیو کے ذریعہ سے براہ راست بغداد، ریاض، بحرین اور ظہران میں موجود سی این این کے نامہ نگاروں سے قائم تھا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۹۱ء کو بغداد پر حملے کی رپورٹ بغداد میں متعین سی این این کے نامہ نگار پیٹر آرنٹ نے تفصیل سے اٹلانٹا بھیجی جس میں اس نے بغداد پر فضائی بمباری کی تفصیلات تصاویر کے ذریعہ دیں۔ پھر کیمرے کا رخ ظہران ایرپورٹ کی طرف پھیر دیا جہاں پر امریکی و برطانوی جہازوں سے اترتے ہوئے ہوا بازوں کو دکھایا جو کامیاب فضائی حملے کے بعد مسرور اپنے اپنے جہازوں سے اتر رہے تھے۔ اس خلیجی جنگ کی رپورٹنگ کرنے والے چار ہزار چھ سو نامہ نگاروں کی معلومات کا واحد ذریعہ CNN کی رپورٹیں ہوا کرتی تھیں۔ CNN کی غیر معمولی کامیاب رپورٹنگ کا حوالہ امریکی صدر جارج بش نے بھی دیا۔ انہوں نے ایک سربراہ مملکت سے فخریہ انداز میں کہا کہ CIA سے زیادہ بہتر معلومات ہمیں CNN سے مل رہی ہیں۔ خود سی آئی اے کے ڈائرکٹر ولیم ویسٹر نے قومی سلامتی کے مشیر برنٹ اسکوکرافٹ سے فون پر کہا کہ آپ CNN کھولیے تاکہ یہ دیکھیں کہ ہمارے میزائل بغداد پر کہاں کہاں نشانہ لگا رہے ہیں۔ عراق پر فضائی بمباری سے تین دن قبل CNN نے تل ابیب سے اپنے نامہ نگار پیٹر آرنٹ کو بغداد بھیج دیا، جہاں مزید دو نامہ نگار جان ہولیمن اور برنارڈ شا پہلے سے مقیم تھے۔ یہ تینوں رشید ہوٹل کی نویں منزل پر مقیم تھے۔ ان کے ساتھ کچھ ٹکنیشن بھی تھے جو جاسوسی کا کام بھی کرتے تھے۔

جب ۱۷ جنوری کی شب میں بغداد پر فضائی حملہ ہوا تو پہلے ہی مرحلے میں لاسلکی تنصیبات، ٹی وی ٹاور اسٹیشن تباہ کر دیے گئے تھے۔ اس طرح مصنوعی سیاروں سے روابط کے سارے مراکز برباد کر دیے گئے، بغداد کی حکومت کا سارا رابطہ بیرونی دنیا سے ختم ہو گیا۔ لیکن CNN کے نامہ نگاروں کے پاس ڈش انٹینا موجود تھا، جس کے ذریعہ وہ بغداد لاسلکی نظام سے آزاد اور مستغنی ہو کر براہ راست اٹلانٹا سے رابطہ قائم کر کے جنگ کی خبریں اور تصاویر پوری دنیا کے مشاہدین کو دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے۔ اٹلانٹا کے اسٹوڈیو میں بیٹھے اناؤنسر کے سوالوں کے جوابات جس نوعیت کے ہوتے، اس کے مطابق پنٹاگان بمباری کی ہدایت اسی وقت جاری کر دیتا تھا...... اس ایک دن ۱۷ جنوری ۱۹۹۱ء کی رپورٹنگ میں جو سوالات و جوابات بغداد اور اٹلانٹا کے درمیان ہوئے، ان کا لفظی ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

نامہ نگار ہولیمن: میں رشید ہوٹل سے دیکھ رہا ہوں کہ بغداد کے متعدد علاقوں پر بمباری ہو رہی ہے۔

اناؤنسر: میں نے سنا ہے کہ صدام حسین نے عوام کے نام کوئی پیغام نشر کیا ہے۔

نامہ نگار: میں نے بھی یہ سنا ہے کہ آج صبح چار بج کر بیس منٹ پر صدام حسین ٹی وی اسٹیشن پر اپنا پیغام ریکارڈ کرانے گئے تھے۔

اناؤنسر: کیا ابھی تک صدام حسین ٹی وی اسٹیشن پر موجود ہیں؟

نامہ نگار: مجھے یقینی طور پر نہیں معلوم، البتہ ہمارے ساتھ جو ٹکنیشین موجود ہیں، انہوں نے ہمیں خبر دی ہے کہ صدام آج صبح چار بج کر بیس منٹ پر ٹی وی اسٹیشن آئے اور انہوں نے عراقی عوام کے نام پیغام رکارڈ کرایا۔

اناؤنسر: کیا آج دوبارہ صدام ٹی وی اسٹیشن آئیں گے؟

نامہ نگار: مجھے نہیں معلوم۔ ہوسکتا ہے دوبارہ آئیں۔

اناؤنسر: ہم نے سنا ہے کہ صدارتی محل پر بھی بمباری ہو رہی ہے؟

نامہ نگار: ہمیں یہاں سے جو نظر آرہا ہے وہ یہ ہے کہ صدارتی محل کے دائیں طرف کے علاقوں پر بمباری ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس حملہ کا نشانہ صدارتی محل رہا ہو، لیکن زبردست بمباری کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بمبار طیاروں نے صحیح نشانہ پر بمباری نہیں کی۔

اناؤنسر: کیا ابھی تک صدارتی محل پر بمباری نہیں ہوئی؟

نامہ نگار: میرا خیال ہے کہ قصر صدارت سے متصل علاقوں پر بمباری ہوئی ہے۔

اناؤنسر: براہ کرم آپ تفصیل بتایئے کہ کہاں کہاں بمباری ہوئی ہے؟

نامہ نگار: ہر جگہ بمباری ہو رہی ہے۔ جنوبی حصوں پر شدید بمباری ہو رہی ہے۔ طیارہ شکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توپوں سے بھی آسمان پر روشنی ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ مواصلات کا مرکز تباہ کر دیا گیا ہے۔

اناؤنسر: کیا آپ خطرہ محسوس کر رہے ہیں؟

نامہ نگار: ہم ایسا محسوس کر رہے ہیں، اگر کوئی جہاز ملا تو آج دو بجے دوپہر تک بغداد چھوڑ دینگے۔

اناؤنسر: کیا بغداد ایئر پورٹ ابھی تک محفوظ ہے، اس پر بمباری نہیں ہوئی؟

نامہ نگار: ہاں، ابھی تک وہاں بمباری نہیں ہوئی۔ اگر دو بجے تک بغداد ایئر پورٹ محفوظ رہ گیا تو ہو سکتا ہے کہ کوئی جہاز مل جائے۔

اناؤنسر: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ صدام حسین اس وقت کہاں ہوں گے، کیا صدارتی محل میں ہیں، یا فوجی ہیڈ کوارٹر میں یا ٹی وی اسٹیشن میں؟

نامہ نگار: متعین طور پر ہم بتا نہیں سکتے۔ جیسے ہی ہمیں معلوم ہوگا آپ کو مطلع کر دیں گے۔

اناؤنسر: آپ چوکنا رہیں، اپنی سلامتی کا خیال رکھیں۔ آپ سے ہم رابطہ قائم کریں گے۔

یہ گفتگو ٹی وی رپورٹوں کے درمیان پانچ بجے صبح سے دس بجے تک ہوتی رہی۔ شام ہونے سے پہلے بغداد ایئر پورٹ، ٹی وی عمارت، قصر صدارت اور اس سے متصل مختلف وزارتوں کے مراکز بمباری سے تباہ و برباد کر دیے گئے۔ جب بغداد تباہ و برباد ہو چکا' تب عراقی حکام کو ہوش آیا کہ CNN کے نامہ نگاروں نے چند گھنٹوں کے اندر کس طرح بغداد کو تباہ کرانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اسی دن شام عراقی حکام نے تمام اخباری نامہ نگاروں کو بغداد چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ CNN کے ایک نامہ نگار پیٹر آرنٹ کو اس لیے باقی رہنے دیا کہ وہ عراقی صدر کے بیانات اور انٹرویو کو بڑی اہمیت کے ساتھ نشر کرتا تھا۔ پنٹاگان کی ہدایت پر پیٹر آرنٹ نے صدام حسین سے بمباری کے دوران تفصیلی انٹرویو بھی لیا، لیکن چونکہ مواصلاتی مراکز تباہ ہو چکے تھے' اس لیے دشواری یہ تھی کہ اس انٹرویو کو اٹلانٹا کیسے بھیجا جائے۔ پیٹر نے درخواست کی کہ چار گھنٹے تک بمباری روک دی جائے تاکہ وہ ڈش انٹینا کے ذریعے انٹرویو بھیج سکے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جنگ کے بعد جان ہولیمن اور برنارڈ شا سے اٹلانٹا کے مرکز نے تفصیلی انٹرویو لیا۔ اس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کہا جاتا ہے کہ آپ دونوں نے حلیف مغربی ملکوں کو قیمتی معلومات فراہم کیں۔ دونوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتراف کیا کہ اگر ایسا سمجھا جاتا ہے تو ہمارے خیال میں صحیح ہے اور CNN نے دنیا کی جنگی تاریخ میں نئی مثال قائم کی ہے۔ امریکہ ٹیکنالوجی اور فوجی حکمت عملی دونوں ہی اعتبار سے بڑھا ہوا ہے۔ امریکی فضائیہ کے ایئر مارشل نے ریاض میں ایک پریس کانفرنس میں اعتراف کیا کہ CNN کے نامہ نگاروں نے مغربی ممالک کو قیمتی معلومات فراہم کی تھیں۔ ہم CNN کے پروگرام دیکھ کر آپریشن کے احکامات جاری کرتے تھے، اور جن علاقوں کی نشان دہی کی جاتی تھی، ان پر بمباری کے لیے جہازوں کو بھیجتے تھے۔ امریکی وزیر دفاع ڈک چینی نے بھی اعتراف کیا کہ بغداد پر بمباری کی تفصیلات ہم CNN پر دیکھتے تھے، بعد میں .C.I.A نے یہ تسلیم کیا کہ CNN اور پنٹاگان کے درمیان مکمل تعاون اور ہم آہنگی تھی۔ امریکی حکومت نے جنگ کے بعد جان ہولیمن اور برنارڈ شا کو پنٹاگان میں اونچا عہدہ بھی دیا۔

....

سوویت یونین کے منتشر ہونے کے بعد امریکہ نے جس نئے عالمی نظام کا خاکہ تیار کیا ہے، اس کے چار اہم ستون ہیں۔ ان چاروں کا اصل مقصد یہ ہے کہ اکیسویں صدی میں جب تک ممکن ہو، امریکہ کو واحد سپر پاور کی حیثیت حاصل رہے اور کوئی متبادل قوت عالمی قوت کی حیثیت سے وجود میں نہ آئے۔

یہ چار ستون جن پر امریکی عمارت تعمیر ہوگی اس طرح ہیں:

۱: عالمگیریت GLOBALISATION جس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں ایک ایسا معاشی نظام قائم کیا جائے جس میں آزاد تجارت، سرمایہ کی آزاد حرکت اور کثیر المقاصد بین الاقوامی کمپنیوں کے ذریعہ عالمی معیشت پر مغربی اقوام اور خصوصیت کے ساتھ امریکہ کے تسلط کو دائمی شکل دی جائے۔

۲: اس نظام کا دوسرا ستون سیاسی ہے۔ یعنی انفرادی آزادی، جمہوریت، حقوق انسانی کا تحفظ اور مذہبی رواداری کی ترویج، اور اس کے پردے میں ان ممالک میں ایسے نظاموں کا قیام عمل میں لایا جائے جن کو سیاسی جوڑ توڑ، مالی وسائل، معاشی مراعات اور ذرائع معلومات کے توسط سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکری کنٹرول اور تہذیبی غلبے کے ذریعہ بہ آسانی متاثر کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ اس نظام کا تیسرا ستون ٹیکنالوجی ہے۔ خصوصیت سے نیوکلیر اور ہائی ٹیک (HI-TECH) کمپیوٹر ٹیکنالوجی پر مغربی اقوام کی اجارہ داری ہے۔ نئے دفاعی نظام کا بنیادی ستون امریکہ کی مستقل اور ناقابل چیلنج عسکری قوت کا استحکام اور اسے جہاں سے بھی کوئی خطرہ ہو (خواہ وہ کتنا ہی موہوم کیوں نہ ہو) اسے ختم کرنے کا ہے۔

۴۔ اس نظام کا چوتھا ستون نئی سیاسی حصار بندی ہے جسے بہت ہی ہوشیاری لیکن عیاری کے ساتھ انجام دیا جارہا ہے۔ اس میں ناٹو کی توسیع، مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کی عسکری بالادستی کے قیام کے بعد اس کے معاشی غلبہ کے لیے عربوں کے ساتھ صلح کے معاہدہ کی کوشش۔ وسط ایشیا میں ایک بار پھر روس اور مغرب سے منسلک ریاستوں کے مسلمان ریاستوں پر اثر انداز ہونے کے نظام کے دروبست، ہندوستان کو ایک ایشیائی قوت کے طور سے آگے لانے کی کوشش تاکہ اسلامی ممالک اور وہاں سرگرم عمل اسلامی تحریکوں پر قابو پانے کا منصوبہ پورا کیا جائے۔

مغربی میڈیا کے ذریعہ مندرجہ بالا چاروں ستونوں کو مستحکم بنانے میں امریکہ اور اس کی حلیف طاقتیں اپنی ساری صلاحیتیں صرف کررہی ہیں۔

اس کتاب کا پس منظر:

"مغربی میڈیا اور اس کے اثرات" کے عنوان سے چند سال قبل راقم السطور نے ایک محاضرہ دارعرفات (رائے بریلی) کی ماہانہ نشست میں دیا تھا، اس وقت ہمارے سامنے چند نوٹس تھے۔ بعد میں ان کو پھیلا کر سات قسطوں میں تعمیر حیات میں مضمون لکھا گیا جو ہندوستان و پاکستان کے اخبار اور رسائل میں کثرت سے نقل کیا گیا۔ دوستوں نے اس مقالہ کو کتابچہ کی شکل میں اور بعض نے مزید تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر کتاب شائع کرنے کا تقاضا کیا۔ ان دوستوں میں محترمی بھائی انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی (مقیم جدہ) نے خاص طور سے مطالبہ کیا اور اس راہ کی تمام رکاوٹوں کو ازراہ کرم دور بھی کردیا۔ لیکن تدریسی مشغولیات نے اس کا موقع نہیں دیا کہ مزید مضامین کا اضافہ کیا جائے۔ اب کئی گنا اضافوں کے بعد یہ کتاب ان سب حضرات کی خدمت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پیش کی جا رہی ہے جو اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

یہ تقدیری بات ہے کوئی اتفاق نہیں کہ اس راقم کا سب سے پہلا مضمون ندائے ملت میں ۱۹۶۳ء میں جس موضوع پر شائع ہوا تھا' اس کا عنوان بھی تقریباً یہی تھا یعنی: '' عالمی یہودی صحافت'' اس وقت ہم نے ایک عربی کتابچہ الصحافۃ الیہودیۃ فی العالم کو سامنے رکھ کر تلخیص کر کے مضمون تیار کیا تھا۔ پھر جب ۱۹۶۹ء میں ندائے ملت میں عالم اسلام کا صفحہ لکھنے لگا تو مزید معلومات کے لیے عربی اخبارات و رسائل کے مطالعہ کے ساتھ عرب ممالک کے ریڈیو بھی سنا کرتا تھا۔ مولانا سید محمد الحسنی مرحوم سے بنیادی رہنمائی حاصل ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ سنجیدہ، مثبت، تعمیری اور دعوتی موضوعات پر مضامین لکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ ہمارے عزیز دوست نور عظیم ندوی مرحوم بھی اس مجلس مشاورت میں شریک رہا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں سہ روزہ دعوت کے مدیر جناب محمد مسلم صاحب سے تعارف ہوا تو مرحوم نے ہمارے بعض جذباتی مضامین کے بارے میں ایسے صائب اور مفید مشورے دیئے جن کے فائدے ابھی تک محسوس کرتا ہوں۔ مرحوم نے بنیادی بات منجملہ اور باتوں کے ایک یہ بھی بتائی کہ مغربی نیوز ایجنسیوں کی دی ہوئی خبروں کو بنیاد بنا کر کوئی فیصلہ کن مضمون نہ لکھنا اور نہ ہی سو فیصدی ان پر یقین کرنا، اس لیے کہ ان کے ہر لفظ کے پس پردہ مغربی ملکوں کے اپنے مفادات مضمر ہوتے ہیں۔ وہ خبریں کچھ دیتی ہیں، اندرونی حقائق اس کے برعکس ہوتے ہیں۔ انہوں نے یہودی میڈیا کے اسلوب پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کیا جو ایک ملک کے ایئرپورٹ پر پیش آیا تھا کہ اس کے پس پردہ فلاں حکومت کا ہاتھ ہے۔ بنیادی مقصد اس کا یہ ہے کہ اس حادثہ کے ذریعہ مخالف پارٹی پر وار کیا جائے۔ لیکن ان حقائق کا انکشاف دس سال کے بعد ہوگا۔

مصر کے دوران قیام، تعلیم کے ساتھ قاہرہ ریڈیو کے اردو شعبہ سے کچھ عرصہ وابستگی رہی تو ذرائع ابلاغ کے موضوع پر بہت سی کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا۔ کام کے دوران ذاتی طور پر اس کا تجربہ ہوا کہ حقائق کو کس طرح مسخ کر کے خوب صورت انداز میں بار بار پیش کیا جاتا ہے۔ عالم عربی کے چوٹی کے روزناموں الاہرام، الاخبار اور الشرق الاوسط کے مقالات و مضامین اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خبریں نظر سے گزرتیں، مغربی میڈیا کے نقش قدم پر عالم عربی کے ذرائع ابلاغ کو پوری طرح گامزن پایا بلکہ حقائق کو یکسر بدلنے اور چھپانے میں عرب میڈیا کو مغربی ذرائع ابلاغ پر فوقیت حاصل ہے۔ ان میں نام نہاد جمہوری اور شخصی حکومتوں کا کوئی فرق نہیں۔

خلیجی جنگ کے دوران ایک طرفہ خبروں نے ذرائع ابلاغ کی دنیا میں نئی اور انوکھی مثال قائم کی۔ پوری دنیا کی رہنمائی کرنے والے جینئس صحافیوں کو امریکی پنٹاگان کی اس نئی پالیسی نے چونکا دیا کہ اس دور میں بھی یہ ممکن ہے کہ ذرائع ابلاغ پر سو فیصد امریکی وزارت دفاع کا قبضہ ہو جائے اور کوئی کتنا ہی ہاتھ پاؤں مارے اور احتجاج کرے، اس کی آواز صدا بصحرا ثابت ہو۔ عملاً ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے کہ ساری دنیا کی خبریں پہلے امریکہ بھیجی جاتی ہیں، جہاں مخصوص سانچوں میں ڈھال کر انھیں پوری دنیا میں ارسال کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح گلوبلائزیشن کے نقشے میں رنگ بھرا جا رہا ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ہم امریکی عزائم کے سامنے ہتھیار ڈال دیں یا مایوس ہو جائیں۔ انفرادی اور اجتماعی کوششیں ہو رہی ہیں اور ہر سطح پر یہ تعمیری اور مثبت جدوجہد کی جا رہی ہے۔ اگرچہ یہ اونٹ کے منہ میں زیرہ کے برابر ہے لیکن بہر حال یہ زیرہ دیا جا رہا ہے۔ ان کوششوں کے مراکز زیادہ تر مغربی ممالک میں ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور ترکی میں قائم کر کے ان کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو مؤثر ڈھنگ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ ترکی اور قطر سے مصنوعی سیاروں کے ذریعہ ٹی وی پروگرام یورپ میں مقبول ہو رہے ہیں۔ جب سے سعودی حکومت نے حج کے شعائر کو مصنوئی سیاروں کے ذریعہ پوری دنیا میں CNN اور STAR T.V. سے معاہدہ کر کے نشر کرنا شروع کیا ہے، تب سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ایک عالمگیر رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ بلاشبہ یہ سعودی حکومت کا تعمیر حرمین کے بعد دوسرا بڑا کارنامہ ہے۔ ایسا غیر معمولی کارنامہ جس کے بڑے گہرے اور دوررس اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ کویت، قطر اور ترکی میں موجود دعوتی اور تعلیمی ادارے اور اہل خیر کی خاصی تعداد مصر، سوڈان، نائیجیریا اور برصغیر میں موجود ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی طور سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امکانی حد تک اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ ہم نے آخری باب میں ان کی طرف اجمالی اشارے کیے ہیں۔

کتاب میں انٹرنیٹ پر بھی ایک مضمون شامل کرنا تھا، لیکن کتاب کی تیاری میں غیر معمولی تاخیر اور اس کے حجم میں اضافے کی وجہ سے اس مضمون کو ان شاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں شامل کیا جائے گا۔ یوں بھی ابھی تک انٹرنیٹ کے منفی اثرات کا تحلیل وتجزیہ پوری طرح نہیں ہوا ہے، اور نہ ہی اس کے سنگین نتائج سے پوری طرح پردہ اٹھ سکا ہے۔

کتاب میں زیادہ تر معلومات مختلف عربی، انگریزی اور اردو رسائل واخبارات کے تراشے سے لی گئی ہیں، ان کی فہرست آخر میں دے دی گئی ہے۔

کتاب کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے دشمنوں کی سازشوں سے واقف ہوں اور مغربی ذرائع ابلاغ کی مہیا کی ہوئی خبروں کو وحی کا درجہ نہ دے دیں اور نہ ہی نئی نسل کو اس کے بنائے ہوئے سانچے میں ڈھل جانے کی کھلی چھوٹ یہ کہہ کر دے دیں کہ اگر بچے ہمارے گھر میں ٹی وی نہیں دیکھیں گے تو دوسری جگہ چھپ کر دیکھیں گے۔

تمنا تھی کہ یہ کتاب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی شائع ہو جاتی۔ حضرت والا کے علم میں یہ بات تھی کہ کتاب زیر طبع ہے، قدر افزائی کے کلمات بھی فرمائے تھے، اور ارشاد فرمایا تھا کہ پیش لفظ لکھیں گے۔ اس کی تلافی تو ممکن نہیں البتہ بطور تبرک حضرت والا کی ایک تحریر پیش کی جا رہی ہے جو چشم کشا اور اس موضوع پر منارۂ نور ہے۔

مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ' کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اپنے قیمتی مقدمہ سے اس کتاب کو زینت بخشی۔

مغربی میڈیا کے ذریعہ پھیلائی گئی عالمگیر تباہی کو سمجھنے اور اس کے دوررس اور گہرے اثرات کا تجزیہ کرنے میں مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی ایڈیٹر الرائد (عربی) کو بڑی غیر معمولی بصیرت حاصل ہے، اس کتاب کی ترتیب میں مولانا موصوف کی رہنمائی سے بڑی مدد ملی ہے، جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برادر گرامی قدر انجینئر محمد عثمان صاحب کا مخلصانہ تعاون نہ ہوتا تو کتاب اس شکل میں نہ آسکتی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

میڈیا ہمارا خصوصی موضوع نہیں ہے، لیکن موضوع سے ذاتی دلچسپی نے یہ کتاب ہم سے لکھوائی ہے، اس فن کے ماہرین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مفید مشوروں سے نوازیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو دعوتی مقاصد کے لیے مفید بنائے اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ

۱۷ ستمبر ۲۰۰۰ء

نذر الحفیظ ندوی

استاذ عربی ادب

دار العلوم ندوۃ العلماء

لکھنؤ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیا عالمی نظام

خصوصیت، وسائل اور مقاصد

مقدمہ

دوسری خلیجی جنگ کے خاتمہ کے بعد ہی سے ایسے نئے عالمی نظام کے قیام کی باتیں شروع ہوگئیں، جن کے اپنے اصول وضوابط اور اس کے اپنے حدود ہوں گے۔ تمام ملکوں کے لیے ان اصول وضوابط اور حدود و قیود کو ماننا ضروری ہوگا، خواہ ان کے مذہب، عقائد، تہذیب اور معیار اور اخلاقی قدروں سے وہ متصادم ہی کیوں نہ ہوں، بلکہ اس نئے عالمی نظام کے مقرر کیے ہوئے پیمانوں اور ضوابط کو فوجی طاقت کے بل پر مسلط کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جا سکتا۔

نئے عالمی نظام کے پس منظر اور اس سے متعلق مقاصد پر غور و فکر سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ اس کا بنیادی مقصد اول و آخر خواہ اس نظام کے بانی مفکرین اور ہمدرد محسوس نہ کریں...... ''صہیونی اصول ونظریات اور مقاصد کی خدمات اور ہر قیمت پر ان کو بالادستی عطا کرنا ہے''۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ صہیونی دانشوروں کی دستاویزات نے سب سے پہلے اس عالمی نظام کا بنیادی تخیل پیش کیا تھا، بلکہ وہیں اس کا بیج بو دیا گیا تھا۔ موجودہ ترقی یافتہ صورت اور مکمل نظام تک پہنچانے میں براہ راست یا بالواسطہ ان تمام تنظیموں نے مرکزی کردار ادا کیا ہے جو یورپ و امریکہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے کہ انسانی حقوق اور ثقافت کے نام پر اس وقت پوری دنیا میں جتنی غیر سرکاری تنظیمیں کام کر رہی ہیں، ان سب کا گہرا تعلق عالمی صہیونیت کی تنظیم سے ہے۔ اس جائزہ سے یہ بھی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ تمام تنظیمیں پوری دنیا کے نظام کو ایسے صہیونی سانچہ میں ڈھالنے میں پوری طرح سرگرم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل ہیں جن کا گہرا ربط کونسل آف فارن ریلیشنز (.C.F.R) سے ہے۔ جس کے تحت عالمی صہیونی تنظیم، امریکی کلیسا کی انجمن، عالمی کلیسا کی انجمن اور دیگر متعدد تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ ان تنظیموں کے علاوہ انسانی حقوق کے نام پر کام کرنے والی تنظیمیں ہیں جو صہیونی مقاصد پر مکمل یقین رکھتی ہیں۔ امریکی اور یورپی سیاست دانوں کی بڑی تعداد مندرجہ بالا تنظیموں سے وابستہ ہے ۔انھیں جب بھی اقتدار حاصل ہوتا ہے، وہ اپنے اپنے سیاسی عقائد اور افکار کو اس انداز سے نافذ کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ آگے چل کر ایسے نئے عالمی نظام کی شکل اختیار کر لے جس میں صہیونیوں اور ان کے ہم مشربوں کو بالادستی حاصل ہو۔ اس نئے عالمی نظام کی صورت گری اس وقت سے شروع ہوگئی جب سادہ انداز اور بے ضرر طریقہ پر لیگ آف نیشنز کا وجود قائم ہوا، پھر اقوام متحدہ کی تشکیل ہوئی۔ اسی اقوام متحدہ کو مرکز توجہ بنا کر صہیونی مفکرین اور سیاستدان عالمی حکومت کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ عالمی حکومت کے تخیل کو عملی جامہ پہنانے کی ہر ممکن جدوجہد بھی کر رہے ہیں، خواہ موجودہ بین الاقوامی سانچہ سے متصادم ہی کیوں نہ ہو۔

یہ نیا عالمی نظام کیا ہے؟ اس کی صورت گری کے لیے اب تک کس نوعیت کی کوششیں کی گئی ہیں، دنیا کی حکومتوں اور قوموں کو اس تخیل کے قبول کرنے اور کسی صورت اس کی مخالفت نہ کرنے کے لیے کس طرح ان کو تیار کیا جا رہا ہے، وہ کون سی کارفرما طاقتیں ہیں جو اس مقصد کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہیں، اور اس کا فائدہ کس کو ہوگا۔ ان سوالوں کا جواب اس کتاب میں آپ کو ملے گا۔

مغربی میڈیا دراصل عالمی حکومت کی تشکیل و تعمیر کے بنیادی وسائل میں سے ایک طاقتور اور کارگر وسیلہ اور اسکے مرکزی ستونوں میں سے ایک اہم ستون ہے جسکے ذریعہ نیا عالمی نظام قائم کیا جا رہا ہے۔

اس نئے عالمی نظام کو گلوبلائزیشن سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ (۱۹۹۱ء میں امریکی حکومت نے ورلڈ آرڈر یا عالمی نظام کا منصوبہ پیش کیا تھا، لیکن روس کا شیرازہ بکھرنے کے بعد گلوبلائزیشن کی اصطلاح رائج کی گئی جس کا مقصد تیسری دنیا کو امریکی رنگ میں رنگنا ہے۔)۔ امریکی نقطۂ نظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اس کا مطلب امریکائزیشن کے سوا کچھ نہیں، یعنی مختلف طریقوں سے دنیا بھر کے امور پر مغربی سرمایہ داری کی بالادستی جس میں امریکہ کو اولیت حاصل ہو۔

اقتصادی میدان میں مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والی مشہور کمپنیوں اور قوانین وضوابط کے ذریعہ جن کا نفاذ دنیا کے سارے ملکوں پر اس کی طرف سے ہوگا، امریکی ثقافتی اقدار کو راسخ کرنے میں سینما کی کثرت، ذرائع ابلاغ، علوم وفنون اور روابط کے استحکام، تصاویر اور فلموں کے پھیلاؤ، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی اشاعت اور فضا پر چھائے ہوئے سیٹلائٹ کے ذریعہ۔........... مختصراً یہ کہ دنیا کو ایک عالمی سماج میں تبدیل کر دینے کا منصوبہ ہے، جس پر ایک ہی طرح کے اصول واقدار کی حکمرانی ہوگی اور اصول واقدار کی یہ یکسانیت اتنی وسیع ہوگی کہ قومی تشخص، ثقافتی تنوع اور مختلف قوموں کی تہذیبی رنگارنگی کو داؤ پر لگا کر سب لوگ ''میکڈونلڈ'' کھانے، کوکا کولا اور پیپسی پینے، جینز پہننے، مارکیٹنگ ذوق اور عادت میں یکساں اور مساوی نظر آنے لگیں گے۔ (فی الحال اخلاقی فساد کے میدان میں مشرقی ممالک مغربی ملکوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یعنی جس تناسب اور جس نوعیت کے اخلاقی جرائم امریکہ میں ہو رہے ہیں' اسی نوعیت کے جرائم کچھ کم تناسب سے مشرقی ممالک میں ہو رہے ہیں۔ یہ امریکی گلوبلائزیشن کے دائرے میں داخل ہونے کا ایک پہلو ہے۔ ورنہ سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی وتہذیبی میدانوں تک یہ دائرہ پھیلا ہوا ہے)۔ اس عالمی وحدت کا نفاذ ہو کر رہے گا، جو لوگ آسانی سے اسے تسلیم کر لیں گے' ان کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے گا اور اس سے بغاوت کرنے والوں پر اسے بزور قوت نافذ کیا جائے گا۔ چنانچہ امریکی یہودی مفکر نعوم چومسکی کا کہنا ہے کہ ''امریکی نظام = یہودی نظام: کا دنیا پر حکمراں ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم کوئی چیز قطعاً ہماری نگاہ میں قابل اعتبار نہیں اور نہ ہم کسی چیلنج کے ساتھ کسی قسم کی رواداری برتنے کے لیے تیار ہیں۔ خاص طور سے شر وفساد کے عالمی سرچشموں مثلاً قوم پرستی، وطن پرستی، اسلامی بنیاد پرستی، دہشت گردی اور نسلی تنازعات کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کریں گے۔

ظاہر ہے امریکی تہذیب کی بالادستی کے نتیجہ میں دوسری قوموں کا تشخص ختم ہو جائے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا اعلان اقتصادی میدانوں میں بھی کیا جا رہا ہے۔ اس کی تنفیذ ''گاٹ'' معاہدہ کی شکل میں کی جا رہی ہے۔ بڑی بڑی کمپنیوں کو کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے کہ وہ ترقی پذیر ملکوں کی تجارتی منڈی پر قبضہ کر لیں۔ ماہر اقتصادیات ٹونی کلارک کے تجزیہ کے مطابق گلوبلائزیشن کا فائدہ صرف بڑی بڑی کمپنیوں کے مالکوں کو پہنچے گا۔ چنانچہ ۷۴ فیصد عالمی اقتصادیات پر بڑی بڑی کمپنیوں کا قبضہ ہے۔ ۷۵ فیصد عالمی تجارت ۵۰۰ بڑی کمپنیوں کے زیر تسلط ہے (جن میں ۱۵۳ امریکہ، ۱۵۵ یورپ اور ۱۴۱ جاپان سے تعلق رکھتی ہیں) مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والی صرف ایک فیصد کمپنیاں دنیا بھر کے غیر ملکی سرمایہ کاری کے ۵۰ فیصد حصص کی مالک ہیں۔

ماہرین اقتصادیات کا اندازہ ہے کہ ان بڑی کمپنیوں کی وسعت کا اندازہ نہ سرمایہ سے ممکن ہے اور نہ پیداوار کی مقدار سے بلکہ اس کا اندازہ آمدنی سے لگایا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر جنرل موٹرز ان کمپنیوں میں سر فہرست ہے جس کی آمدنی ۱۶۸ ملین ڈالر سے زائد ہے۔ اے۔ بی۔ بی کمپنی (جو ساٹھ بڑی کمپنیوں کو ضم کر کے وجود میں لائی گئی ہے) تیسری دنیا کی ۱۳۰ اور یورپ کی ۱۴ کمپنیوں پر حاوی ہے۔ تنہا مصر نے اس کمپنی میں ایک سو ملین ڈالر کا سرمایہ لگایا ہے۔ لیکن اس کا سارا فائدہ اے بی بی کمپنی کو ہو رہا ہے۔ ترقی پذیر ممالک اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں امریکہ کے تابع ہوتے جا رہے ہیں۔

بڑی بڑی کمپنیوں کے ترجمان ذرائع ابلاغ کے ادارے ملکوں اور قوموں کی مشکلات کو حسین بنا کر پیش کرتے ہیں اور ان کے اسباب پیدا کرنے والوں ہی کو نجات دہندہ اور ناخدا باور کراتے ہیں۔ میڈیا کہتا ہے کہ امریکہ نے میکسیکو کو بچا لیا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس نے وال اسٹریٹ کے ان امریکیوں کو بچا لیا جنہوں نے میکسیکو میں اپنا کاروبار لگا رکھا ہے۔

میڈیا بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر غذائی قلت کا رونا روتا ہے۔ مگر ایک بار بھی یہ نہیں بتاتا کہ کارگیل کمپنی عالمی غذائی اشیاء پر سانپ بن کر بیٹھی ہوئی ہے اور ہزاروں میل دور سے ان اشیاء کو ایکسپورٹ کرتی ہے تاکہ وہ ان لوگوں کے حصے میں آئیں جو پہلے ہی بدہضمی کا شکار ہیں۔ جبکہ پیدا کرنے والے ملک کے باشندے بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ جس ٹیکنالوجی کی بات میڈیا کرتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا اعلان اقتصادی میدانوں میں بھی کیا جا رہا ہے۔ اس کی تنفیذ ''گاٹ'' معاہدہ کی شکل میں کی جا رہی ہے۔ بڑی بڑی کمپنیوں کو کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے کہ وہ ترقی پذیر ملکوں کی تجارتی منڈی پر قبضہ کر لیں۔ ماہر اقتصادیات ٹونی کلارک کے تجزیہ کے مطابق گلوبلائزیشن کا فائدہ صرف بڑی بڑی کمپنیوں کے مالکوں کو پہنچے گا۔ چنانچہ ۴۷ فیصد عالمی اقتصادیات پر بڑی بڑی کمپنیوں کا قبضہ ہے۔ ۷۵ فیصد عالمی تجارت ۵۰۰ بڑی کمپنیوں کے زیر تسلط ہے (جن میں ۱۵۳ امریکہ، ۱۵۵ یورپ اور ۱۴۱ جاپان سے تعلق رکھتی ہیں) مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والی صرف ایک فیصد کمپنیاں دنیا بھر کے غیر ملکی سرمایہ کاری کے ۵۰ فیصد حصص کی مالک ہیں۔

ماہرین اقتصادیات کا اندازہ ہے کہ ان بڑی کمپنیوں کی وسعت کا اندازہ نہ سرمایہ سے ممکن ہے اور نہ پیداوار کی مقدار سے بلکہ اس کا اندازہ آمدنی سے لگایا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر جنرل موٹرز ان کمپنیوں میں سرفہرست ہے جس کی آمدنی ۱۶۸ ملین ڈالر سے زائد ہے۔ اے۔ بی۔ بی کمپنی (جو ساٹھ بڑی کمپنیوں کو ضم کر کے وجود میں لائی گئی ہے) تیسری دنیا کی ۱۳۰ اور یورپ کی ۱۴۱ کمپنیوں پر حاوی ہے۔ تنہا مصر نے اس کمپنی میں ایک سو ملین ڈالر کا سرمایہ لگایا ہے۔ لیکن اس کا سارا فائدہ اے بی بی کمپنی کو ہو رہا ہے۔ ترقی پذیر ممالک اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں امریکہ کے تابع ہوتے جا رہے ہیں۔

بڑی بڑی کمپنیوں کے ترجمان ذرائع ابلاغ کے ادارے ملکوں اور قوموں کی مشکلات کو حسین بنا کر پیش کرتے ہیں اور ان کے اسباب پیدا کرنے والوں ہی کو نجات دہندہ اور ناخدا باور کراتے ہیں۔ میڈیا کہتا ہے کہ امریکہ نے میکسیکو کو بچا لیا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس نے وال اسٹریٹ کے ان امریکیوں کو بچا لیا جنھوں نے میکسیکو میں اپنا کاروبار لگا رکھا ہے۔

میڈیا بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر غذائی قلت کا رونا روتا ہے۔ مگر ایک بار بھی یہ نہیں بتاتا کہ کارکیل کمپنی عالمی غذائی اشیاء پر سانپ بن کر بیٹھی ہوئی ہے اور ہزاروں میل دور سے ان اشیاء کو ایکسپورٹ کرتی ہے تاکہ وہ ان لوگوں کے حصے میں آئیں جو پہلے ہی بدہضمی کا شکار ہیں۔ جبکہ پیدا کرنے والے ملک کے باشندے بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ جس ٹیکنالوجی کی بات میڈیا کرتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس سے فائدہ کس کو پہنچ رہا ہے۔ وہ تو نیو یارک، جنیوا اور لندن کے تاجروں کا ایک گروپ ہے جو دنیا کے وسائل پر قابض ہے اور عام شہریوں کی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ (یہ جان لینا ہی کافی ہے کہ ۶۵ فیصد عالمی ابلاغ پر امریکہ قابض ہے) ظاہر ہے ذرائع ابلاغ نے کبھی یہ نہیں بتایا کہ عالمی بنک اور مختلف کمپنیوں نے ایشین ٹائیگرز (ملائشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ) کی اقتصادیات کو تباہ کرنے میں کیا کردار ادا کیا ہے تا کہ انہیں غلام بنایا جاسکے اور انہیں اس درجہ بدحال کر دیا جائے کہ وہ ہر اس ملک کے لیے نشان عبرت بن جائیں جس کے دل میں مغربی آقاؤں سے لوہا لینے کا کبھی خیال بھی آئے۔

سوال یہ ہے کہ کیا گلوبلائزیشن دنیا کی تشکیل نو میں کامیاب ہو جائے گی۔ کیا دنیا امریکی قیادت کو تسلیم کر یگی۔ کیا دوسرے ممالک اور قومیں اپنی ثقافت اور تشخص سے دستبردار ہونا قبول کر لیں گی اور اگر ایسا زور وزبردستی سے کیا گیا تو یہ زبردستی کب تک چلے گی۔ اس طرح کے بہت سے سوالات ہیں جن کا جواب تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیا عالمی نظام

خصوصیت، وسائل اور مقاصد:

اگرچہ صہیونی دانشوروں نے اپنی دستاویزات میں ایک صدی پہلے عالمی حکومت کا خاکہ پیش کیا تھا (۱۸۹۷ء میں سوئزرلینڈ کے شہر بازل (BASEL) میں یہودی دانشوروں کی کانفرنس ہوئی تھی، جس نے انیس ابواب پر مشتمل دستاویزات تیار کی تھیں۔ کتاب کی گیارہویں اور انیسویں دستاویز میں عالمی حکومت کا تخیل ملتا ہے، جبکہ بارہویں باب میں پریس کو قابو میں لانے اور سولہویں باب میں تعلیم کے ذریعہ ذہنی تطہیر کا منصوبہ ہے)

لیکن اس کی عملی تشکیل اور مربوط کوشش پہلی عالمی جنگ کے دوران شروع ہوئی۔ جب خفیہ طور پر امریکی صدر ولسن کے سیاسی مشیر کرنل مانڈیل ہاؤس نے اپنے رفقاء کی مدد سے لیگ آف نیشنز کا سانچہ تیار کیا۔ مانڈیل نے سب سے پہلے امریکی صدر کے سامنے یہ تخیل پیش کیا اور انھیں اس بات کے لیے تیار کرلیا کہ وہ اس تخیل کو اپنی قوم کے سامنے بذات خود پیش کریں گے۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء میں صدر ولسن نے امریکی قوم کے سامنے لیگ آف نیشنز کا تخیل پیش کیا۔ لیکن دستوری طور پر امریکی سینٹ ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی معاہدہ یا دستاویز کو قبول یا مسترد کردے۔ چنانچہ سینٹ کی چوتھائی اکثریت نے یہ کہہ کر لیگ آف نیشنز کے تخیل کو مسترد کردیا کہ امریکی اقتدار اعلیٰ کسی دوسری تنظیم کے تابع نہیں رہ سکتا۔ اس طرح یہ منصوبہ عملی شکل میں آنے سے پہلے ہی ناکامی سے دوچار ہوگیا۔ اگرچہ امریکہ لیگ آف نیشنز کا رکن نہیں بنا لیکن اس ادارہ کا وجود بہر حال برائے نام باقی رہا۔ منصوبہ سازوں کو اندازہ ہوگیا کہ براہ راست ملکوں کی آزادی اور اس کے اقتدار کو چیلنج کرنے کی صورت میں کامیابی ممکن نہیں، خصوصاً ریاست ہائے متحدہ امریکہ پر اس تنظیم کی گرفت نہیں ہوسکتی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امریکی دستور نے قانون سازوں اور ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوانین کی تنفیذ کو متعدد اداروں سے مربوط کر دیا ہے۔ امریکی پریس کو جو آزادی حاصل ہے اور خود سینٹ کے ارکان جس آزادی سے بلوں پر تنقید کرتے ہیں، اس کی بنا پر یہ ناممکن تھا کہ امریکی سینٹ اس بل کے حسن وقبح پر بحث نہ کرے۔ دوسری طرف امریکی دستور نے اپنے شہریوں کو یہ آزادی دے رکھی ہے کہ وہ اپنے دفاع کے لیے اسلحہ رکھ سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں امریکی اقتدار اعلیٰ کو کسی دوسری تنظیم کے تابع کر دینے میں بہت سارے خطرات مضمر ہو سکتے ہیں۔

اس صورت حال کو دیکھ کر منصوبہ سازوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے تدریجی طور پر گامزن رہنے کا فیصلہ کیا۔ آئندہ کے لیے انھوں نے مندرجہ ذیل وسائل اور طریقہ کار اختیار کیا۔

امریکی حکومت کے دروبست پر حاوی ہونے کا منصوبہ:

یہ منصوبہ اس طرح تیار کیا گیا کہ حکومت کے تین مرکزی محور اور بنیادی ستونوں کے علاوہ ذرائع ابلاغ، فکری، سماجی اور اقتصادی اثر ونفوذ کے مراکز کو بھی اپنے منصوبے میں شامل کر لیا۔ اس مقصد کے لیے کرنل ایڈورڈ منڈیل ہاؤس نے خفیہ طور سے گروپ کے رفقاء کے ساتھ امریکہ کے بجائے لندن میں مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ امریکہ میں ''امریکی ادارہ برائے عالمی امور'' نام کا ادارہ قائم کیا جائے۔ بعد میں اس کا نام تبدیل کر کے ۱۹۲۱ء میں کونسل برائے خارجہ تعلقات (C.F.R. COUNCIL OF FOREIGN RELATION) کر دیا گیا۔ اس ادارہ (.C.F.R) نے متعدد ادارے قائم کیے اور ہر ایک کے مقاصد متعین کر کے اپنے ماتحت انھیں رکھا گیا۔ ان اداروں میں سے چند یہ ہیں:

برنس کونسل، ایشین انسٹی ٹیوٹ، اٹلانٹک کمیٹی، یونائٹڈ ورلڈ فیڈرلسٹ، ٹری ٹیریل کمیشن وغیرہ۔ .C.F.R نے وجود میں آتے ہی اپنا ترجمان فان افیرز (FOREIGN AFFAIRS) کے نام سے نکالنا شروع کر دیا۔ اس ادارہ کے ارکان نے ...... جو سب کے سب یہودی تھے...... حکومت امریکا کے بڑے عہدوں، ٹیکس سے معاف بڑے بڑے اداروں، امریکی میڈیا، بینک، ڈیموکریٹک، ری پبلکن جماعتوں اور اثر ونفوذ کے دوسرے مراکز پر قبضہ کر لیا۔ ڈیل کارنیگی، فورڈ فاؤنڈیشن، راک فیلر فاؤنڈیشن اور نیویارک ٹائمز، نیوز ویک اور بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تمام امریکی ٹی وی اسٹیشنوں پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جو قوم مہاجر بن کر ۱۸۴۸ء میں بے سروسامانی کے ساتھ امریکہ آئی تھی، اور اب جس کی آبادی کا تناسب ۲ء۹ فیصد ہے، وہ امریکہ کی ۹۷ فیصد آبادی پر حاوی ہو چکی ہے۔ (تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق امریکہ میں یہودیوں کے اثر و نفوذ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ میں کروڑ پتی یہودیوں کا تناسب ۲۵ فی صد ہے۔ جوتے کی صنعت میں ۳۴ فیصد، مشروبات کی صنعت میں ۵۰ فیصد، ملبوسات اور فیشن کے میدان میں ۱۰۰ فی صد، پٹرولیم کی صنعت میں ۹۸ فی صد، تعلیم کے میدان میں ۲۰ فی صد، امریکی یونیورسٹیوں میں یہودی اساتذہ کا تناسب ۵۰ فیصد، ہارورڈ جیسی عالمی شہرت کے حامل ادارہ میں یہودی اساتذہ کا تناسب ۷۵ فی صد، میڈیسن میں ۲۵ فی صد، لاء کالجوں میں ۳۸ فی صد، امریکہ میں یہودی ڈاکٹروں اور وکلاء کا تناسب ۳۸ فیصد ہے۔ عام طور پر امریکی میڈیا کے بڑے حصہ پر یہودی قابض ہیں۔ صرف ایک یہودی فیملی نیو ہاؤس فیملی کے پاس ۴۸ روزنامے، بیس ہفت روزہ رسالے، ایک سو بیاسی ریڈیو اسٹیشن، ایک سو چالیس ٹی وی کیبل، سترہ سو پینتیس دارالاشاعت ہیں۔ امریکہ میں ساٹھ ملین روزناموں کی کاپیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ سب یہودی ملکیت کے روزنامے ہوتے ہیں۔ دوسری طرف امریکی انتخابات میں یہودی ووٹروں کے ووٹوں کا تناسب ۹۲ فی صد ہے جبکہ مجموعی طور پر پوری قوم میں ووٹوں کا تناسب ۵۴ فی صد اور امریکہ میں مقیم مسلمانوں کے ووٹوں کا تناسب صرف ۲۸ فی صد ہے۔ اس میں بھی ہندوستان و پاکستان، ملائشیا و انڈونیشیا اور عرب ممالک سے آئے ہوئے مسلمانوں کے ووٹوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ۱۹۹۷ء)

امریکی صدر روز ویلٹ سے لے کر رونالڈ ریگن تک نو امریکی صدور کے خارجہ امور کے مشیر مسٹر جان میکالے کا کہنا ہے کہ ہمیں جب بھی امریکی حکومت کے لیے کل پرزوں کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم سب سے پہلے .C.F.R کے مرکزی دفتر نیویارک سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ .C.F.R کے غیر معمولی اثر و نفوذ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۵۲ء سے اب تک دونوں سیاسی پارٹیوں نے امریکی صدارت کے لیے جتنے لوگوں کو نامزد کیا ہے، ان سب کا تعلق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تھا۔ اس میں استثنا صرف ۱۹۶۴ء اور ۱۹۸۰ء کا کیا جاسکتا ہے۔ جب رونالڈ ریگن .C.F.R کے رکن نہیں تھے لیکن ان کو مجبور کیا گیا کہ اپنے نائب جارج بش کا انتخاب کریں جو .C.F.R کے ممتاز رکن تھے۔ امریکی صدارت کا چارج لینے سے پہلے مہینہ میں ریگن پر قاتلانہ .C.F.R حملہ کرایا گیا تا کہ ان کے نائب بش کو وسیع اختیارات دیئے جائیں۔ ریگن کی حکومت تین سو تیرہ ارکان پر مشتمل تھی، وہ سب کے سب .C.F.R کے ارکان تھے۔

جب بل کلنٹن صدارت کے عہدے پر فائز ہوئے تو انھوں نے .C.F.R کے صدر وارن کرسٹوفر کو اپنی حکومت چلانے کے لیے مطلوبہ اشخاص کے انتخاب کی پوری آزادی دے دی، چنانچہ ان کی حکومت کے بیشتر ارکان .C.F.R کے رکن تھے۔

جہاں تک سی ایف آر کے ترجمان فارن افیئرز کے اثر و نفوذ کا تعلق ہے تو امریکی بحریہ کے کمانڈر ایڈمرل وارڈی کی یہ شہادت کافی ہے کہ فارن افیرز کے مقالات پڑھنے سے مستقبل میں امریکہ کی دفاعی اور خارجہ پالیسی کی حکمت عملی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس رسالہ میں کوئی تجویز دوبارہ شائع کی جاتی ہے تو امریکی حکومت کے تنفیذی ادارے انھیں اس طرح نافذ کرتے ہیں جیسے وہ تسلیم شدہ حقیقت ہوں۔

دوسری جنگ عظیم کے آغاز سے پہلے ۱۹۳۹ء میں .C.F.R نے ایک مجلس کی تشکیل کی تجویز پیش کی تھی۔ تجویز یہ تھی کہ دوسری جنگ سے پیدا ہونے والے مسائل و مشکلات پر غور کرنے کے لیے ابھی سے ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ چنانچہ امریکی وزارت خارجہ نے اپنی وزارت کے چوٹی کے ماہرین پر مشتمل اس کمیٹی کی تشکیل کی۔ اس کمیٹی کی مدد کے لیے سی ایف آر سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے ماہرین فراہم کرے۔ چنانچہ ایک رکن کے علاوہ تمام ارکان C.F.R سے تعلق رکھتے تھے۔

پھر جب امریکہ یہودی سازش کے مطابق اس جنگ میں کود پڑا تو اس کمیٹی کے دائرہ کار میں مزید توسیع کر دی گئی، جس نے امریکہ کی خارجہ پالیسی کے بارے میں ایڈوائزری بورڈ کی حیثیت حاصل کر لی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴ اگست ۱۹۴۱ء کو امریکی صدر روزویلیٹ اور برطانوی وزیر اعظم چرچل نے ایک معاہدہ پر دستخط کیے۔ جس میں ایک عالمی نظام اور دائمی امن کے قیام کی دعوت دی گئی تھی۔

یکم جنوری ۱۹۴۲ء کو چھبیس حلیف ملکوں نے اقوام متحدہ کے چارٹر پر دستخط کیے۔ ان ملکوں نے امریکی و برطانوی رہنماؤں کے دستخط سے جاری شدہ معاہدہ کی تصدیق کی۔ اسی وقت سے اقوام متحدہ کی تعبیر کا استعمال شروع ہوا۔ لیکن امریکہ وہ واحد ملک تھا جس نے اقوام متحدہ کے بجائے اس ادارہ کو حلیف ممالک سے تعبیر کیا۔

جنوری ۱۹۴۳ء میں امریکی وزیر خارجہ ''کارڈیل ہل'' نے اپنی صدارت میں ایک کمپنی کی تشکیل کی جس کے تمام ارکان C.F.R. سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کمیٹی نے اقوام متحدہ کے قیام کی تجویز کا مکمل خاکہ بنا کر امریکی صدر کو پیش کر دیا، جس نے ۱۵ جون ۱۹۴۴ء کو امریکی عوام کے سامنے اس ادارہ کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔

پھر ۱۹۵۴ء میں سان فرانسسکو میں اقوام متحدہ کے چارٹر کا اعلان کیا گیا، تو اس معاہدہ پر پچاس ملکوں نے دستخط کیے۔ اس چارٹر میں رکن ممالک کے داخلی معاملات میں عدم مداخلت کا صراحت سے ذکر کیا گیا ہے۔ مگر ساتویں دفعہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ ضرورت پڑنے پر سلامتی کونسل کی نگرانی میں فوجی کونسل کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔ یہ فوجی کونسل اس وقت اپنا کردار ادا کرے گی جب اقوام متحدہ کا ادارہ کسی ملک کے خلاف جنگ کا اعلان کر دے گا۔ دفعہ ۴۳ کے تحت مستقل حفاظتی فوج کی تشکیل کی صراحت موجود ہے۔ چونکہ اس دستور ساز کمیٹی میں C.F.R. کے ارکان کی غالب اکثریت تھی؛ اس لیے تمام دفعات اکثریت سے منظور کی گئیں اور قطعی کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اس طرح عالمی حکومت کے قیام کا پہلا ادارہ یا وسیلہ یہودیوں کے ہاتھ آ گیا۔

مختلف ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا آغاز:

جب چوم بے نے ۱۹۶۰ء میں یہ اعلان کیا کہ کٹنگا کا صوبہ کانگو سے الگ آزاد ہو کر رہے گا تو اس کے بعد ہی چومبے کو قتل کر دیا گیا۔ سلامتی کونسل نے پہلی بار اقوام متحدہ کی فوج کانگو بھیجنے کا فیصلہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا، جہاں امن فوج نے ہزاروں بے گناہوں کو قتل کیا اور کٹنگا کے باشندوں پر وحشت ناک مظالم کیے۔ وہاں کے مواصلاتی مراکز کو تباہ کر دیا گیا تاکہ بیرونی دنیا سے کوئی رابطہ قائم نہ ہونے پائے۔ ہسپتالوں اور اسکولوں کو بھی برباد کر دیا گیا۔ لیکن بڑے پیمانے پر اندرونی معاملات میں مداخلت کا سلسلہ خلیجی جنگ کے بعد شروع ہوا۔ سلامتی کونسل نے اپریل ۱۹۹۱ء میں قرارداد پاس کر کے عراق کے اندرونی معاملات میں مکمل مداخلت کا فیصلہ کیا۔ اس قرارداد کے ذریعہ اقوام متحدہ کو اس بات کی کھلی چھوٹ دے دی گئی کہ اقوام متحدہ کے افسران بغیر کسی اجازت کے کسی وقت بھی تلاش و تفتیش شروع اور مہلک ہتھیاروں کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔ اسی طرح غذائی اشیاء کی درآمد و برآمد اور پٹرول کی فروخت پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اپنی مرضی کے مطابق اقوام متحدہ نے قانون بنا کر عراق کی اقتصادی اور اس کی داخلی اور خارجہ پالیسی پر پہرے بٹھا دیئے۔ جنگ کا بہانہ بنا کر قرارداد بغیر کسی اعتراض کے پاس کر دی گئی۔ اس طرح گویا تمام ملکوں میں مداخلت کا دروازہ چوپٹ کھول دیا گیا۔ یہی کھیل بوسنیا، ہیٹی اور صومالیہ میں کھیلا گیا۔ جزوی طور پر لیبیا، کمبوڈیا، لائبیریا، نائیجیریا، سوڈان اور انگولا میں بھی یہی ڈارمہ کھیلا گیا۔ (کوسوا میں مسلمانوں کی نسل کشی کا نیا طریقہ ناٹو افواج کی سرپرستی میں اختیار کیا گیا)۔ پھر جون ۱۹۹۲ء میں اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری بطرس غالی کی رپورٹ ''تجاویز برائے قیام امن'' جنرل اسمبلی میں پیش ہوئی جس میں باقاعدہ ملکوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کو قانونی درجہ اس طرح دے دیا گیا کہ بڑی طاقتوں نے اس تجویز کو تسلیم کر لیا۔ جنرل سیکرٹری نے اس تجویز میں اقوام متحدہ کے دائرہ عمل کو مزید پھیلانے کی درخواست کی اور کہا کہ خاندانی شیرازہ کو بکھرنے سے بچانے کے لیے آبادی پر کنٹرول، ایڈز کے امراض، فقر و فاقہ اور خشک سالی کو دور کرنے اور انسانی حقوق کو پامالی اور فضائی آلودگی سے بچانے کے لیے بھی اقوام متحدہ کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ مسائل اتنے سنگین اور ان کا دائرہ اتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ کوئی ملک تنہا اپنے محدود وسائل سے ان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

حکومتوں کے اختیارات کے بڑے حصہ کی اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں تک منتقلی:

تدریجی طور پر اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں کی طرف سے برابر ایسے قوانین مختلف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملکوں پر مسلط کیے جا رہے ہیں، اس طرح کہ وہ بعض معاملات میں خود فیصلہ کرنے کے بجائے اقوام متحدہ کے متعلقہ اداروں کو مداخلت کا حق دیدیں۔ چنانچہ کینیڈی اور جانسن کے دور حکومت میں امریکی وزارت خارجہ کے معاون مسٹر رچرڈ گارڈنر نے کہا تھا کہ اگر ہمیں عالمی نظام کی عمارت تعمیر کرنی ہے تو نیچے سے اس کی بنیادیں اٹھانی ہوں گی، نہ کہ اوپر سے، ہمیں چاہیے کہ کسی ملک کے اقتدار اعلیٰ اور اس کے حدود اختیارات کی بالکل پروا نہ کریں، اور اس راہ میں جو ملک بھی آڑے آئے، اس کے ٹکڑے کرنے سے بھی گریز نہیں کریں۔ اس کے بغیر ہم محض تقلیدی انداز میں عالمی نظام قائم نہیں کر سکتے۔ ان خیالات کا اظہار مضمون نگار نے فارن افیئرز کے مقالہ میں کیا تھا جو اپریل ۱۹۴۷ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ اس مقالہ کے بعد ہی سب سے پہلے سادہ اور بے ضرر انداز میں ایسی تجویز لائی جاتی ہے اور عام اصول کے طور پر تسلیم کر لی جاتی ہے، اس کے ساتھ ہی اس کی بھی صراحت برائے بیعت کرالی جاتی ہے کہ اس کی تنفیذ لازمی نہیں ہے۔ پھر ایک بین الاقوامی دستاویز تیار کر کے اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے اس کو منظور کرالیا جاتا ہے۔ اس کی رو سے اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں کو بعض مخصوص معاملات میں مداخلت کا حق دے دیا جاتا ہے۔ مثلاً اجتماعی نسل کشی سے متعلق قانون پر امریکہ نے ۱۹۸۲ء میں دستخط کیے تھے اس کے تحت ہیگ کی بین الاقوامی عدالت کو یہ اختیار دے دیا گیا تھا کہ اگر کسی ملک کو اجتماعی نسل کشی اور قتل عام کا مجرم پایا جائے تو اس کے خلاف مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔ بعینہٖ یہی صورت حال ماحول کو فضائی آلودگی سے بچانے اور بچوں سے متعلق حقوق و قوانین کے مسودۂ قانون پر ۱۹۸۹ء اور ۱۹۹۴ء میں دستخط کر کے اقوام متحدہ سے منظوری کی صورت پیش آئی۔ بین الاقوامی تجارت کا ''گاٹ'' معاہدہ کی صورت میں تمام ملکوں پر مسلط کر دیا گیا۔ (بظاہر امریکہ کے نام پر یہودی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اس لیے کہ امریکی تجارت پر اجارہ داری یہودیوں کی ہے۔ اس معاہدہ کے تحت دنیا کے تمام ممالک زرعی پیداوار میں اقوام متحدہ کے قواعد و قوانین کے پابند ہوں گے۔ اقوام متحدہ اگر یہ مطالبہ کرے کہ فلاں فلاں زرعی پیداوار کی مقدار اور معیار اس طرح ہو، تو وہ ملک اس کی پابندی کرنے پر مجبور ہوگا، خواہ اس کو مادی خسارہ ہی کیوں نہ ہو۔ مثال کے طور پر اسرائیل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مصر کے درمیان زرعی اور تجارتی معاہدے کے نتیجہ میں کپاس اور ترکاریوں کے بیج اسرائیل نے فراہم کیے۔ بیج چونکہ خراب تھے اس لیے مصری کسانوں کو نہ صرف پیداوار میں خسارہ ہوا بلکہ ان کی زمین بھی برباد ہوگئی۔ ایسی ہی پابندی تجارت میں ہندوستان اور دوسرے ملکوں سے کرائی جارہی ہے۔)

اس طرح روز بروز یہ حکومتیں اپنے اقتدار اعلیٰ سے محروم ہوتی جارہی ہیں۔ انھیں اب محسوس ہو رہا ہے کہ وہ اپنے اندرونی معاملات میں بھی کوئی قانون بنانے یا قدم اٹھانے سے خود کو عاجز پا رہی ہیں۔ انھیں ان مشکلات کو حل کرنے کے لیے اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اقوام متحدہ کی ایک کمیٹی نے امریکی ریاست اور ریگن کے ایک قانون کو امریکی سپریم کورٹ سے رجوع کیے بغیر مسترد کر دیا تھا، جو ماحولیات سے متعلق تھا۔ حالانکہ امریکہ کے اندر کسی قانون کو دستوری اعتبار سے مسترد کرنا صرف امریکی سپریم کورٹ کا حق ہے۔

بچوں سے متعلق قوانین پر تبصرہ کرتے ہوئے ریاست ورجینیا کے ایک ممبر پارلیمنٹ نے کہا کہ اقوام متحدہ نے قانون تو پاس کر دیا لیکن امریکی معاشرہ میں اس کی تنفیذ کے لیے امریکی سینٹ کو اس قانون کے مطالعہ کے لیے پورا وقت نہیں دیا گیا کہ ہر پہلو پر غور کرے۔ مشکل اس وقت پیش آئے گی جب امریکی عدالتیں اقوام متحدہ کے بنائے ہوئے قوانین کے نتائج کا سامنا کریں گی۔

اقوام متحدہ کو عالمی حکومت کی حیثیت:

ڈاکٹر بطرس غالی نے ایجنڈا برائے امن نامی رپورٹ میں باقاعدہ اس کا مطالبہ کیا تھا کہ اقوام متحدہ کو تمام حکومتوں سے ٹیکس وصول کرنے کا حکم دیا جائے۔ سب سے پہلے تجارتی تبادلوں، پٹرولیم کی پیداوار اور اسلحہ کی رجسٹریشن پر فیس وصول کی جائے۔ اس طرح اقوام متحدہ کے اتنے بڑے سیکرٹریٹ اور اس کے بڑھتے ہوئے اخراجات کے لیے مالی وسائل مہیا ہو سکیں گے۔ اس لیے کہ مختلف ممبر ملکوں سے چندوں کی وصولی ناممکن ہوگئی ہے، ہم ان چندوں پر تکیہ نہیں کر سکتے۔

تدریجی طور پر اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ دفعہ کے تحت اقوام متحدہ کی دائمی امن فوج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تشکیل کی جائے۔ ۱۹۶۱ء میں امریکی وزارت خارجہ نے ۷۲۷۷ نمبر کی ایک جائزہ رپورٹ " جنگوں سے نجات" کے موضوع پر تیار کر کے حکومت کو پیش کی تھی۔ اس کو بنیاد بنا کر امریکی کانگریس نے قانون ۲۹۷۔۸۷ سرکاری طور پر پاس کر دیا تھا جس کا عنوان تھا " ترک اسلحہ کا قانون"۔ اس قانون کے مطابق امریکہ نے یہ طے کر لیا تھا کہ پرامن دنیا سے تباہ کن اسلحہ تدریجی طور پر منظم طریقہ سے تین مراحل میں ختم کر دیا جائے۔

☆ پہلے مرحلے میں اسلحہ کے خلاف نفسیاتی فضا تیار کی جائے اور اس مسئلہ کے حق میں بین الاقوامی معاہدہ کرنے کی فضا بنائی جائے۔

☆ دوسرے مرحلہ میں عالمی امن کے قیام کیلئے اقوام متحدہ کے ماتحت امن فوج کی تشکیل کیجائے۔

☆ تیسرے مرحلہ میں منظم طریقہ سے تیز رفتاری سے تباہ کن اسلحہ سے تمام ملکوں کو خالی کرا لیا جائے تا کہ کوئی فوجی اعتبار سے اقوام متحدہ کی مسلح فوج کو چیلنج نہ کر سکے۔

عراق اور یوگوسلاوی جمہوریتوں کو جس طرح اپنے فوجی اسلحوں سے محروم کیا گیا' وہ اس قانون کی عملی تطبیق ہے۔ اس قانون کے مطابق ان ملکوں کو صرف وہی اسلحہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے جو داخلی امن وامان قائم کرنے میں معاون ہوں۔ فوجی پولیس کو اندرونی فسادات پر قابو پانے کے لیے بھاری اسلحہ سے لیس کیا جائے گا۔

ادھر آخری سالوں میں اقوام متحدہ کی امن فوج کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہ تعداد اب بڑھ کر ایک لاکھ ہو گئی ہے۔

۲۰ مارچ ۱۹۶۲ء کو امریکی وزارت دفاع کی فرمائش پر دفاعی تجزیہ کے ادارہ نے رپورٹ ے تیار کی تھی۔ امریکی وزارت دفاع نے اس ادارہ سے سوال کیا تھا کہ ایسا ماحول کس طرح تیار کیا جا سکتا ہے جہاں اقوام متحدہ اپنی صلاحیتیں ظاہر کر سکے۔ اس کا جواب دفاعی تجزیاتی ادارہ نے تیار کیا۔ اس میں اس سوال کا براہ راست جواب دیتے ہوئے کہا" وہ دنیا جس پر اقوام متحدہ پوری طرح قابض ومتصرف ہو اور اس کے تمام ذیلی ادارے اس دنیا کے دروبست پر پوری طرح حاوی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں، یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اقوام متحدہ کے تمام اداروں کے پاس پوری فوجی طاقت ہو۔ ہمیں اس مقصد کی تکمیل کے لیے اقوام متحدہ کے چارٹر میں معمولی سی ترمیم کرنی پڑے گی تا کہ یہ عالمی ادارہ اپنے فرائض کو پوری آزادی کے ساتھ تمام دنیا میں انجام دے سکے۔ اقوام متحدہ میں جو ممالک طاقت ور اور مؤثر رول ادا کر رہے ہیں' وہ ترک اسلحہ کی نگرانی، امن و امان کے قیام، باہمی اختلافات کے ازالے اور ٹیکس وصولی کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ہم اس اقوام متحدہ کی بات کر رہے ہیں جس کے پاس پانچ لاکھ ایسی فوج موجود ہو جو جدید جوہری اسلحہ سے لیس ہو۔ پچاس سے سو کی تعداد میں جوہری اسلحہ ان کے پاس ہوں، اور حکومتوں کے تین مرکزی اختیارات یا اقتدار اعلیٰ کے تین محور و مرکز اس کے پاس ہوں۔ بین الاقوامی عدالت کے فیصلوں کو نافذ کرنے کی صلاحیت ہو.......... ہم یقینی طور پر عام حکومت کی بات کر رہے ہیں''۔

اس کو بنیاد بنا کر بڑی طاقتوں کے درمیان ترک اسلحہ کے موضوع پر متعدد معاہدے ہوئے، جوہری اسلحہ اور اسٹار وار پروگرام میں استعمال ہونے والے اسلحوں پر پابندی کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی۔ روس کے ساتھ ترک اسلحہ کا سب سے بڑا معاہدہ ہوا۔ جس کے تحت کم از کم روس کو اپنے جوہری اسلحہ سے محروم ہونا پڑا۔ امریکہ میں فوجی مشقوں کی نگرانی اقوام متحدہ کے افسران کرتے ہیں۔

امریکی میڈیا میں اس طرح کے مضامین عرصہ سے لکھ کر ذہن سازی کی جا رہی ہے کہ امریکہ بہت بڑا ملک ہے۔ اس کے انتظامات مرکزی حکومت کے ذریعہ چلانے مشکل ہو رہے ہیں۔ اس لیے امریکہ کے مستقبل کے بارے میں بحث و مناقشہ ہونا چاہیے۔ اب یہ فضا تیار ہو چکی ہے کہ مرکزی حکومت کے اختیارات محدود کر دیئے جائیں۔ چنانچہ امریکی دستور میں آزادیٔ اظہار رائے اور شخصی اسلحہ کے رکھنے کا حق دیا گیا ہے۔ اب ان حقائق کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

متعدد امریکی ریاستوں نے امریکی دستور میں ترمیم کی تجویزیں پیش کی ہیں۔ لیکن ابھی تک دو تہائی کی اکثریت حاصل نہیں ہو سکی ہے۔ اگر دو تہائی کی تعداد میں یہ ریاستیں اس مقصد کے لیے متحد ہو جاتی ہیں تو اس کا امکان ہے کہ یہ قدیم مطالبہ پھر زندہ کر دیا جائے کہ بجائے قدیم دستور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نیا دستور وضع کیا جائے۔ یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ کے بجائے نیو اسٹیٹس آف امریکہ نام رکھ دیا جائے۔ ریاستوں کی تعداد کم کر کے ان کو نیم خود مختاری دی جائے۔ قانون سازی کی صلاحیت کم کرنے کے بجائے اس کی تنفیذی صلاحیتوں میں اضافہ اور موجودہ دستوری حقوق کو حذف کر دیا جائے۔

امریکہ میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق یہودی عناصر کی طرف سے ایسی کتابیں برابر لکھی جا رہی ہیں اور بیانات بھی دیے جا رہے ہیں جن میں یہ کہا جاتا ہے کہ امریکہ بحیثیت ایک متحدہ ریاست کے انتشار و خلفشار کا شکار ہو رہا ہے۔ امریکی صدر جان ایف کینیڈی کے مشیر آرتھر سیلنگر کی کتاب ''امریکہ کا انتشار'' (مطبوعہ ۱۹۹۲ء) میں یہ بات کہی گئی ہے۔ اسی طرح جارج کینن نے، جو متعدد امریکی صدور کے مشیر رہ چکے ہیں، اپنی کتاب (مطبوعہ ۱۹۹۳ء) میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ امریکہ کے مستقبل کے بارے میں بحث و مناقشہ کے لیے ایک مستقل کمیٹی کی تشکیل کی جائے۔

نئے گروپ:

پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کے بعد روس اور یوگوسلاویہ متحدہ ملکوں کی صورت میں سامنے آئے تھے۔ بعد میں یورپی ملکوں کے درمیان اتحاد و تعاون اور وفاق کی نئی شکل سامنے آئی جس نے پہلے یورپی مشترکہ منڈی کی صورت اختیار کی۔ پھر اس نے تدریجی طور پر یورپی پارلیمنٹ کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس کے بعد کسٹم، سرحدی قوانین ختم ہوئے اور اب تمام یورپی ملکوں کے درمیان یکساں مالیاتی نظام اور سکوں کی وحدت کے بارے میں فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ یہی صورت حال امریکہ کے شمالی اور جنوبی براعظموں میں پیش آ رہی ہے کہ جو کمیٹی دونوں براعظموں کے درمیان معاہدوں کی تنفیذ کی نگرانی کرے گی وہی امریکی پارلیمنٹ کی صورت اختیار کرے گی۔ جس کے بعد یورپی پارلیمنٹ کے نقش قدم پر امریکی اتحادی پارلیمنٹ کا وجود ہو جائے گا۔

تقریباً یہی صورت حال اس وقت مشرق وسطیٰ اور بحرالکاہل کے ملکوں میں اختیار کی جا رہی ہے۔ اردن اور اسرائیل کے درمیان ڈھیلا ڈھالا وفاق ہو چکا ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ نہیں کہ کسٹم کا نظام اور پاسپورٹ کی پابندی دونوں ملکوں کے درمیان ختم کر دی جائے۔ رباط، عمان اور قاہرہ میں اقتصادی عنوان سے جو چھوٹی کانفرنسیں ہو چکی ہیں ان کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ اسرائیل کی مصنوعات کے لیے تمام عرب ملکوں کے دروازے چوپٹ کھول دیئے جائیں۔

قوموں کے دماغی تطہیر کی تیاریاں:

اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری ڈاکٹر بطروس غالی سے (A.B.C.) امریکن براڈ کاسٹنگ کمپنی کے نمائندہ نے صومالیہ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ صومالیہ میں امریکی فوج بھیجنے کی کارروائی اس لیے ممکن ہو سکی کہ ہم نے اس مقصد کے لیے مسلسل دس مہینے تک ذرائع ابلاغ کو وقف کر دیا تھا۔ ڈاکٹر غالی کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ صومالیہ میں امریکی فوج مداخلت کو پوری دنیا کی نظروں میں قابل قبول بنانے کے لیے سب سے پہلے میڈیا کے ذریعہ صومالیہ کے اندر بھوک مری اور قحط سالی کے واقعات کو ہولناک بنا کر پیش کیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ ''دنیا بھر کو ہم میڈیا کے ذریعہ یہی خبریں اور تصویریں فراہم کرتے رہے کہ وہاں لوگ قحط اور بھوک وافلاس کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ ٹیلی ویژن اور اخبارات میں بھوکے اور ننگے صومالی عوام کی تصویریں مؤثر انداز میں پیش کرتے رہے۔ اور پوری دنیا کو یہ باور کراتے رہے کہ اس چٹیل اور بے آب وگیاہ صحرا میں نہ پانی ہے نہ کھانا، نہ سر چھپانے کے لیے گھر ہیں اور نہ تعلیم کے لیے مدارس۔ لوگ بنیادی ضرورتوں سے محروم ہیں۔ اگر کہیں سے کوئی امداد ملتی بھی ہے تو یہ غیر مہذب اور وحشی لوگ آپس میں لڑنے لگتے ہیں۔ جب ہر طرح سے فضا تیار ہو گئی تو پھر بغیر کسی مشورہ کے فوجی مداخلت کا لمحہ آ پہنچا۔ اب اس کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوئی کہ ملک پر فوجی یورش کی گئی ہے، اس کے اصل مسائل ومشکلات کیا ہیں۔ پوری دنیا یہ مؤثر اور دلکش منظر دیکھنے لگتی ہے کہ امریکی فوجی نجات دہندہ بن کر اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر ہزاروں میل دور اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر مسیح الملک بن کر صومالی عوام کے لیے غذائی امداد کا سامان اپنے کاندھوں پر لیے ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ غذائی اجناس کے منصفانہ نظام تقسیم کی بدولت ہی یہ ممکن ہو سکا کہ بھوکے اور مریل صومالی عوام صحت مند اور خوش حال ہو جائیں۔ ان کے جسم پر امریکی لباس آ گیا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قیمتی امداد کے یہ لوگ دل سے قدرداں ہیں اور امریکہ کی انسانیت نوازی اور رحمدلانہ پالیسی سے پوری قوم رطب اللسان ہے اور قوم کا ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ امریکی فوجیں یہیں رہ جائیں۔ یہی ڈرامہ خلیجی جنگ کے موقع پر رچا گیا۔ امریکی قوم ہی نہیں پوری دنیا کو صدام کے مظالم کے بارے میں تفصیل سے بتایا گیا لیکن اس سے پہلے صدام سے منصوبہ کے مطابق کارروائی کرائی گئی۔ کویت کو اس ڈرامہ میں قربانی کا بکرا بنایا گیا۔ صدام حسین اور جارجیا کے مسیحی مبلغ و مہاجر طارق حنا عزیز کو آلہ کار بنایا گیا جو نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ کی حیثیت سے نہیں معلوم کہ امریکہ کی نمائندگی کر رہا ہے یا اسرائیل کی؟

خلیجی جنگ کی حقیقت، بہت جلد واضح ہوگئی کہ صدام امریکہ کی مالی ضرورت پوری کرنے اور اقوام متحدہ کا عالمی نظام قائم کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ اور ہتھیار ہے۔ بلکہ عالمی نظام کی تجربہ گاہ عراق کو بنایا گیا ہے۔ جب بھی مالی تنگی اور پریشانی ہوئی، عربوں کی توجہ اصل مسائل سے ہٹانے اور ان پر سیاسی و معاشی دباؤ بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے تو صدام کے ذریعہ فوجی اقدامات کرائے جاتے ہیں۔ تاکہ یہ کمزور اور سادہ دل عرب امریکی (صہیونی) گود میں اپنے کو پوری طرح ڈال دیں۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور کے مدیر پروفیسر خورشید احمد نے اپنے ایک اداریہ میں مشرق وسطیٰ میں سرگرم استعماری طاقتوں کی ریشہ دوانیوں اور ان کی سازشوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مشرق وسطیٰ ایک آئینہ ہے جس میں پوری امت کے المیہ کی تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ امریکہ، مغربی اقوام، اقوام متحدہ، اسرائیل، عرب دنیا کے حکمراں، ترکی کی موجودہ قیادت اور عراق کا حکمراں صدام حسین یہ سب اس ڈرامے کے مختلف کردار ہیں۔ میدان جنگ کے نقشوں کا بننا اور بگڑنا اس کا ایک حصہ ہے۔ تادیبی کارروائیاں اور ان میں سہولتیں، دعوے اور دلائل، حقیقی عزائم اور سازشیں، دھمکیاں، کہہ مکرنیاں اور وعدہ خلافیاں ان سب ہی سے اس ڈرامے کے ڈائیلاگ عبارت ہیں۔ آگے چل کر مشرق وسطیٰ پر استعماری طاقتوں کے غلبہ اور اس کے پس منظر اور بندر بانٹ کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد موجودہ المیہ سے پروفیسر صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کشمکش اور عدم استحکام مشرق وسطیٰ اور جنوبی یوریشیا پر محیط اسلامی علاقوں کی مرکزی اور مستقل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقتیں رہنے کا امکان ہے"۔ سابق امریکی صدر کارٹر کے قومی سلامتی کے مشیر برزنسکی اور نیوز ویک کے حوالے سے ان نتائج کی تائید میں دلائل بھی دیے گئے ہیں۔ نیوز ویک کا یہ حوالہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے کہ "اگر صدام حسین موجود نہ ہوتا تو ہمیں اس کو ایجاد کرنا پڑتا۔ وہ مشرق وسطیٰ میں امریکی پالیسی کا محور ہے، اس کے بغیر واشنگٹن صحرا کی ریت میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہوتا"۔ نیوز ویک۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۹۶ء۔ ص: ۱۷

نئے عالمی نظام کی خصوصیت:

اگر اقوام متحدہ نئے عالمی نظام کو قائم کرنے کا کوئی ایسا ادارہ ہے جو وقت ضرورت اپنے دستور اور چارٹر تبدیل کرتا رہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ متوقع عالمی حکومت ایسی ہوگی جس پر قانون کی کوئی حکمرانی نہ ہوگی اور اس حکومت کا سربرہ لامحدود اختیارات کا مالک اور مطلق العنان ڈکٹیٹر ہوگا (جیسا کہ صہیونی پروٹوکول کی گیارہویں دستاویز کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے) اور جیسا کہ اقوام متحدہ کی روش سے معلوم ہوتا ہے، مثالیں بہت سی پیش کی جا سکتی ہیں۔

۱: جب کوریا کے خلاف چین نے قدم اٹھایا تھا تو اقوام متحدہ نے اس کے خلاف فوری اقدام کیا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ چین امن پسند ملک نہیں ہے۔ لیکن چینی جارحیت کا انعام اقوام متحدہ نے اس ملک کو اس طرح دیا کہ نہ صرف چین کو اپنا ممبر بنا لیا بلکہ سلامتی کونسل میں ویٹو کا حق بھی عطا فرما دیا۔ حالانکہ اقوام متحدہ کے دستور میں اس کی صراحت ہے کہ جو ملک امن پسند نہ ہو، وہ اس کا ممبر نہیں بن سکتا۔

۲: سلامتی کونسل بہت سی قراردادیں منظور کرتی رہتی ہے، لیکن وہ صرف اپنی پسند کی قرارداد کو نافذ کرتی ہے۔ اسرائیل کے خلاف سیکڑوں قراردادیں منظور کی گئیں، لیکن اس جارح اور غاصب ملک کے خلاف اقوام متحدہ نے کبھی کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ بلکہ اسرائیل کے مطالبہ پر بعض قراردادیں اقوام متحدہ نے واپس لے لیں۔ فلسطینیوں اور لبنانیوں پر ہمیشہ اسرائیل بمباری کرتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، عراق کے ایٹمی مرکز پر اس نے بمباری کی۔ مگر جب لیبیا اور سوڈان کے خلاف قرار داد پیش ہوئی تو باوجود یہ کہ لوکر بی طیارے تباہی میں لیبیا کے ملوث نہ ہونے کے ثبوت تھے، مگر من مانے طریقہ پر اقوام متحدہ نے بائیکاٹ کی قرارداد منظور کر لی، اور اس کے خلاف فضائی ناکہ بندی کی تجویز کو نافذ بھی کر دیا۔ عراق کے خلاف قراردادیں پاس کر کے ان کی بڑی سرگرمی سے تنفیذ کی جارہی ہے۔

جنرل اسمبلی: جس کے تمام دنیا کے ممالک ممبر ہیں، کی قراردادوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ مگر اس کے برعکس سلامتی کونسل جس کے صرف پندرہ ممالک ممبر ہیں، اس کی قراردادوں پر پوری دنیا میں زلزلہ آجاتا ہے۔ کیونکہ ان کو نافذ کرنا ضروری ہے۔ سلامتی کونسل کے اندر بھی عملاً صورت حال یہ ہے کہ چار مستقل ارکان کی طرف سے قراردادیں منظور کی جاتی ہیں، باقی ارکان پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ان پر عمل کریں۔

۳: خلیجی جنگ میں عراق کے خلاف جتنے ممالک شریک ہوئے تھے، ان سب نے اقوام متحدہ کے پرچم تلے عراق کے خلاف اقدام کیا تھا۔ اقوام متحدہ کے دستور اور خود ان شریک جنگ ممالک کے دستور میں یہ بات درج ہے کہ جنگوں میں بجلی، پانی اور شفاخانوں کو نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن اقوام متحدہ کی نگرانی میں ان تمام ملکوں نے ان بنیادی تنصیبات کو نشانہ بنایا۔ برطانیہ، فرانس اور امریکہ نے اپنی مرضی مسلط کر کے عراق کے خلاف اقتصادی پابندی یہاں تک کہ غذائی اشیاء اور دواؤں کی خریداری اور شمالی وجنوبی عراق پر فوجی طیاروں کی پروازوں پر پابندی عائد کر دی۔

ان باتوں سے یہ اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس عالمی حکومت کی تشکیل کی جارہی ہے، وہ کسی قانون، کسی محتسب اور کسی نگراں کے تابع نہیں ہوگی، نہ کسی ملک کے اندر یہ جرأت ہوگی اور نہ ہی اس کو یہ حق ہوگا کہ وہ اقوام متحدہ یا اس عالمی حکومت کو اس کی غلطیوں اور قوانین کی خلاف ورزی پر ٹوک سکے یا اس کو متنبہ کر سکے۔ اس کی تائید ان بیانات سے بھی ہوتی ہے جو وقتاً فوقتاً اس عالمی ادارہ کے ذمہ داران جاری کرتے رہتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈیوڈ راک فیلر (یہودی سرمایہ دار) نے ۱۹۷۳ء میں چین کا دورہ کیا تھا، وہاں کے ثقافتی انقلاب میں لاکھوں انسان مارے گئے تھے، ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے راک فیلر نے چین کی زبردست تعریف کی۔ اس نے کہا: چین کے انقلاب سے خواہ کتنا ہی خسارہ ہوا ہو اور اس کو اس کی کتنی ہی قیمت ادا کرنی پڑی ہو، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس انقلاب نے چینیوں کے اندر اعلیٰ انسانی صلاحیتوں کو جنم دیا ہے۔ اب وہ پہلے کے مقابلے میں بہتر طریقے سے صنعتی ادارے چلانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بلکہ اس خونیں انقلاب نے پورے معاشرے کے اندر زبردست معنوی روح پیدا کرنے میں بے نظیر کامیابی حاصل کی ہے۔ ماؤ کی قیادت میں جو انقلاب آیا ہے وہ انسانی تاریخ میں سب سے کامیاب ترین انقلاب ہے۔

نیویارک ٹائمز نے چین کی ترقیات پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ایک مقالہ (۱۹ اگست ۱۹۶۱ء) میں لکھا ہے کہ کمیونسٹ انقلاب کے خلاف کسی بھی بغاوت کو فرو کرنا ہمارا بنیادی مقصد ہے۔ اس لیے کہ اگر کمیونسٹ نظام کے خلاف کوئی انقلاب آتا ہے تو اس کا مطلب تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ کمیونسٹوں کو زیادہ استقرار اور استحکام عطا کرنا ہمارے مفاد میں ہے۔ کمیونسٹ نظام سے کیا فوائد اور مصالح اقوام متحدہ کے وابستہ ہیں، اس کی صراحت کرتے ہوئے اقوام متحدہ کی ترک اسلحہ کمیٹی نے اپنی رپورٹ ''امن کی تلاش'' میں کہا تھا کہ ہم روسی خفیہ پولیس (K.G.B.) کے نظام کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جس کی بدولت ایک اشارہ پر دو سو ملین انسانوں کو گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کمیونسٹ نظام کے شیرازہ کو بکھرنے سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کی حمایت کریں کہ اس سے ہمیں عالمی نظام حکومت کے قیام میں مدد ملے گی۔

۷ اپریل ۱۹۷۰ء کے لاس اینجلز ٹائمز میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے اپنے ایک مقالہ میں روسی رہنما لینن کی زبردست تعریف کی اور کہا کہ انھوں نے روس پر جس طرح حکومت کی وہ اقوام متحدہ کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔

سیکرٹری جنرل نے یونیسکو کو ایک پیغام میں لکھا کہ لینن انتہائی روشن خیال اور دانش مند انسان تھا۔ دور حاضر پر اس کے افکار اور کارناموں کے روشن اور واضح نقوش ثبت ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک تغیرات اور تبدیلیوں، نیز عالمی نظام کے قیام کے سلسلہ میں بحث وتحقیقات اور ذہن سازی کا تعلق ہے تو اس کی عملی مثال خود ریاست ہائے متحدہ امریکہ ہے۔ باقی حکومتوں کو بھی امریکہ ہی کو نمونہ بنا کر چلنا ہوگا، جیسا کہ مندرجہ ذیل حقائق سے بات واضح ہوتی ہے:

ا: جارج بش کے دورِ صدارت میں امریکی شہریوں کو قانونی اور مالیاتی امور میں ایک لڑی میں منسلک کرنے کے سلسلہ میں ایک قانونی مسودہ کی منظوری دی گئی۔ اس قانون کے تحت مالی جرائم پر قابو پانے کے لیے پورے ملک میں کمپیوٹر مراکز قائم کیے گئے جن کا براہ راست تعلق تمام امریکی بینکوں، مالیاتی اداروں، محکمہ کسٹمز، اعداد وشمار کے مراکز، ایف بی آئی کے مرکزی دفتر، مکانات و جائداد فروخت کرنے والے ایجنٹوں اور لائف انشورنس کمپنیوں سے ہے۔ امریکی شہریوں سے یہ ادارے جو بھی معاملات کریں گے، وہ تمام معاملات اس مرکزی یونٹ کو ارسال کر دیں گے۔ ہر امریکی شہری کو ایک نمبر الاٹ کیا جائے گا جس کی بنیاد پر اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ وہ نمبر وزارت داخلہ، تعلیمی اداروں، طبی مراکز، بینکوں، کسٹمز، سیلز ٹیکس اور انکم ٹیکس کے محکموں میں موجود رہے گا۔ اس نمبر پر کمپیوٹر میں تمام تفصیلات، مالی پوزیشن، طبی حالات و کیفیات، اخلاقی و تعلیمی حالت اور تاریخ پیدائش کی جزوی تفصیلات جمع کر دی جائیں گی۔ حسب ضرورت کمپیوٹر کا بٹن دبا کر مطلوبہ شخص کی زندگی کا پورا کچا چٹھا چند لمحوں میں حاصل ہو جائے گا۔

۲۔ یورپ و امریکہ میں اس کا تجربہ کیا جا رہا ہے کہ شاہراہوں اور گلیوں میں ایسے کیمرے نصب کر دیے جائیں جو چوبیس گھنٹے تمام آنے والوں کی حرکات وسکنات اور آواز محفوظ کر لیتے ہیں۔

۳۔ بینکوں میں یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ کیا آپ ایسے لوگوں سے واقف ہیں جو غیر قانونی طور پر ڈالر باہر بھیجتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر نئے عالمی نظام میں لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف جاسوسی پر مجبور کیا جائے گا۔ امریکی بینکوں میں فارم نمبر ۸۳۰۰ اس کی واضح مثال ہے۔

۴۔ امریکی غذائی پیکٹوں پر نمبر پڑے ہوئے ہیں۔ یہ الیکٹرانک نمبر انتہائی باریک شکل میں ہوتے ہیں، جو بہت غور سے دیکھنے پر نظر آتے ہیں۔ اسی طرح کے نمبر مویشیوں کی کھال کے نیچے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگا دیے جاتے ہیں۔ وقت ضرورت کمپیوٹر میں وہ نمبر دیکھ کر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اس نمبر کا جانور ریوڑ میں کہاں ہے۔ اس تجربہ کو انسانوں پر بھی آزمایا جا رہا ہے۔ مستقبل قریب میں امریکی ماہرین کو اس کی توقع ہے کہ ولادت ہوتے ہی اس بچے کی کھال میں کسی جگہ وہ برقی نمبر لگا دیا جائے، اس نمبر کو کمپیوٹر میں رکھ دیا جائے۔ وقت ضرورت کمپیوٹر سے نمبر لے کر سگنل کے ذریعہ مطلوبہ شخص کی موجودگی یا عدم موجودگی کا علم ہو جائے گا۔ (لاسلکی فون اور پیجر کے نظام سے یہ تجربہ کامیاب ہوتا دکھائی دے رہا ہے)۔

۵۔ اس طرح یہ تجربات بھی کیے جا رہے ہیں کہ سکہ اور نوٹ کا نظام ختم کر کے خرید و فروخت کے سارے معاملات مخصوص برقی نمبروں کے تابع کر دیے جائیں۔ یعنی آپ کسی دوکان سے کوئی چیز خریدنا چاہتے ہیں، یا کسی کو پیسے بھیجنا یا دینا چاہتے ہیں تو جو مالیاتی نمبر آپ کو الاٹ ہوا ہے، آپ اس نمبر کے ذریعہ وہ رقم دوسرے کو دے سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کے مالی تصرفات پر اس مرکزی دفتر کا کنٹرول رہے گا جہاں سے وہ نمبر آپ کو الاٹ ہوا ہے۔ وہ دفتر جب چاہے گا آپ کو اس نمبر کو استعمال کرنے سے روک دے گا۔ ایسی صورت میں نہ آپ کھا سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو فلیٹ کرایہ پر دے سکتے ہیں۔ (کریڈٹ کارڈ اور مخصوص کوڈ کا استعمال کر کے حسب ضرورت چوبیس گھنٹے کام کرنے والے خودکار بنک سے رقم نکالنے کا نظام اس کی ابتدائی مثالیں اور عملی مشق کا نمونہ ہیں)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی آبادی اور اخلاقی قدریں

جہاں تک انسانی آبادی میں اضافے اور توالد و تناسل کا تعلق ہے تو نئے عالمی نظام کے حامی و داعی اس کے قائل ہیں کہ انسانی آبادی کو کم ہونا چاہیے۔ دوسری طرف جنگ عظیم کے بعد مشہور برطانوی فلسفی برٹرینڈرسل نے انسانی تباہی دیکھ کر یہ تاثر ظاہر کیا تھا کہ پچاس ملین انسان اگر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تو کیا ہوگا، یہ تعداد تو بہت معمولی ہے، ہر روز دنیا کی آبادی میں پانچ لاکھ اسی ہزار نفوس کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جنگ نے اپنا کام پورا نہیں کیا، اس کی ضرورت ہے کہ انسانی آبادی کو کم کرنے کے لیے جراثیمی ہتھیاروں کا استعمال کیا جائے تاکہ دنیا غیر ضروری انسانوں سے خالی ہو جائے اور اس روئے زمین پر صرف آزاد و خوش حال انسان رہ سکیں۔ (امریکی وزارت دفاع کی فرمائش پر سائنس دانوں نے ایڈز پھیلانے کے انجکشن ایجاد کیے ہیں، جن کا تجربہ افریقی ملکوں میں کیا جا رہا ہے)

۱۹۶۰ء میں پال ارچ نامی مصنف نے ''آبادی کا بم'' نام کی کتاب میں لکھا کہ ''اس وقت انسانی آبادی کا بم پوری دنیا کو تباہ کر رہا ہے۔ ہم اس پر قابو نہیں پا رہے ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے اس کینسر کی تمام علامتوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ اس آپریشن کے لیے ہمیں وحشت و بربریت سے کام لینا پڑے۔ ایسا غیر انسانی فیصلہ کرنا ہی ہوگا''۔

بین الاقوامی بنک کے صدر رابرٹ میکنمارا نے اکتوبر ۱۹۷۹ء میں اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ ''انسانوں کی آبادی کو ایک کھرب تک بڑھنے سے روکنے کے دو ہی طریقے ہمارے سامنے ہیں۔ پہلی شکل تو یہ ہے کہ غیر معمولی سرعت سے پیدائش پر روک لگائیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وفات کے تناسب میں اضافہ کر دیا جائے۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں۔ اس ایٹمی دور میں جنگ ہی وہ واحد اور فیصلہ کن طریقہ ہے جس کے ذریعہ بڑی سرعت کے ساتھ ہم کم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت میں آبادی پر قابو پا سکتے ہیں۔ بھوک اور مرض سے لوگ طبعی طور پر مرتے ہیں، لیکن رفتار سست ہوتی ہے۔ اس ذریعہ سے آبادی پر کنٹرول کرنا ممکن نہیں ہے۔

۱۹۷۴ء میں کسنجر، جارج بش اور برنٹ اس کوکرافٹ پر مشتمل ایک کمیٹی نے دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کے بارے میں ایک رپورٹ تیار کی تھی جو امریکی حکومت کی قومی سلامتی امور سے متعلق تھی، اس سروے کو ''جائزہ ۲۰۰'' کہا جاتا ہے۔

اس رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ تیرہ ایسے ممالک ہیں جو اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کی بنا پر امریکی مفاد کیلئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ ان میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، مصر، ترکی، انڈونیشیا، نائیجیریا، میکسیکو، برازیل، فلپائن، تھائی لینڈ، ایتھوپیا اور کولمبیا کے ممالک ہیں۔ ان ملکوں پر ہر طرح کا دباؤ ڈالنا ضروری ہے، تاکہ وہ آبادی کم کریں، مانع حمل اشیا کے علاوہ دوسرے ذرائع اختیار کیے جائیں۔ تیسری دنیا کے اقتصادی مسائل و مشکلات کو حل کرنے میں جو رکاوٹیں ہیں، خصوصاً خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف جو آوازیں اٹھ رہی ہیں انہیں ختم کرنا ضروری ہے۔ (مذکورہ بالا ممالک میں خصوصاً اور اسلامی ملکوں میں عموماً آبادی کو ختم کرنے کے دو طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں۔ ان میں سیاسی اور دینی بنیادوں پر خون ریزی، نسلی اور وطنی بنیادوں پر خانہ جنگی کے سلسلے برابر جاری ہیں۔ مغربی میڈیا اس آگ کو ہوا دے رہا ہے۔ ایران و عراق، افغانستان، سری لنکا، الجزائر، ٹونس، مصر و شام، ہندوستان میں پنجاب، کشمیر اور آسام و ناگالینڈ، وہ علاقے اور منطقے ہیں جہاں کی آبادیاں مغربی ملکوں سے اسلحہ لیکر برادر کشی کے ذریعہ نئے عالمی نظام کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم بنا رہی ہیں۔ افریقی ممالک میں نائیجیریا، صومالیہ، سوڈان، بورنڈی، روانڈا، زائر اور یورپ میں بوسنیا والبانیہ اور کوسوو میں مغربی ممالک براہ راست نسل کشی میں حصہ لے رہے ہیں)

اس سروے کے بعد ہی امریکی صدر نے پوری دنیا میں آبادی کو کم کرنے کی پالیسی کی تنفیذ کو اپنا مشن بنا لیا۔ انھوں نے چین کے اس خاندانی منصوبہ بندی کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جہاں ایک خاندان کے لیے ایک بچہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کارٹر کی حکومت نے اپنی رپورٹ ۲۰۰۰ء میں یہ مطالبہ کیا کہ پوری دنیا کی آبادی صرف دو بلین ہونی چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۹۳ء میں امریکی صدر کلنٹن نے اقوام متحدہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ دنیا کے باشندوں کو ہم اسی وقت صحت منداور خوش حال دیکھ سکتے ہیں جب بڑھتی ہوئی آبادی پر ہم کنٹرول کریں۔ہم آئندہ نصف صدی کے اندر بڑھتی ہوئی آبادی کو برداشت نہیں کر سکتے۔

ایک امریکی مصنف جارج اورویل نے ۱۹۸۴ء میں ایک کتاب لکھی تھی جس میں اس نے ایک ایسی دنیا کا تخیل پیش کیا تھا جہاں بچہ کی پیدائش پر مکمل کنٹرول حکومت کو حاصل ہو۔اس کام کی انجام دہی کے لیے مخصوص مردو خواتین ہوں گی، باقی کو جبری طور پر انجکشن کے ذریعہ بانجھ بنا دیا جائے گا۔اس تخیل سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آئندہ جو نیا عالمی نظام ہمارے سروں پر مسلط ہونیوالا ہے اسکی کیا نوعیت ہوگی۔جیسا کہ چین، سری لنکا اور تھائی لینڈ میں اس تخیل کو بروئے کار اس طرح لایا گیا ہے کہ ۲۸٪ چینی خواتین، ۲۵٪ سری لنکا اور ۲۲٪ تھائی لینڈ کی شادی شدہ خواتین کو ہمیشہ کیلئے انجکشن دیکر بانجھ بنا دیا گیا ہے۔یہ عمل ۱۹۸۵ء تک کی محدود مدت میں انجام دیا گیا ہے، اس بنا پر مذکورہ بالا تینوں ملکوں کی انسانی آبادی میں محسوس کمی ہوگئی ہے۔

۱۹۹۴ء میں قاہرہ کی آبادی کانفرنس میں جو رپورٹ پیش کی گئی تھی' اس میں اس بات پر تشویش ظاہر کی گئی کہ ابھی تک آبادی پر کنٹرول پوری طرح نہیں ہو رہا ہے۔اس لیے 2015ء تک تمام ملکوں کو چاہیے کہ ایڈز کے امراض سے بچنے اور خاندان کو محدود کرنے کے لیے مانع حمل اشیاء کا استعمال لازمی کرائیں۔غذائی نظام اور تعلیم و تربیت کے نظام میں ایسی بنیادی تبدیلیاں کی جائیں کہ ان کے اثرات آبادی پر پڑ سکیں۔ہر انسان کو خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اس کو مانع حمل اشیاء فراہم کی جائیں اور محفوظ آزاد جنسی تعلقات کے مواقع فراہم کیے جائیں۔

قاہرہ کی آبادی کانفرنس میں خاندان کو محدود کرنے کے جو دلائل دیے گئے تھے' ان میں ایک دلیل یہ بھی تھی کہ ہماری یہ زمین بڑھتی ہوئی آبادی کے اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ہر ایک کو موٹر کار، ایر کنڈیشنڈ کمرہ اور برقی آلات و ٹی وی، ریڈیو، فون وغیرہ مہیا کئے جا سکتے ہیں۔

ریو ڈی جینرو میں اگست ۱۹۹۲ء میں ماحولیات سے متعلق کانفرنس کے اختتام پر کمیٹی کے صدر موریس اسٹرانگ نے ایک بیان میں کہا کہ ہماری زندگی کا معیار بہت بلند ہے۔ہر شخص ایر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنڈیشنڈ کمرے اور کار کا مالک بننا چاہتا ہے، ہر ایک گوشت مچھلی کھانا چاہتا ہے۔ اگر ہر شخص ان تمام چیزوں کا مالک بھی بن گیا تو ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ ہو جائے گا۔ ہم تو ایسی دنیا چاہتے ہیں جہاں ماحولیاتی آلودگی کم سے کم ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لیے عالمی سطح پر اقتصادی نظام کی تشکیل نو ضروری ہے۔ اس جدید اقتصادی نظام کی تشکیل طرف اشارہ کرتے ہوئے امریکی خارجہ تعلقات کی کمیٹی کے ایک سرگرم رکن لیسٹر براؤن نے اپنی کتاب ''بغیر حدود و قیود کی دنیا'' (مطبوعہ ۱۹۷۲ء) میں لکھا تھا کہ'' دنیا کو ماحولیاتی آلودگی سے محفوظ کرنے کے لیے ایک نئے اقتصادی نظام کی ضرورت ہو گی جس کی کامیابی کے لیے ہمیں خاندانی منصوبہ بندی اور پیدائش کے طریقوں اور زندگی کے نظام میں بھی انقلاب لانا ہو گا''۔

۱۹۷۲ء میں جو تخیل لیسٹر براؤن نے توالد و تناسل سے متعلق پیش کیا تھا۔ اس کے لیے فضا کس طرح سازگار بنائی جا رہی ہے اور ذہنوں کو کس طرح تیار کیا جا رہا ہے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اجمالی جائزہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

۲۰ نومبر ۱۹۸۹ء میں بچوں کے حقوق سے متعلق ایک کانفرنس ہوئی جس میں تجاویز پیش کی گئیں۔ پھر ستمبر ۱۹۹۰ء میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام نیویارک میں ایک چوٹی کانفرنس ہوئی جس میں ستر ملکوں کے سربراہ شریک ہوئے۔ اکسٹھ ممالک کے نمائندوں نے بچوں کے حقوق سے متعلق تجاویز پر دستخط بھی کر دیئے۔

اس دستاویز کی دفعہ ۵۴ کا تعلق بچوں کو گود لینے، ان کی تعلیم و تربیت، بچوں کے ساتھ والدین کے سلوک، ماں کی صحت، بچوں کی آزادی اور دین و اخلاق میں ان کے حقوق سے ہے۔ اس دفعہ کے فقرہ نمبر ا میں والدین کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ وہ بچوں کو کسی متعین دین کی تعلیم و تلقین کریں۔ صراحت کے ساتھ اس فقرہ میں کہا گیا ہے کہ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو دین و اخلاق اور ضمیر کے معاملہ میں پوری آزادی دیں اور ان کو سوچنے کی مکمل آزادی ہو، وہ جو مذہب چاہیں اختیار کریں۔

فقرہ نمبر ۳۱ میں کہا گیا ہے کہ بچوں کو ہر طرح کی کتابیں، رسالے اور اخبارات پڑھنے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی ملنی چاہیے۔ اگر وہ عریاں اور فحش رسالے اور جنسی معاملات سے متعلق مضامین اور تصاویر خریدنا یا رکھنا چاہیں، اگر وہ شیطان کی پرستش کرنا چاہیں تو یہ ان کے بنیادی حقوق ہیں۔ ان کے والدین کو مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر زبانی یا تحریری یہ کام وہ کرنا چاہیں، فحش رسالے اور تصاویر چھاپنا چاہیں، ٹی وی، ریڈیو اور انٹرنٹ کے ذرائع سے وہ انھیں دوسروں تک پہنچانا چاہیں تو انھیں ان کاموں کی آزادی ملنی چاہیے۔

فقرہ نمبر ۲۸ میں کہا گیا ہے کہ آزادانہ محفوظ جنسی تعلقات، ان سے متعلق معلومات، وسائل، جنسی تعلیم و تربیت کی سہولتیں ایک ترقی یافتہ سماج کو مہیا کرنی چاہئیں۔ ناپسندیدہ حمل کو اگر لڑکیاں یا لڑکے ضائع کرنا چاہیں یا باقی رکھنا چاہیں تو انھیں اس کی بھی سہولت ملنی چاہیے۔ ایسے بچوں کو اور ایسی بن بیاہی ماؤں کو معاشرہ میں وہی مقام و مرتبہ اور حقوق ملنے چاہئیں جو دوسروں کو ملا کرتے ہیں۔ والدین اگر بچوں کے ساتھ ناروا سلوک کریں تو بچوں کی شکایت پر پولیس والدین کو گرفتار کر سکتی ہے۔ بدسلوکی میں مار پیٹ کے علاوہ متعین دینی و اخلاقی تعلیم کے لیے بچوں کو مجبور کرنا بھی شامل ہے۔ (فرانسیسی پارلیمنٹ نے اس سلسلہ میں قانون بنا کر بن بیاہی ماؤں اور ناجائز بچوں کو سارے حقوق دے دیے ہیں۔)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور جدید کی تحریک

فری میسن یہودی منصوبوں کو عالمی سطح پر بروئے کار لانے کی سب سے قدیم تنظیم ہے، جس کی پوری دنیا میں سرگرمیاں ہیں۔ انسانی معاشرہ کے ہر قابل ذکر طبقہ میں سے منتخب افراد اس کے ممبر ہیں۔ اس تحریک نے اپنے مقاصد کو تحریکی اور تنظیمی شکل دینے کے لیے دور جدید کی تحریک (NEW AGE MOVEMENT) کے نام سے تشکیل دی ہے۔ جسکے اپنے رسالے اور اخبارات، کیسٹ، موسیقی رکارڈ، اور ثقافتی وقانونی ادارے ہیں۔ اس تحریک کے مقاصد کا اگر دو لفظوں میں خلاصہ کرنا چاہیں تو اس طرح کر سکتے ہیں کہ اس تحریک کا بنیادی مقصد نئے دین کی تشکیل ہے، جس میں شیطان کی پرستش کی جائے۔ اس نئے مذہب میں بے قید جنسی میل ملاپ، جنسی شذوذ کی دعوت، منشیات کو قانونی طور پر بھی عام کرنے، وحشت و بربریت اور جانوروں کی سی زندگی گزارنے کی دعوت، سائنسی ترقیوں اور تمام تہذیبی و اخلاقی قدروں کے خلاف جنگ کی دعوت سرفہرست ترجیحات میں سے ہیں۔

اس تحریک کے زیر اہتمام شائع ہونے والے کسی رسالے اور کتاب کی ورق گردانی سے مندرجہ بالا مقاصد ایک نظر میں سامنے آجاتے ہیں۔ انیسویں صدی کے اواخر میں فری میسن کے قائد اعظم جنرل البرٹ بائک نے اپنے ایک بیان میں اس کی صراحت کی تھی کہ ہر فری میسن کلب شیطان کا معبد ہے اور اس کی تعلیم دینی تعلیم کی طرح ہے۔

اس تحریک کی اولیں علامتیں ۱۹۲۲ء میں اس وقت سامنے آئیں جب LACIFER TRUST (ابلیس ٹرسٹ) کے نام سے لندن میں قائم ہوا۔ اس ٹرسٹ کو ایک خاتون ایلس بیلے نے قائم کیا تھا۔ اقوام متحدہ میں یہ واحد غیر سرکاری تنظیم ہے جس کا معبد موجود ہے۔

۱۹۴۳ء میں البرٹ ہوف مین نے L.S.D نامی نشہ آور گولی ایجاد کی تھی جو انسانی مزاج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عقل و اعصاب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ۱۹۵۰ء میں ماڈرن ایج نامی رسالہ نے لکھا کہ امریکی تعلیمی ادارے ایسی نسلیں تیار کرنے میں لگے ہوئے ہیں جو نئے دین کو ماننے والوں کی فوج ہوگی، اور نئی تہذیب کی نمائندگی کریں گے۔ اسی فوج سے نئی دنیا کی نئی صبح کا آفتاب طلوع ہوگا۔

۱۹۵۵ء میں ایک یہودی کمپنی رانڈا نے امریکی سی، آئی، اے کی درخواست پر انسانی اعصاب اور عقل پر نشہ آور اشیاء کے اثرات کا تجربہ کیا تھا۔ البرٹ ہوف مین اور الڈس ہکسلے نے ان تحقیقات و تجربات کی نگرانی و رہنمائی کی تھی۔ یہ الڈس ہکسلے وہی مصنف ہے جنہوں نے" جرأت و شجاعت سے بھرپور دنیا" نامی کتاب لکھی تھی، اس میں اس نے منشیات کے استعمال کرنے کی دعوت دی تھی کہ اس سے انسان بہت سے مسائل و مشکلات سے نجات پاتا ہے۔ (سوئزرلینڈ کے مرکزی شہر جنیوا میں ایک تفریحی مرکز صرف نشہ آور اشیاء کے استعمال کرنے والوں کیلئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس خاص منطقہ میں حکومت کی طرف سے باقاعدہ نشہ کے انجکشن سرکاری خرچ پر لگائے جاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ہفت روزہ المجتمع کویت)

۱۹۶۷ء میں بڑے پیمانے پر پرشور موسیقی، راک اینڈ رول اور منشیات کا استعمال شروع ہوا۔ ایسے ریکارڈ اور البم بازاروں میں لائے گئے جن میں شیطان کو مقدس سمجھنے کی دعوت و ترغیب دی گئی تھی۔

۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۵ء تک خطرناک نشہ آور گولی ماریگوانا اور دیگر منشیات کو عام کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ایسی فلمیں بکثرت بنائی گئیں جن میں " دم مارو دم مٹ جائے غم" کی دعوت دی گئی تھی۔ ۱۹۸۱ء میں ایک ٹی وی اسٹیشن اس مقصد کے لیے قائم کیا گیا کہ پرشور موسیقی اور منشیات استعمال کرنے والے مردوں عورتوں اور ان کے جنسی میل ملاپ کے منظر پیش کیے جائیں۔ جنسی شذوذ کی تحریک نقطۂ عروج پر پہنچ گئی۔ کھلے عام اس بات کا مطالبہ کیا گیا کہ مردوں کو باہم جنسی تعلقات کی اجازت دی جائے۔ عورتوں کو بھی باہم شادی اور بغیر شادی کے ہم جنسی کی اجازت ملنی چاہیے۔ اس کا پروپیگنڈہ اس درجہ کیا گیا کہ امریکی صدر بل کلنٹن نے اس مقصد کے لیے فوج میں اجازت دینے کے لیے مسودہ قانون پیش کر دیا۔ ۲۱ مئی ۱۹۹۱ء میں نیویارک ٹائمز جیسے اخبار نے لکھا کہ بعض لوگ شیطان کی عبادت کو دور جدید کے جنون سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم دوبارہ بت پرستی کے دور میں واپس آ گئے ہیں، اگرچہ شیطان کی پرستش ایک سطحی بات ہے، لیکن بہرحال ایسے خیالات اور تحریکیں، ہمدردی اور احترام کی مستحق ہیں۔

(شیطان کی پرستش کرنے والوں کی ایک پوری جماعت کا انکشاف قاہرہ پولیس نے چند سال قبل کیا ہے۔ اس میں مصری سوسائٹی کے اونچے طبقہ کے امراء، وزراء اور تاجروں نیز فلمی اداکاروں کے لڑکے لڑکیاں ملوث پائی گئیں۔ چند سال قبل کوریا کے نوجوانوں کو اس الزام میں مصری پولیس نے گرفتار کیا تھا کہ وہ مصریوں کے درمیان ایسے پمفلٹس تقسیم کر رہے تھے جن میں قیامت کی آمد اور نزول مسیح کی خبر دی گئی تھی۔ شیطان کو مقدس ماننے اور اس کی عبادت کی دعوت اور آزادانہ جنسی تعلقات قائم کرنے کی دعوت کے سلسلہ میں مصری پولیس نے امریکن یونیورسٹی قاہرہ کے بہتر (۷۲) طلبہ اور چھ طالبات کو گرفتار کیا۔ تحقیقات میں ان نوجوانوں نے اس کا اعتراف کیا کہ وہ شیطان کی عبادت کرتے تھے۔ اس لیے کہ تنہا اس کی ذات ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو چیلنج دیا۔ وہی انسانوں کو متحرک رکھنے کی طاقت رکھتا ہے اور جنسی آزادی اور منشیات کے استعمال کی چھوٹ دیتا ہے۔ اس کا صدر دفتر امریکہ میں ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں اس کے مراکز قائم کیے گئے ہیں۔ ان نوجوانوں کی عمریں ۱۶ اور ۲۵ کے درمیان ہیں۔ پچیس سال کی عمر میں شیطان کی پرستش کرنے والوں کو شراب وشباب کے بکثرت استعمال سے مر جانا چاہیے۔ اگر کوئی اس کے باوجود نہیں مرتا تو اس کو کسی طرح قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس شیطانی تنظیم کے ارکان جب شیطان کی پرستش کے لیے جمع ہوتے ہیں تو سیاہ لباس زیب تن کرتے ہیں۔ اس پر اس کا نشان اور شیطان کی تصویر بنی ہوتی ہے۔ گلے میں مخصوص زنجیریں اور تمغے لٹکتے ہیں، مردے کی کھوپڑی میز پر رکھتے ہیں۔ پرشور موسیقی کے کیسٹ پر اجتماعی رقص ہوتا ہے۔ اگربتی اور لوبان سلگائے جاتے ہیں۔ تیز قسم کی نشہ آور گولیاں اور شراب کا خوب استعمال ہوتا ہے۔ پھر کوئی لڑکی دعوت جنس دیتی ہے اس کے سینے اور چہرے پر خنزیر یا کتے، بلی کا تازہ خون مل دیا جاتا ہے۔ یہ علامت ہوتی ہے اس بات کی کہ شیطان نے ان کا نذرانہ قبول کر لیا ہے۔ اس کے بعد اجتماعی طور پر سب لوگ بدکرداری میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کثرت سے شراب و شباب کے استعمال سے ہی شیطان راضی ہوتا ہے۔ اس کی رضا اس وقت پایہ تکمیل پہنچتی ہے جب شراب و زنا کاری کی وجہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ مصری پولیس نے معمولی تفتیش کے بعد ان کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ ایسے افعال واعمال کے مرتکبین کسی سزا کے دائرے میں نہیں آتے۔

اسی فری میسن کے ماتحت k اور p-2 نامی خفیہ دستے ہیں جو پوری دنیا میں سی آئی اے، موساد، M-15 کے تعاون سے سیاسی، دینی، سماجی اور فنی ماہرین اور اخلاقی قدروں کی حامل شخصیتوں کو اور صحافیوں کو راستے سے ہٹاتی ہیں اور اس قتل وغارت گری کے ذریعہ مضبوط و مستحکم ملکوں میں انتشار واضطراب پیدا کرتی ہیں۔ (ہفت روزہ المجتمع کویت۔ شمارہ ۱۳۰۸/۱۴/۷/۹۸، شمارہ ۱۲۳۷/۴/۲/۹۷)

۱۹۸۱ء میں چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ رابرٹ اونسے نے ایک بیان میں شیطان کی پرستش کی تحریک چلانے والوں کے مطالبات پر سنجیدگی سے غور کرنے کی دعوت دی اور کہا کہ ہم اس تحریک کی زیر نگرانی تیار ہونے والے پروگراموں کو گرجا گھروں میں چلا سکتے ہیں۔

۱۹۹۳ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی خاتون وزیر صحت مسز گوسلین الڈرز نے اپنے ایک بیان میں مطالبہ کیا کہ تمام منشیات کو قانونی طور پر جائز قرار دیا جائے۔ نیویارک شہر میں قانونی طور پر ان لوگوں کے حقوق کو تسلیم کر لیا گیا ہے جو ہم جنسی میں مبتلا ہیں۔ ایسے مردوں اور عورتوں پر نکاح وطلاق اور میراث جیسے قوانین نافذ کئے جائیں گے۔

شکاگو میں جو عالمی مذاہب کانفرنس ہوئی تھی، اگر چہ اس کو عالمی مذاہب کانفرنس کا نام دیا گیا لیکن اللہ کا لفظ اس کانفرنس کی کسی تجویز یا دستاویز میں موجود نہیں تھا۔ اس کانفرنس میں بچوں سے متعلق جو فلمیں اور ٹی وی پروگرام پیش ہوئے وہ بڑے پیمانے پر پوری دنیا کے بچوں کو مفت بھیجے گئے۔ متحرک کارٹونوں اور ویڈیو گیمز میں شیطانوں، ستاروں، سیاروں اور حیوانات کی تقدیس وپرستش پر مبنی پروگرام ہوتے ہیں۔ عرب ممالک کے ٹی وی اسٹیشن بچوں کیلئے وہی پروگرام دکھاتے ہیں جو امریکہ میں تیار کیے جاتے ہیں۔ عرب ممالک میں غیر مسلم سفارت خانوں کے زیر اہتمام چلنے والے اسکولوں میں منشیات (بصورت چاکلیٹ) عریاں تصاویر کے البم، ننگی فلموں کے ویڈیو کیسٹ مفت بچوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نئے عالمی نظام کے پس پردہ کارفرما ادارے اور تنظیمیں

نئے عالمی نظام کی تشکیل کی باقاعدہ کوشش اور منصوبہ بند جدوجہد کا ازسرنو آغاز ۱۷۷۱ء میں کیا گیا۔ فرانسیسی انقلاب (۱۷۸۹ء) کے پس پردہ یہی تحریک کارفرما تھی۔ یہ فری میسن کی تحریک تھی جس کے مرکزی قائدین اور فکری رہنماؤں میں جنرل البرٹ بائنک، اسمتھ آدم، کارل مارکس، نازی فلسفہ کے خالق کارل آرتھر، اٹلی کے کوئی سب میزلی جیسی شخصیتیں پیش پیش تھیں۔ اسکول آف بونس (SKULL BONES) نامی تنظیم کا قیام سب سے پہلے ییل یونیورسٹی امریکہ میں عمل میں آیا تھا۔ فری میسن کی زیرنگرانی کام کرنے والے تمام اداروں اور انجمنوں میں (S.B.) کی تنظیم سب سے زیادہ خفیہ، لیکن غیر معمولی طاقت ور اور مؤثر تنظیم تھی۔ سیاسی، اقتصادی اور سماجی سطح پر اس تنظیم کا غیر معمولی اثر ورسوخ تھا، اس کے مشہور ارکان میں جارج بش، ان کے والد بر سکوٹ بش (جس نے ہٹلر کی مدد کی تھی) جارج بش کے صحافی لڑکے ولیم بکلے تھے۔

عالمی نظام کے قیام میں روز اول ہی سے جس ادارہ نے مالی مدد کا بیڑہ اٹھایا' اس میں راکفلر فاؤنڈیشن، ڈیلی کارنیگی اور فورڈ فاؤنڈیشن جیسے ادارے ہیں جو خیراتی ادارے کا لیبل لگا کر ٹیکس سے چھٹکارا پا چکے ہیں۔ امریکی سینٹ نے ۱۹۵۲ء میں ایک قرارداد ۱۶۵ کے ذریعہ ایک کمیٹی کی تشکیل کی تھی جس کا مقصد یہ جائزہ لینا تھا کہ ان اداروں کی رقمیں کہیں امریکہ دشمنی کے لیے تو استعمال نہیں ہو رہی ہیں۔ مندرجہ بالا تین مرکزی اداروں کے علاوہ انیس دیگر تنظیمیں اور ادارے یہودی مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے پورے امریکہ و یورپ میں سرگرم عمل ہیں۔ ان میں سے ہر ادارہ اور تنظیم کے مقاصد و میدان عمل متعین ہیں مگر بظاہر وہ ایک دوسرے سے بے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلق نظر آتے ہیں۔ مثلاً (WORLD CITYZENRY) اور (PANNED PARENT HOOD) جیسے اداروں کے ذمہ خاندانی منصوبہ بندی، انسانی حقوق، سائنسی و اقتصادی ترقی کی نگرانی ہے۔ ان دواداروں کے ماتحت چوبیس ذیلی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ تعلیمی میدانوں میں (RHODES SCHOLAR SHIPS) نام کا ادارہ کام کر رہا ہے۔ اس ادارہ کو جنوبی افریقہ میں سونے اور ہیرے کے کانوں کے یہودی مالک سیسل رہوڈس نے قائم کیا تھا، اسی کے نام پر رہوڈیشیا نامی شہر ہے۔ اس ادارہ کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی تمام یونیورسٹیوں سے ذہین ترین نوجوانوں کو بیش قیمت وظیفہ دے کر انگلستان کی دانش گاہوں میں پڑھایا جائے۔ پھر انہیں اپنے مقصد بروئے کار لانے کے لیے استعمال کیا جائے۔ جن مشہور شخصیتوں نے اسکالر شپ پر تعلیم حاصل کی' ان میں چند کے نام یہ ہیں: بل کلنٹن، ڈین رسک (سابق امریکی وزیر خارجہ)، ولیم فلبرائٹ، فرانگ گیرج، ہوارڈ اسمتھ، ہمل براڈلے وغیرہ۔

فیبین سوسائٹی (FABIAN SOCIETY) رومی جنرل کونٹر فیبر س میکیموس کے نام پر اس ادارہ کی بنیاد ۱۸۸۴ء میں رکھی گئی۔ یہ وہ رومی جنرل تھا جو بڑے معرکوں کے بجائے چھوٹی چھوٹی جنگوں کے ذریعہ دشمن کو شکست دینے کا قائل تھا۔ اس لیے ادارہ کے مونوگرام میں کچھوے کو رمز کے طور پر اختیار کیا گیا تھا۔ بعد میں تبدیل کر کے اسے بھیڑیے کی شکل دے دی گئی جس پر بکری کا لبادہ اڑھا دیا گیا تھا۔ اس ادارہ کے بانی کا نام سڈنی وپ تھا۔ اس کا بنیادی مقصد کمیونسٹوں کی ہم نوائی تھا، لیکن تشدد کی پالیسی اختیار نہیں کی گئی۔ مشہور مورخ و ناول نگار ایچ جی ویلز اس تنظیم کے رکن تھے۔ جارج اورویل نے اپنی کتاب (مطبوعہ ۱۹۹۴ء) میں لکھا ہے کہ ہمارا مقصد حکومت کا حصول ہے نہ کہ اس کو ذریعہ بنانا، اس تنظیم کے مقاصد کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ ہم اس لیے انقلاب نہیں لاتے کہ ڈکٹیٹر شپ کی حمایت کریں، بلکہ ایسے انقلاب کا ماحول تیار کرتے ہیں جو ڈکٹیٹر شپ کو جنم دے۔ (عالم عربی کی حکومتیں اس کی عملی مثالیں ہیں)

لندن سکول برائے اقتصادیات:

راکفیلر فاؤنڈیشن کے مالی تعاون سے سڈنی وب نے یہ ادارہ اس مقصد کیلئے قائم کیا کہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں امراء و حکام کے لڑکے اشتراکیت کی تعلیم حاصل کریں۔ اس اسکول کے طالب علموں میں رابرٹ کینیڈی، ڈیوڈ راک فیلر، سابق امریکی سفیر برائے ہندوستان ڈینیل مونیہان، جوموکنیاٹا (صدر کینیا) ہیں۔

امریکی کلیسا کی تنظیم:

۱۹۰۸ء میں ہنری فورڈ اور روسکنس نے یہ ادارہ قائم کیا۔ راک فیلر فاؤنڈیشن نے مالی امداد فراہم کی۔ ۱۹۴۲ء میں اس ادارہ نے جو تجاویز پیش کی تھیں' ان میں ایک ایسی عالمی حکومت کے قیام کا خاکہ تھا جس کی فوجیں تمام ملکوں پر حکمرانی کریں۔ اور یہ حکومت ایسا مالیاتی نظام مرتب کرے جو عالمی بنک کے ماتحت ہو۔ ۲۳ اگست ۱۹۴۸ء میں اس انجمن کا نام عالمی کلیسا کر دیا گیا۔ اس ادارہ کی تشکیل جدید کے بعد جو نئے مقاصد سامنے آئے' ان میں ایک دلچسپ دفعہ یہ تھی کہ سرمایہ دارانہ نظام ختم کر کے نئے اقتصادی نظام کی تشکیل کی جائے۔ امریکی کلیسا کا نام دے کر اس کے بنیادی مقاصد کی طرف سے عیسائیوں خصوصاً امریکیوں کو دھوکہ دیا گیا تھا۔ (امریکہ و یورپ میں سرگرم کلیساؤں کے دروبست پر یہودی حاوی ہیں۔ وہ عیسائیت کا لبادہ اوڑھ کر ویٹیکن سٹی پر بھی قابض ہو گئے۔ یہ اقتدار اس درجہ بڑھ گیا کہ پاپائے روم کی صدارت میں منعقدہ عالمی مسیحی کانفرنس نے ۱۹۶۲ء میں یہودیوں کو حضرت مسیح کے قتل کے جرم سے بری کر دیا)

تعلقات خارجہ کمیٹی (C.F.R.) ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۳ء کے درمیانی عرصہ میں رہوڈس سیشل کے دوستوں نے اس ادارہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اس وقت اس کے مقاصد بہت خفیہ رکھے گئے۔ ۲۹ جولائی ۱۹۲۱ء میں روتشلیڈ بنک کے نمائندہ برائے امریکہ مسٹر جی آر مورگن نے جان راک فیلر، برنارڈ باروخ (متعدد امریکی صدور کے یہودی مشیر) پال واربرگ، جیکب شیف اور آٹو کہن نے اس ادارہ کی مالی مدد کی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب لیگ آف نیشنز کے قیام کا منصوبہ خاک میں مل گیا تھا۔ .C.F.R کے بانی ارکان میں کرنل ایڈورڈ مینڈیل ہاؤس (امریکی صدر ولسن کے معاون) واٹر لیمپ مین (امریکی صحافی) جان فاسٹر ڈلس (امریکی صدر آئزن ہاور کے وزیر خارجہ) ایلن ڈلس (سی آئی اے کے ڈائرکٹر) کرسچن ہرٹر (امریکی وزیر خارجہ) تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

C.F.R. کی نگرانی میں فارن افیئرز نامی رسالہ شائع ہوتا ہے۔ اس رسالہ کے ایک شمارہ میں ''تحقیقات ۷'' کے تحت ایک مقالہ میں لکھا گیا ہے ''جدید عالمی نظام کے قیام کی طرف ہماری نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔'' سی ایف آر کے مقاصد کی مزید تشریح کرتے ہوئے امریکی ایڈمیرل جسٹر وڈ کہتے ہیں کہ سی ایف آر میں کام کرنے والے ایک طاقت ور گروپ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی آزادی کا خاتمہ کر کے ایک ایسا عالمی اشتراکی نظام قائم کیا جائے جس کا ایک جز امریکہ بھی ہو۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ امریکہ کو تمام اسلحوں سے محروم کر کے ایک عالمی نظام کے تابع کر دیا جائے۔

امریکی حکومت کے دفاتر میں ملازمین کی تقرری میں امریکی وزیر دفاع کے معاون جان میکلوے کا کہنا ہے کہ ہم کو جب بھی امریکی حکومت کے دفاتر کے لیے کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے، تو ہم سب سے پہلے C.F.R. کے کارکنوں کی فہرست دیکھتے ہیں اور فوراً اس کے مرکزی دفتر نیویارک سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے پاس ہر طرح کے ماہرین ہوتے ہیں۔ امریکی نظام حکومت چلانے اور اس کے درو بست پر حاوی تمام شخصیتوں کا تعلق اسی ادارہ سے ہوتا ہے، جو یہودی مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ اس کا اندازہ چند مثالوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

☆ اقوام متحدہ کی تشکیل میں مدد دینے کے لیے امریکی حکومت نے سینتالیس افراد پر مشتمل ایک کمیٹی ترتیب دی تھی۔ اس کمیٹی میں جان فاسٹر ڈلس، نیلسن راکفیلر اور ایڈلائی اسٹیونسن بھی تھے۔ یہ تمام سینتالیس ارکان کمیٹی C.F.R. کے ممبران تھے۔

☆ امریکی صدر رونالڈ ریگن کے دفاتر میں کام کرنے والے تین سو تیرہ ذمہ دار سی ایف آر کے رکن تھے۔ یہی صورت جارج بش کے دفتر میں بھی تھی۔ جہاں تین سو ستاسی افسران اسی ادارہ سے منتخب ہو کر آئے تھے۔ ۱۹۹۲ء میں C.F.R. ارکان کی تعداد دو سو نوے تک پہنچ گئی۔ ۱۹۲۱ء سے اب تک اٹھارہ وزرائے مالیات میں سے بارہ کا تعلق سی ایف آر سے تھا۔ اسی طرح سولہ وزرائے خارجہ میں سے بارہ اور پندرہ وزرائے دفاع میں سے ۱۹۴۷ء سے اب تک نو وزرائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفاع اس ادارہ سے لیے گئے تھے۔ یہی صورت حال سی آئی اے کی ہے۔ جہاں کے گیارہ ڈائرکٹروں میں سے نو کا تعلق .C.F.R سے ہے۔ وزارت خارجہ، دفاع، مالیات اور امن عام کے شعبے اور تمام عہدے C.F.R کے ارکان کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئے ہیں۔

۱۹۵۲ء سے اب تک (بجز ۱۹۶۴ء) کے دونوں سیاسی پارٹیوں سے جتنے امیدواروں کو صدارتی میدان میں اتارا گیا' ان کا تعلق اسی ادارہ سے تھا۔

امریکی میڈیا کے مرکزی اداروں پر .C.F.R کے ارکان چھائے ہوئے ہیں۔ جیسے کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم (C.B.S) نیشنل براڈ کاسٹنگ کمپنی (N.B.C) جیسے مرکزی ٹی وی اسٹیشن، امریکی نیوز ایجنسیاں، ایسوسی ایٹڈ پریس، مرکزی اخبارات میں نیو یارک ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ، ہفت روزہ رسالوں میں ٹائم اور نیوز ویک کے دروبست پر .C.F.R کے ارکان حاوی ہیں بلکہ پالیسی سازی بھی یہی لوگ کرتے ہیں۔

۱۹۷۲ء میں ڈیوڈ راک فیلر کے مکان پر ایک خصوصی نشست ہوئی تھی جس میں پورے امریکہ سے آٹھ منتخب افراد شریک ہوئے۔ ان کا تعلق .C.F.R سے تھا۔ باقی دوسرے شرکاء کا تعلق یورپ و جاپان سے تھا۔ سرکاری سطح پر TRILATARA COMMISSION کی تنظیم اس مجلس میں بنائی گئی۔ اس مجلس کے بانیوں میں امریکی صدر کے قومی سلامتی امور کے مشیر زیگنو برجینسکی بھی تھے۔ اس کمیٹی میں اس بات کی دعوت دی گئی تھی کہ امریکی صدر کے اختیارات میں مزید توسیع کی جائے اور ذرائع ابلاغ کے اقتدار کو محدود کر دیا جائے۔ ترقی پذیر ملکوں کی توقعات (مالی امداد کی صورت میں) کم کی جائیں، اس تنظیم میں .T.C کے ارکان میں مندرجہ ذیل کمپنیوں کے ارکان اور ڈائرکٹرز ہیں:

EXXON, MOBIL STANARD, SHELL, PHILIPS, B.R. BANK, BANK OF AMERICA, C.N.N., A. B.S.,R.C.A,I.T.T., SONY, GOODYEAR.

امریکی مصنف برزنسکی اپنی کتاب ''دو زمانوں کے درمیان'' میں لکھتا ہے: مارکسزم نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کے ظاہر کو باطن پر اور عقل کو ایمان پر غلبہ دلانے میں بڑی مدد کی ہے۔ ہماری تنظیم T.C. امریکی، یورپی جاپانی حکومتوں کو ایک نئے عالمی نظام کے سانچہ میں ڈھالنا چاہتی ہے۔ اس تنظیم کے ایک تہائی ارکان امریکی، ایک تہائی یورپی اور ایک تہائی جاپانی ہیں۔ ان سب کا بنیادی مقصد ایک ہی ہے' اس لیے کہ یہ تمام ارکان سی ایف آر سے متعلق ہیں۔

مندرجہ بالا تنظیموں کے علاوہ دو درجن سے زائد تنظیمیں ہیں جو خالص یہودی ناموں سے یہودی مفاد ہی کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ مثلاً بنائی برث، ایپاک، اے، ڈی، الیکشن کے موقع پر حکمت عملی طے کرتی ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ''امریکہ میں یہودی تنظیمیں۔ مصنفہ: لی اوبرائن مطبوعہ معارف اسلامی، منصورہ لاہور، پاکستان۔ اس کتاب میں امریکہ میں سرگرم عمل یہودی تنظیموں کا مکمل تعارف ان کے مقاصد اور سرگرمیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیا عالمی نظام، تخیل اور عمل

مغربی سیاست دانوں، مفکرین اور عالمی دستاویزات کے حوالہ سے

نئے عالمی نظام کا نقشہ یوں ہی خلا میں نہیں بن گیا، اور نہ ہی بلا سوچے سمجھے یہ منصوبہ سامنے لایا گیا، بلکہ اس عالمی نظام کے قیام سے پہلے اس کی زبردست منصوبہ بندی کی گئی ہے، صیہونی پروگراموں میں اس کا تخیل پیش کیا گیا ہے۔ پھر اس کی تنفیذ کے وسائل و ذرائع متعین کیے گئے ہیں۔ آخر میں امریکہ جیسے مادی دولت سے مالا مال ملک کو تجربہ گاہ بنا کر یہودیوں کے مختلف گروپوں نے متحد ہو کر اس نقشہ میں رنگ بھرنا شروع کر دیا۔ اس بنیادی مقصد کو بروئے کار لانے، اور نصب العین کو حاصل کرنے کیلئے زمانے کے تقاضوں، بدلتے ہوئے سیاسی و اقتصادی ماحول اور وقت کی نبض کو پہچانتے ہوئے وسائل و ذرائع اور طریقہ کار میں جزوی تبدیلیاں کی جاتی ہیں۔ مندرجہ ذیل بیانات اور تحریروں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نئے عالمی نظام کا نقشہ اور ترتیب کیا ہے اور اقوام متحدہ و امریکہ کا اس میں کردار کیا ہے۔

نئے عالمی نظام کا سیاسی ڈھانچہ:

☆ ہم انسانی تاریخ میں ایسے نازک اور فیصلہ کن موڑ پر آ چکے ہیں جہاں سب سے بہتر اور پسندیدہ بات یہ ہے کہ ایک انسانی سماج کی تشکیل و تعمیر کے لیے تمام ملکوں کے درمیان مصنوعی حدود ختم کر دی جائیں۔ ان ملکوں کی خصوصی تہذیبی اور سیاسی شناخت ختم کر دی جائے۔ ایک عالمی نظام ہو جو ایک نئے عالمی نظام حکومت کی تشکیل و تعمیر کرے۔ (انسانی حقوق کی دستاویزات سے)

☆ ہو سکتا ہے کہ نئے عالمی نظام کا قیام اس طرح مستقبل میں وجود میں آ جائے جس میں تمام قومیں ایک دوسرے میں ضم ہو جائیں (جارج بش) بش نے یہ بیان ۱۲ مئی ۱۹۸۹ء کو دیا تھا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیجی جنگ کے فوراً بعد باضابطہ طور پر نئے عالمی نظام کے خاکہ کا اعلان کر دیا گیا۔

☆ یہ ضروری ہے کہ پوری دنیا کا انتظام اقوام متحدہ کے ہاتھوں میں ہو۔ (کتاب "پہلا عالمی انقلاب...... روم کلب کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب سے۔ ۱۹۹۱ء)

☆ اشخاص کی آزادی عنقریب محدود ہو جائے گی' اس لیے کہ فرد واحد کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ (کتاب "المیہ اور امیدیں" تالیف روٹیگلے ۱۹۶۶ء)

نئے عالمی نظام کی تاسیس میں اقوام متحدہ کا کردار:

اقوام متحدہ کا ادارہ ایک طرح سے عالمی نظام حکومت کے قیام میں خشت اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ سلامتی کونسل اور ایک بین الاقوامی فوج ہو (بطروس غالی کی کتاب عالمی حکومت مطبوعہ ۱۹۹۷ء)

☆ عنقریب جس نئے عالمی نظام کی تشکیل ہوگی' اقوام متحدہ اس کا اولین رمز ہے۔ (امریکی خارجہ سیاست کے موضوع پر، راکفلر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب مطبوعہ ۱۹۵۹ء)

☆ وہ ممالک جن پر اقوام متحدہ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور بھرپور توانائیوں کے ساتھ حاوی ہے' وہ ایسے ممالک ہیں جن پر حکمرانی کے لیے اقوام متحدہ کے ذریعہ ذیلی اداروں کی تشکیل کی جائے گی۔ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام بین الاقوامی عسکری قوت کی تشکیل ہوگی، تاکہ اس ادارہ کو فوجی صلاحیت بھی حاصل ہو جائے اور وہ اپنی مرضی دوسرے ملکوں پر مسلط کر سکے۔ اس مقصد کے لیے اقوام متحدہ کے چارٹر میں معمولی ترمیم اور تبدیلی کرنی ہوگی۔ اس طرح ایک عالمی حکومت کی تشکیل ہو جائے گی۔ ہماری مراد نئے عالمی نظام سے ہے جس کی تشکیل ہم چاہتے ہیں۔ (دستاویزے رپورٹ اور تجزیہ، زیر نگرانی امریکی وزارت دفاع۔ ۲۰ مئی مارچ ۱۹۶۲ء)

☆ ہمارے سامنے اس وقت ایک نئے عالمی نظام کی تشکیل کا قیمتی موقع ہے۔ ہمارے لیے بھی اور ہماری آئندہ نسلوں کے لیے بھی۔ ہمیں واقعتاً یہ موقع مل گیا ہے کہ نئے عالمی نظام کی عملی تشکیل کر لیں۔ ایسا نظام جس میں اقوام متحدہ بہت زیادہ طاقت کی مالک ہوگی۔ اس کے بانیوں نے مقاصد اپنے پیش نظر رکھے تھے وہ وعدہ عملی شکل میں سامنے آئے گا اور اقوام متحدہ عالمی امن کو قائم کرنے میں اپنا بنیادی کردار ادا کر سکے گا۔ (۱۷ جنوری ۱۹۹۱ء: جارج بش کی تقریر سے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ حکومتوں کے اقتدار کا کیا بنے گا؟ ہم ایک ایسے نازک دور سے گزر رہے ہیں جس میں ایک مکمل با اقتدار ملک کے مرحلہ سے ایک عالمی حکومت کے اقتدار کی طرف منتقلی ہو رہی ہے۔

کتاب ''مغرب کا بحران''۔ تصنیف جیمز وار برگ۔ مطبوعہ ۱۹۵۹ء)

☆ امریکی صدر روز ویلٹ، ہیری ٹرومین، جنرل آئزن ہاور اور جان ایف کینیڈی کے دور سے لے کر امریکی حکومت کا عقیدہ یہ تھا کہ اشتراکی نظام سے جنگ کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ایسی عالمی اشتراکی حکومت قائم کی جائے جس کی قیادت خود اشتراکی قائدین کریں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عالمی حکومت آہستہ آہستہ پروان چڑھتی رہی اور تدریجی طور پر امریکی اقتدار اقوام متحدہ کے حوالہ کیا جاتا رہا۔ (ایڈتھ روز ویلٹ (امریکی صدر روز ویلٹ کی پوتی) کا بیان: ۲۳ دسمبر ۱۹۹۶ء)

☆ دنیا کی تمام حکومتوں کو جو اقتدار حاصل ہے اُسے عالمی حکومت کو منتقل کر دینا چاہیے۔

امریکی وزارت دفاع کی تجزیاتی رپورٹ دستاویز ۷ سے: ۲۰ مارچ ۱۹۶۲ء)

☆ سب سے بہتر عالمی حکومت کے قیام کی شکل یہ ہے کہ ہم اوپر کی بجائے نیچے سے تعمیر کا کام شروع کر دیں۔ وہ اس طرح کہ تدریجی طور پر تمام ملکوں سے ان کا اقتدار لے کر نئے عالمی نظام حکومت کو منتقل کر دیں۔ جنگوں سے بڑھ کر تسلط حاصل کرنے کا سب سے زیادہ مؤثر اور فوری طور پر نتیجہ خیز ہے۔ (رسالہ فارن افیئرز۔ شمارہ اپریل ۱۹۷۴ء مقالہ نگار رچرڈ گارڈنر، مقالہ نگار کینیڈی اور جانسن کے دور میں امریکی وزیر خارجہ کے معاون تھے)

☆ فضائی آلودگی سے پیدا ہونے والی مشکلات اس دور کا المیہ ہے۔ اس کو حل کرنے کے لیے ہمیں عالمی نظام حکومت کی تشکیل کرنا ہوگی۔ اس میں ہوسکتا ہے بعض سخت اور تباہ کن فیصلے کرنے پڑیں، لیکن یہ تو کرنا ہی ہوگا۔ (میخائل گورباچوف۔ جنوری ۱۹۹۰ء)

☆ حکومتوں کے غیر ذمہ دارانہ تصرفات پر پابندی ضروری ہے، اور یہ کام بغیر عالمی نظام حکومت کے قیام کے ممکن نہیں۔ جس طرح بین الاقوامی عدالت حکومتوں کا محاسبہ کرتی ہے، اسی طرح ہم تمام ملکوں کو ایک دائرہ میں لانا چاہتے ہیں۔ (نیویارک ٹائمز: ۱۴/8/1991ء)

☆ ملکی اقتدار، وطن پرستی اور بالادستی کے مفہوم میں تبدیلی آتی رہی ہے۔ تنگ اور محدود تر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملکی اقتدار، پر امن بقائے باہمی کی زندگی کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے ملکوں کو ایک دوسرے پر اعتماد کرنا ہوگا اور انھیں اپنی سرحدوں کی نشانی مٹانی ہوگی۔ (بطروس غالی کا سلامتی کونسل سے خطاب: ۳۱ جنوری ۱۹۹۳ء)

☆ اقوام متحدہ کو اپنے چارٹر میں تبدیلی کرنی چاہیے یعنی ممبر ملکوں کے داخلی معاملات میں مداخلت ناگزیر ہو گئی ہے۔ اس لیے کہ یہ تمام ممالک انسانی حقوق کی کھل کر خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ ہمارا اندرونی معاملہ ہے۔ مہذب انسانی سوسائٹی اب مزید اس خلاف ورزی کو برداشت نہیں کر سکتی۔ (جارج بش کی صدارت میں بیس ملکوں کے سربراہوں کی طرف سے جاری کردہ مشترکہ بیان، یہ بیان اقوام متحدہ سے جاری کیا گیا۔ ۱۲ اپریل ۱۹۹۳ء)

☆ بہت آہستہ آہستہ دور رس تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ ملکوں کے اقتدار اعلیٰ تدریجی طور پر ان کے ہاتھوں سے نکلتے جا رہے ہیں۔ یوگوسلاویہ کی خانہ جنگی نے ہمیں یہ موقع فراہم کیا ہے۔ روزنامہ لاس اینجلز ٹائمز: ۳۰ مئی ۱۹۹۳ء)

فوجی قوت کی نوعیت:

☆ دوسرے مرحلہ میں تدریجی طور پر اقوام متحدہ کی بین الاقوامی فوج کی تشکیل کی جائے گی۔ تیسرے مرحلہ میں منظم طور پر بڑی سرعت سے تمام ملکوں کو جوہری اسلحوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ اس طرح کسی بھی ملک کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ اقوام متحدہ کی طاقتور فوج کو چیلنج کر سکے۔ (امریکی وزارت خارجہ کا مطبوعہ بلیٹن ۷۲۷۷ ستمبر، ۱۹۶۱ء)

☆ تمام ملکوں کو طاقت ور ہتھیاروں سے محروم کر دینے کا خواب ہو سکتا ہے حقیقت بن جائے۔ (روزنامہ لاس اینجلز ٹائمز: ۵ جنوری ۱۹۹۳ء۔ مقالہ نگار: بیرڈ اور جی بیر ویٹز)

☆ سلامتی کونسل کے ماتحت ایک دائمی بین الاقوامی فوج کی تشکیل سے اقوام متحدہ کو ایسی زبردست قوت حاصل ہو جائے گی کہ اس سے اس کی ہیبت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس فوج کو عالمی پولیس کی حیثیت حاصل ہوگی، جس کے ذریعہ سلامتی کونسل اپنے عزائم اور پروگراموں کو دوسروں پر مسلط کر سکے گی۔ (مقالہ نگار: نارمن کیمبسٹر روزنامہ لاس اینجلز ٹائمز: ۲ فروری ۱۹۹۲ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ امریکہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے زیر نگرانی ایسی فوج کی تشکیل میں مدد دے جو تیزی سے حرکت کر سکے۔ اسکی فوج کی تعداد پہلے مرحلہ میں ساٹھ ہزار (۶۰ ہزار) ہو اور بارہ ملکوں سے اسکی تشکیل ہو۔ (مقالہ نگار: جوزف نائے' سابق امریکی وزیر خارجہ کے معاون: نیویارک ٹائمز: ۲ فروری ۱۹۹۲ء)

☆ اگر واقعی عالمی امن قائم کرنا چاہتے ہیں تو نہ سرخ فوج کی ضرورت ہو گی نہ امریکی فوج کی ہمیں نیلگوں ہیٹ لگائے متعدد ملکوں پر مشتمل بین الاقوامی فوجی طاقت چاہیے یہی فوج عالمی امن قائم کر سکتی ہے۔ (نیویارک ٹائمز: ۱۱ مئی ۱۹۹۲ء)

نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امریکہ کا کردار:

☆ ہمارے درمیان نئے عالمی نظام کی داغ بیل ڈالی جارہی ہے' اس میں ہمارے ملک (امریکہ) کا خاص رول ہے۔ (امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر: ۱۸ اپریل ۱۹۷۵ء)

☆ امریکی صدر کے مشیر کرنل ایڈورڈ منڈیل ہاؤس کو جس چیز نے مجبور کیا کہ وہ امریکہ کو پہلی عالمی جنگ میں گھسیٹ لے جائیں' وہ ان کی یہ توقع تھی کہ اس طرح نئے عالمی نظام کی تشکیل آسانی سے ہو جائے گی۔ (امریکن اوپینین ص: ۶۱ شمارہ: جنوری ۱۹۷۲ء)

☆ نیا عالمی نظام گیارہ سال کے اندر وجود میں آجائے گا۔ ہم نے اس کے لیے کیا تیاریاں کی ہیں؟ (جارج بش: ۱۶ مارچ ۱۹۸۹ء)

☆ ۲۰۰۰ء کا آغاز دراصل نئے ہزار سال کی تاریخ میں انقلابی موڑ ہو گا۔ (اقوام متحدہ میں بش کی تقریر: ۱۱۱ اکتوبر ۱۹۹۰ء)

☆ تنفیذ کے وسائل و ذرائع:

وطن پرست اشتراکی نظام اپنے انقلاب کو نئے عالمی نظام کی تاسیس کیلئے استعمال کرے گا۔ (ہٹلر: ۱۹۴۰ء)

☆ ہم چاہیں یا نہ چاہیں' نئے عالمی نظام کا قیام ضروری ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ یہ جبرو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبردستی سے ہوگا یا ہنسی خوشی سے (جیمز وار برگ کا بیان، امریکی سینٹ کے سامنے: ۱۹۵۰ء)

☆ اس میں کوئی شک نہیں کہ نئے عالمی نظام کو بہر حال قائم ہونا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ عالم گیر شہنشاہیت کی صورت میں ہو جو انسانوں کو غلام بنا لیتی ہے۔ اس نئے عالمی نظام کو وہی قائم کر سکتا ہے جو تیسری عالمی جنگ میں فاتح ہوگا۔ یا پھر یہ نیا عالمی نظام تدریجی طور پر اقوام متحدہ کو ترقی دے کر قائم ہوگا اور یہ وفاقی جمہوریہ کی شکل میں ہوگا

(کتاب ''عالمی جمہوریت کی بنیادیں''۔ مصنف: پروفیسر ہراس مطبوعہ ۱۹۵۳ء)

☆ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر بش کو دوسری بار صدارتی الیکشن میں کامیاب کرا دیا جائے گا تو وہ پوری دنیا پر نئے مجوزہ عالمی نظام کو مسلط کر کے رہیں گے، خواہ اس کے لیے انھیں ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۴ء میں ہنگامی اقتصادی حالات کا اعلان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ (ٹائمز ۲۷ جنوری ۱۹۹۲ء)

یہ تمام اقتباسات C.F.R. کے ترجمان فارن آفیرز میں شائع ہوئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغربی میڈیا اور اس کے اثرات

یہودی میڈیا کا تاریخی پس منظر:

۱۸۹۷ء میں سوئزرلینڈ کے شہر "بال" میں تین سو یہودی دانش وروں، مفکروں، فلسفیوں نے ہرٹزل کی قیادت میں جمع ہو کر پوری دنیا پر حکمرانی کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ یہ منصوبہ انیس (۱۹) پروٹوکولز کی صورت میں پوری دنیا کے سامنے، عرصہ ہوا آچکا ہے۔ اس منصوبہ کو یہودی دانشوروں کی دستاویز بھی کہتے ہیں۔ اس پلان کی تیاری میں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تیس یہودی انجمنوں کے ذہین ترین ارکان نے حصہ لیا تھا۔ انہوں نے جہاں یہ طے کیا تھا کہ تمام دنیا پر حکومت کرنے کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کرنا ضروری ہے، وہیں اس دستاویز میں ذرائع ابلاغ کو بھی بنیادی اہمیت دی گئی تھی۔ بارہویں دستاویز میں صحافت کی غیر معمولی اہمیت، اس کی تاثیر وافادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"اگر ہم یہودی پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کو مرکزی اور بنیادی اہمیت دیتے ہیں تو ذرائع ابلاغ بھی ہمارے مقاصد کے حصول کے لیے دوسرا اہم درجہ رکھتا ہے۔ ہم میڈیا کے سرکش گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی باگ کو اپنے قبضے میں رکھیں گے۔ ہم اپنے دشمنوں کے قبضے میں کوئی ایسا موثر اور طاقت ور اخبار نہیں رہنے دیں گے کہ وہ اپنی رائے کو مؤثر ڈھنگ سے ظاہر کر سکیں اور نہ ہی ہم ان کو اس قابل رکھیں گے کہ ہماری نگاہوں سے گزرے بغیر کوئی خبر سماج تک پہنچ سکے۔ ہم ایسا قانون بنائیں گے کہ کسی ناشر اور پریس والے کے لیے یہ ناممکن ہو گا کہ وہ پیشگی اجازت لیے بغیر کوئی چیز چھاپ سکے۔ اس طرح ہم اپنے خلاف کسی بھی سازش یا معاندانہ پروپیگنڈے سے باخبر ہو جائیں گے۔ ہمارے قبضہ وتصرف میں ایسے اخبارات ورسائل ہوں گے جو مختلف گروہوں اور جماعتوں کی تائید وحمایت حاصل کریں گے، خواہ یہ جماعتیں جمہوریت کی داعی ہوں یا انقلاب کی حامی۔ حتیٰ کہ ہم ایسے اخبارات کی بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرپرستی کریں گے جو انتشار و بے راہ روی، جنسی و اخلاقی انارکی، استبدادی حکومتوں اور مطلق العنان حکمرانوں کی مدافعت اور حمایت کریں گے۔ ہم جب اور جہاں چاہیں گے قوموں کے جذبات کو مشتعل کریں گے اور جب مصلحت دیکھیں گے انہیں پرسکون کردیں گے۔ اس کے لیے صحیح اور جھوٹی خبروں کا سہارا لیں گے۔ ہم ایسے اسلوب سے خبروں کو پیش کریں گے کہ قومیں اور حکومتیں ان کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ ہم اس کی پوری احتیاط برتیں گے کہ پہلے سے ٹھونک بجا کر اور اچھی طرح نبض ٹٹول کر اقدام کریں۔ ہمارے اخبارات و رسائل ہندوؤں کے معبود وشنو کی طرح ہوں گے، جس کے سینکڑوں ہاتھ ہوتے ہیں۔ ہمارے پریس کا یہ بنیادی کام ہوگا کہ وہ اپنے مختلف موضوعات اور کالموں کے ذریعہ رائے عامہ کی نبض پر ہاتھ رکھے رہے۔ ہم یہودی ایسے مدیروں اور ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں کی ہمت افزائی کریں گے جو بدکردار ہوں اور ان کا مجرمانہ ریکارڈ ہو۔ ہمارا یہی معاملہ بدعنوان سیاست دانوں اور لیڈروں اور مطلق العنان حکمرانوں کے ساتھ ہوگا، جن کی ہم خوب تشہیر کریں گے۔ ان کو دنیا کے سامنے ہیرو بنا کر پیش کریں گے۔ لیکن ہم جیسے ہی محسوس کریں گے کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں، بس فوراً ہم ان کا کام تمام کردیں گے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ہو۔ ہم یہودی ذرائع ابلاغ کو خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ کنٹرول کریں گے۔ ہم دنیا کو جس رنگ کی تصویر دکھانا چاہیں گے، وہ پوری دنیا کو دیکھنا ہوگی۔ جرائم کی خبروں کو ہم تفصیل غیر معمولی اہمیت دیں گے تاکہ پڑھنے والوں کا ذہن تیار ہو۔ اس انداز سے کہ قاری کو مجرم کے ساتھ ہمدردی ہو جائے۔

یہودیوں نے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لیے بڑی غیر معمولی ذہانت سے مختلف خاکوں میں رنگ بھرنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے انھوں نے ذرائع ابلاغ کا سہارا لے کر تمام دنیا کی نظروں میں اپنی خصوصیات (ذلت وخواری، بدطینتی، حرص ولالچ، قساوت قلبی، شرپسندی، انسانیت دشمنی) کو بدلنے، خود کو مظلوم ثابت کرنے اور اپنی تمام قومی خصوصیات کو عربوں کے سر منڈھنے کی پوری کوشش کی۔ بالفاظ دیگر یہودی میڈیا نے اپنی قوم کے چیچک زدہ چہرے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعہ خوب صورت بنانے کی جدوجہد پر اپنی تمام توانائیاں صرف کردیں۔ یہ معمولی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام نہ تھا۔ اس لیے کہ صدیوں سے مسیحی اور اسلامی لٹریچر اور دنیا کی انسانی تاریخ یہودیوں کی مکاری، دغابازی، انسانیت دشمنی، شرپسندی اور سازشی داستانوں سے بھری ہوئی تھی۔ بغیر اس عمل جراحی کے یہودیوں کے مقاصد کا حصول ناممکن تھا۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں یہودیوں کو اپنے منصوبوں میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ لیکن اقتصادی میدانوں میں ان کی زبردست کامیابیوں نے انھیں اپنی منزل سے بہت قریب کر دیا۔ ان کا وطن عالم عربی کے قلب میں قائم ہو گیا' اس لیے کہ سب سے پہلے وہ یورپی وامریکی قوموں کی نگاہ میں خود کو ایک مظلوم قوم بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ دوسری طرف اپنی تمام تر قومی خصوصیات کو عربوں اور مسلمانوں کے سر منڈھنے میں کامیابی حاصل کر لی۔

عالمی خبر رساں ایجنسیاں:

ذرائع ابلاغ اور خبر رساں ایجنسیوں کے درمیان وہی تعلق ہے جو بندوق اور کارتوس کا ہوتا ہے۔ اگر کارتوس فراہم نہ ہوں تو بندوق کا وجود بیکار ہے۔ یہودیوں نے اخبارات ورسائل کے ساتھ خبر رساں ایجنسیوں کے قیام کی طرف بھی توجہ کی کہ یہی وہ بنیادی ذریعہ ہے جس کے استعمال سے اپنی خواہش کے مطابق وہ کام کر سکتے ہیں۔ یہودیوں کے پروٹوکول کے بارہویں باب کی یہ عبارت آپ غور سے پڑھیے جس میں کہا گیا ہے کہ "ہماری منظوری کے بغیر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ خبر کسی سماج تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہم یہودیوں کے لیے ضروری ہے کہ خبر رساں ایجنسیاں قائم کریں جن کا بنیادی کام ساری دنیا کے گوشے گوشے سے خبروں کا جمع کرنا ہو۔ اس صورت میں ہم اس بات کی ضمانت حاصل کر سکتے ہیں کہ ہماری مرضی اور اجازت کے بغیر کوئی خبر شائع نہ ہو سکے"۔

اس عبارت کے بعد مشہور خبر رساں ایجنسیوں کی کہانی اختصار کے ساتھ پڑھیے:

رائٹر کی کہانی:

عالمی خبر رساں ایجنسیوں میں رائٹر کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے۔ دنیا کے بیشتر بلکہ تمام اخبارات اور ٹی وی اس ایجنسی کی خبروں پر بھروسہ کرتے ہیں حتیٰ کہ بی بی سی، وائس آف امریکہ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریڈیو مونٹ کارلو وغیرہ بھی اس سے نوے فیصدی خبریں حاصل کرتے ہیں۔اس خبر رساں ایجنسی کے بانی اور مؤسس جولیس رائٹر ۱۸۱۶ء میں جرمنی میں ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئے۔اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک جرمن بینک سے کیا۔ ملازمت کے دوران جولیس کو خیال آیا کہ جرمنی میں موجود بینکوں اور تجارتی منڈیوں کو اقتصادی اور مالی امور سے متعلق خبریں فراہم کرنے کے لیے اگر ایک خبر رساں ایجنسی کی بنیاد ڈالی جائے تو کیسا رہے گا۔اس منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد جولیس نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔اس کی بجائے اس نے بینکوں اور تجارتی منڈیوں کو اقتصادی اور مالی خبریں فراہم کرنے کا کام شروع کر دیا۔اس میدان میں جولیس کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔اس نے جرمنی سے برسلز، پھر پیرس اور ۱۸۵۱ء میں لندن تک اپنی ایجنسی کے کام کا دائرہ بڑھا دیا۔ٹیلیفون اور ٹیلیگرام کی ایجاد نے اقتصادی خبروں کے ساتھ سیاسی وسماجی اور ثقافتی خبروں کو اخبارات تک پہنچانے پر آمادہ کر دیا۔امریکہ، فرانس، جرمنی، لندن اور یورپ کے دوسرے ملکوں کے علاوہ ایشیا اور دیگر براعظموں سے نکلنے والے اخبارات، ریڈیو اور پریس نے رائٹر کی خبروں کو گراں قیمت پر خریدنا شروع کر دیا۔رائٹر نے ۱۸۵۸ء میں اس وقت خبر رسانی کا نیا ریکارڈ قائم کر دیا، جب نپولین سوم کی تقریر ایک گھنٹے کے اندر برطانوی اخبارات تک پہنچانے میں کامیابی حاصل کر لی۔امریکی خانہ جنگی کی خبریں بھی رائٹر نے غیر معمولی سرعت کے ساتھ ذرائع ابلاغ تک پہنچائیں۔۱۸۵۷ء میں رائٹر خبر رساں ایجنسی کے مالک کو برطانوی شہریت دے دی گئی اور ایک بڑے خطاب سے ملکہ برطانیہ نے اس کو سرفراز کیا۔پوری دنیا کا میڈیا اس یہودی خبر رساں ایجنسی کی بھیجی ہوئی خبروں، تبصروں کو وحی کا درجہ بلکہ اس سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

(رائٹر کے کارکنوں کی تعداد دو ہزار چوراسی ہے، جس میں ایک ہزار دس ایڈیٹر اور صحافی ونامہ نگار ہیں۔اس نیوز ایجنسی کے نصف سے زائد کارکن برطانیہ کے باہر غیر ملکوں میں کام کرتے ہیں۔ پچھتر اخباری مراکز کے ذریعہ ایک سو پچاس ملکوں کے اخبارات ورسائل، ریڈیو ٹی وی کمپنیوں کو اور روزانہ پندرہ لاکھ الفاظ پر مشتمل خبریں اور مضامین بھیجے جاتے ہیں جو اڑتالیس زبانوں میں شائع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں۔)

ایسوسی ایٹڈ پریس:

۱۸۴۸ء میں امریکہ کے پانچ بڑے روزناموں نے مل کر ایسوسی ایٹڈ پریس خبررساں ایجنسی کی بنیاد ڈالی تھی۔ ۱۹۰۰ء میں یہ ایجنسی ایک ایسی عالم گیر کمپنی کی صورت میں تبدیل ہو گئی جس نے امریکی براعظم سے شائع ہونے والے تمام اخبارات ورسائل کو خبریں فراہم کرنے اور دنیا بھر میں ان اخبارات ورسائل کو تقسیم کرنے کا کام بھی سنبھال لیا۔ اس کمپنی میں ۹۰٪ حصہ یہودی سرمایہ کاروں کا ہے۔

۱۹۸۴ء کے اعداد وشمار کے مطابق اس ایجنسی سے تیرہ سو (۱۳۰۰) روزنامے اور تین ہزار سات سو اٹھاسی (۳۷۸۸) ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن وابستہ ہیں۔ یہ صرف امریکہ کے اعداد و شمار ہیں۔ امریکہ سے باہر گیارہ ہزار نو سو ستائیس روزنامے، ریڈیو اور ٹی وی سٹیشن وابستہ ہیں۔ سیٹلائٹ اور دوسرے ذرائع سے روزانہ سترہ ملین الفاظ (ایک کروڑ ستر ہ لاکھ) پر مشتمل مضامین میڈیا کو فراہم کیے جاتے ہیں۔ اقتصادی اور مالی خبروں کے خاص شعبے ہیں جہاں سے پوری دنیا کے آٹھ ہزار مرکزی بینکوں کو تازہ ترین خبریں فراہم کی جاتی ہیں۔ ان خبروں کا معاوضہ غیر معمولی حد تک گراں ہوتا ہے۔

اس نیوز ایجنسی کے امریکہ میں ایک سو سترہ دفاتر اور غیر ملکوں میں اکیاسی اخباری مراکز ہیں جہاں پانچ سو انسٹھ نامہ نگار متعین ہیں۔ ان میں اکیاسی نامہ نگار امریکی ہیں۔ ایجنسی میں کام کرنے والے ایڈیٹروں اور صحافیوں کی تعداد جو صدر دفاتر میں متعین ہے' وہ ڈھائی ہزار ہے۔ اس کمپنی کا سرمایہ صد فی صد یہودیوں کا ہے اور ۹۵٪ کارکن یہودی ہیں)

یونائیٹڈ پریس:

۱۹۰۷ء میں امریکہ کے دو یہودی سرمایہ داروں اسکرائپس اور ہوارڈ نے یونائیٹڈ پریس کے نام سے ایک خبر رساں ایجنسی کی بنیاد ڈالی۔ اس کے دو سال بعد ولیم ہیرسٹ نے ۱۹۰۹ء میں انٹرنیشنل نیوز سروس کے نام سے کمپنی قائم کی۔ جس نے بعد میں ایک ایسے عالم گیر اشاعتی ادارے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حیثیت اختیار کر لی جس کی شاخیں دنیا بھر میں پھیل گئیں۔ ولیم ہیرسٹ اگرچہ عیسائی تھا لیکن اس کی شادی ایک بڑے یہودی سرمایہ کار کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ ولیم ہیرسٹ کے بعد ڈیوڈ ہیرسٹ اور پٹریشیا ہیرسٹ کا پورا خاندان یہودی خاندان میں تبدیل ہو گیا۔ ۱۹۰۵ء میں یونائیٹڈ پریس اور انٹرنیشنل پریس دونوں آپس میں ضم ہو کر نیویارک ٹائمز کی ملکیت میں آ گئے جو ایک یہودی کے ماتحت ہے۔ ۱۹۸۲ء میں ان سب کو میڈیا نیوز کارپوریشن میں ضم کر دیا گیا۔ (اس نیوز ایجنسی کی خبروں کے خریداروں کی تعدا سات ہزار اناسی ہے۔ جن میں سے دو ہزار دو سو چھیالیس خریدار (اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن) امریکہ سے باہر کے ہیں۔ اس مرکزی خبر رساں ایجنسی کے ماتحت تیس خبر رساں ایجنسیاں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔

یونائیٹڈ پریس انٹرنیشنل سے امریکہ میں گیارہ سو چونتیس اخبارات، پبلشنگ ادارے اور تین ہزار چھ سو نناوے ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن وابستہ ہیں۔ پوری دنیا میں اس ایجنسی کے ایک سو ستتر (۱۷۷) مراکز ہیں۔ صرف امریکہ کے اندر اس کے چھیانوے دفاتر ہیں۔ یو پی آئی میں کام کرنے والوں کی کل تعداد اٹھارہ سو تیس ہے۔ جن میں بارہ سو پینتالیس ایڈیٹر، مراسلہ نگار، کیمرہ مین ہیں۔ امریکہ سے باہر پانچ سو اٹھتر نامہ نگار دنیا کے مختلف ملکوں میں متعین ہیں۔

روزانہ اٹھارہ ملین الفاظ پر مشتمل مضامین اور خبریں خریداروں کو بھیجی جاتی ہیں۔ روزانہ بیاسی تصویریں بھیجنے کا اوسط ہے۔)

فرانسیسی نیوز ایجنسی (اے، ایف، پی):

۱۸۳۵ء میں فرانس کے ایک یہودی خاندان "ہاواس" نے ہاواس نیوز ایجنسی کے نام سے ایک خبر رساں ادارے کی بنیاد ڈالی، جو آگے چل کر ایجنسی فرانس پریس کے نام سے مشہور ہوا۔ اگرچہ فرانس میں صرف سات لاکھ یہودی ہیں لیکن وہاں سے شائع ہونے والے پچاسی فی صد اخبارات و رسائل پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ نامور پاکستانی سیاستدان عمران خان کے سابق سسر، مشہور برطانوی یہودی سرمایہ دار جیمز گولڈ اسمتھ کو فرانس کی بھی شہریت حاصل تھی، فرانس سے نکلنے والے اہم سیاسی روزناموں لوفیگارو، ڈیلی ایکسپریس، لوکوئیڈیان، فرانسوار، نو دوکا پے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ طبقہ نسواں میں مقبول عام رسالہ فیملی ورکر (اشاعت پندرہ لاکھ) ان سب پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور یہ یہودی میڈیا فرانسیسی حکومت کے لیے پالیسی بناتا ہے۔

فرانسیسی نیوز ایجنسی کی نئی تنظیم مارچ ۱۹۵۷ء میں کی گئی جس کے مطابق اس کے دائرہ کار کو فرانس سے باہر تک بڑھا دیا گیا۔ فی الحال اس میں آٹھ سو بیاسی صحافی کام کرتے ہیں، جن میں تین سو تیس صحافی بطور مراسلہ نگار فرانس سے باہر متعین ہیں۔ فرانس کے مختلف شہروں میں اسی نامہ نگار کام کرتے ہیں۔ اس نیوز ایجنسی کے ماتحت تیس دوسری نیوز ایجنسیاں کام کرتی ہیں۔ ایک سو بیاسی ملکوں کے بارہ ہزار خریدار ہیں جو اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن اس ادارہ سے خبریں حاصل کرتے ہیں' انکی تعداد چار سو ہے۔

یہ ایجنسی روزانہ تینتیس لاکھ پچاس ہزار الفاظ پر مشتمل مضامین اور خبریں ایک سو بیالیس ملکوں کو بھیجتی ہے جہاں بیالیس زبانوں میں ترجمہ کے بعد نشر و اشاعت کا کام ہوتا ہے۔ عام طور پر روزانہ پچاس تصویریں بھی خریداروں کو بھیجی جاتی ہیں۔

برطانوی صحافت:

برطانیہ کی سیاسی اور سماجی زندگی میں یہودیوں کا عمل دخل بہت قدیم ہے۔ اس استعماری ملک کا وزیر اعظم بنجمن ڈزرائیلی اور برطانوی افواج کا چیف آف سٹاف دونوں بیک وقت یہودی تھے۔ اس سے برطانیہ میں یہودیوں کی حکمرانی اور غیر معمولی اثر و نفوذ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، چہ جائیکہ صحافت کی بادشاہت جس پر بلاشرکتِ غیرے یہودی عرصہ سے قابض ہیں اور پوری دنیا کو جس رخ پر چاہتے ہیں لے جاتے ہیں۔ بی۔ بی۔ سی کے سربراہ ادھر مسلسل تین دہائیوں سے یہودی ہی چلے آرہے ہیں۔ اسٹار ٹی وی نے جب سے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے، تب سے ان یہودیوں کا پروپیگنڈا اور بڑھ گیا ہے۔ ''لندن ٹائمز'' ان مشہور عالمی اخبارات میں سے ایک ہے جس کے اداریے، تبصرے، کارٹون اور خبریں حکومت برطانیہ کو تبدیل کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ۱۷۸۰ء سے یہ اخبار نکل رہا ہے۔ اگرچہ تھامسن انٹرنیشنل کی ملکیت میں یہ اخبار شائع ہو رہا تھا لیکن مشہور یہودی سرمایہ دار روتشلیڈ نے اشتہارات سے ابتدائی دور میں اور بعد میں اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من پسند ایڈیٹروں اور یہودی نامہ نگاروں کے ذریعہ اس اخبار پر قبضہ کر لیا تھا۔ تھامسن انٹرنیشنل کی ملکیت کے دور میں یہودی کارکنوں کا تناسب بیس فیصدی تھا لیکن آج سے پچیس سال قبل ٹائمز کو مصنوعی طور پر مالی بحران سے دوچار کر کے اس کا خوب پروپیگنڈا کیا گیا۔ ٹائمز میں یہودی کارکنوں نے تنخواہوں اور الاؤنسوں میں ۲۵٪ کے اضافہ کا مطالبہ کر دیا تو تھامسن نے اخبار کو بند کرنے کا اعلان کر دیا کہ اخبار کی مالی حیثیت اس گراں قدر اضافے کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس اعلان نے برطانوی شہریوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس موقع پر آسٹریلیا کا مشہور یہودی سرمایہ دار رابرٹ مردوخ نجات دہندہ کی صورت میں سامنے آیا۔

رابرٹ مردوخ ایک دولت مند یہودی خاندان میں آسٹریلیا میں پیدا ہوا۔ رابرٹ اس وقت عالمی ذرائع ابلاغ کی مملکت میں شہنشاہ کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ ''آیا، دیکھا اور فتح کیا'' کے مقولے پر عمل پیرا ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ کا ماہر اور نیوز کارپوریشن کا صدر ہے جس کا اثاثہ جون ۱۹۹۹ء میں بیاسی ملین ڈالر تھا۔ گزشتہ ایک سال میں اسکی آمدنی ساڑھے اڑسٹھ ملین ڈالر ہوئی۔ اسکے ماتحت پینتیس ہزار آدمی ملازم ہیں۔ رابرٹ چار براعظموں (امریکہ، یورپ، ایشیا، آسٹریلیا) میں ایک سو پچیس روزناموں کا مالک ہے۔ جنکی ایک ہفتہ میں چار سو کروڑ کاپیاں شائع ہوتی ہیں۔ صرف لندن ٹائمز، سنڈے ٹائمز، اور سن کے قارئین کی تعداد ایک کروڑ ہے۔ ۱۹۸۹ء میں رابرٹ نے فوکس نٹ ورک کو خرید لیا، اس کے علاوہ اسکائی ٹیلیویژن کمپنی اور اسٹار ٹی وی کے بڑے حصے کا مالک ہے۔ اسکائی کی قیمت پانچ سو ملین اور اسٹار ٹی وی کے حصص کی قیمتوں کا اندازہ پانچ کھرب ڈالر ہے۔ آسٹریلیا، برطانیہ اور امریکہ کے روزناموں کا ۸۰٪ اور اتوار کو شائع ہونے والے رسالوں اور ضمیموں کا ۶۰٪ حصہ رابرٹ کی ملکیت ہے۔)

جب مردوخ نے ''لندن ٹائمز'' کے نو ملین اسٹرلنگ پونڈ خسارہ کو پورا کرنے اور پورے اخبار کو خریدنے کا عزم ظاہر کیا، ہر طرف سے اس نجات دہندہ کی تعریف ہونے لگی۔ بالآخر اس یہودی سرمایہ دار نے پینتالیس ملین ڈالر میں اس قدیم اخبار کو خرید لیا۔ اس کے بعد رابرٹ مردوخ نے ''سنڈے ٹائمز'' کو خرید کر فلٹ اسٹریٹ پر (جہاں سے لندنی اخبارات و رسائل شائع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں) قبضہ مکمل کرلیا۔

لندن ٹائمز اور سنڈے ٹائمز کی خریداری کے بعد رابرٹ مردوخ کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اس نے لندن کے مشہور ہفت روزہ رسالوں سن، نیوز آف دی ورلڈ، سٹی میگزین اور ویک اینڈ جیسے رسالوں پر قبضہ کرلیا جو فحاشی پھیلانے کی بنا پر چالیس پچاس لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں (''سن'' کی اشاعت چالیس لاکھ ہے) ان رسائل کے علاوہ برطانیہ سے شائع ہونے والے مندرجہ ذیل اخبارات و رسائل یہودیوں کی ملکیت ہیں:

ڈیلی ایکسپریس، نیوز کرانیکل، ڈیلی میل، ڈیلی ہیرالڈ، مانچسٹر گارجین، یورک شائر پوسٹ، ایوننگ اسٹینڈرڈ، ایوننگ نیوز، آبزرور، سنڈے ریویو، سنڈے ایکسپریس، سنڈے کرانیکل، جان پال، دی سنڈے پیپل، سنڈے ڈسپیچ، دی اسکاچ، دی ایمبیسیڈر، دی جگرافک۔

۱۹۸۱ء میں جو اعداد و شمار شائع ہوئے تھے' ان کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ کے پندرہ روزنامے مکمل طور پر یہودیوں کی ملکیت میں ہیں۔ ان کی یومیہ اشاعت ۳۴ ملین ہے جبکہ اصل برطانوی شہریوں کی تعداد پچاس ملین ہے۔

امریکی میڈیا:

اس میں دو رائے نہیں کہ امریکی رائے عامہ کی تشکیل میں امریکی ذرائع ابلاغ بڑا اہم اور بنیادی رول ادا کرتے ہیں۔ کسی مسئلہ کے متعلق بہت جلد رائے عامہ تیار ہو جاتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امریکہ میں ہر شخص کو اخبار و رسالہ، ریڈیو اسٹیشن اور ٹی وی چینل قائم کرنے کی کھلی آزادی ہے اور ہر طرح کی سہولت حاصل ہے۔ اور امریکی قانون کے تحت اس کی پوری اجازت ہے کہ ہر شخص اخبار نکال سکتا ہے اور عوام تک اپنی بات جس طرح چاہے پہنچا سکتا ہے۔ اس آزادی کی بنا پر امریکی حکومت کا کوئی کنٹرول میڈیا پر نہیں ہے۔ اس بات کو پیش نظر رکھ کر اگر آپ امریکی میڈیا کا جائزہ لیں گے تو اس کی حسب ذیل خصوصیات نظر آئیں گی:

۱: امریکی میڈیا پر اجارہ داری کسی پرائیویٹ ادارے یا کسی صنعتی گھرانے یا کسی کمپنی یا کسی مذہبی ادارے کی نظر آئے گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲: امریکی میڈیا کے وابستگان اپنے پیش نظر جو مقاصد اور نصب العین رکھتے ہیں' وہ حسب ذیل ہیں:

بین الاقوامی مسائل کے متعلق امریکی سیاست کی ترجمانی، امریکہ کی داخلی سیاست اور قومی سلامتی اور قومی مفاد کو ہر قیمت پر ترجیح دینا، مسیحی اور یہودی تعلیمات کی دعوت وتشہیر، تجارت، اور سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام کی وکالت وحمایت خواہ حکومت کے عہدوں پر ری پبلکن پارٹی کے ارکان فائز ہوں یا ڈیموکریٹک پارٹی کے ممبران۔

۳: ان تمام ذرائع ابلاغ میں اولین ترجیح اشتہارات کو دینا جن کے ذریعہ کروڑوں ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے اور غیر معمولی نفع حاصل ہوتا ہے۔

بعض اخبارات ورسائل اور ٹی وی اسٹیشنوں کی خاص مسائل کے متعلق طے شدہ رائیں ہوتی ہیں جنہیں وہ اپنے اداریوں، تبصروں اور تجزیوں سے ہر قیمت پر ثابت کرتے ہیں۔ خواہ حکومت اور رائے عامہ کچھ کہے اور قارئین کی اکثریت اس کی مخالفت کرے۔ ظاہر ہے کہ مجلس ادارت اور اخبار کے مالک کی یہ رائے ہوتی ہے اور اسی کے مطابق خبریں فراہم کی جاتی ہیں۔

ہم امریکی ذرائع ابلاغ کو چھ حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱: روزنامے اور خبر رساں ایجنسیاں
۲: رسائل اور ماہنامے، سہ ماہی، ششماہی
۳: ٹیلی ویژن
۴: ریڈیو
۵: بذریعہ ڈاک تقسیم ہونے والا لٹریچر
۶: کمپنیوں کے بلیٹن اور مطبوعات

آئندہ سطور میں امریکی ذرائع ابلاغ کی ان مندرجہ بالا چھ قسموں میں سے ہر ایک کے متعلق اختصار کے ساتھ ضروری معلومات پیش کی جارہی ہیں۔

امریکی روزنامے:

امریکی روزنامے دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ روزنامے جو ان شہروں اور ریاستوں کے مسائل ومشکلات کی ترجمانی کرتے ہیں جہاں سے شائع ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ روزنامے جو قومی مسائل کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی مسائل ومشکلات کے متعلق خبریں، مقالے اور اداریے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں۔

پوری ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق سولہ سو چھہتر روزنامے نکلتے ہیں۔ اتوار کے دن بعض اخبارات میگزین سکشن کی وجہ سے ۲۰/۳۰ فیصدی تک زیادہ تقسیم ہوتے ہیں۔

امریکی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی تازہ رپورٹ کے مطابق پورے امریکہ میں پچاس ہفت روزہ رسالے ایسے ہیں جو بڑی تعداد میں فروخت ہوتے ہیں۔

جن امریکی شہروں سے یہ روزنامے شائع ہوتے ہیں، ان کی فہرست درج ذیل ہے۔ ڈیٹرائٹ، سان فرانسسکو، میامی، بالٹی مور، فلاڈلفیا، ہوسٹن، کیولینڈ، کنساس سٹی، ڈنفر، میلواکی، لانگ آئی لینڈ، وینکیسی نیو اورلینز کے علاوہ نیویارک، واشنگٹن، لاس اینجلز، شکاگو اور بوسٹن وہ مرکزی شہر ہیں جہاں بڑی تعداد میں یہودی اقلیت موجود ہے۔ انھیں شہروں میں مسیحیوں کے تعلیمی اور تبلیغی ادارے اور یہودیوں کے تجارتی مراکز پائے جاتے ہیں۔ نیویارک اور واشنگٹن میں حکومت کے دفاتر بھی ہیں۔ میڈیا سے متعلق صحافیوں اور نمائندوں کے لیے سرکاری افسروں، امریکی سینٹ کے ارکان، وزارت داخلہ، خارجہ و وزارت دفاع کے اہم ذمہ داروں سے رابطہ آسان ہوتا ہے۔ اس بنا پر امریکی بین الاقوامی سیاست کے ظاہر و مخفی حاشیے اور زاویے لوگوں کی نگاہ میں آجاتے ہیں۔

بوسٹن سے نکلنے والا امریکی روزنامہ کرسچین سائنس مانیٹر ایسا روزنامہ ہے جو امریکی کلیسا کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے۔ یہ روزنامہ عالم عربی کے مسائل کو زیادہ بہتر طریقہ سے پیش کرتا ہے اور ان کے متعلق متوازن رائے رکھتا ہے۔ اکثر یہ اخبار اسرائیلی پالیسی پر تنقید اور اس کی مذمت کرتا ہے۔

ہیرالڈ ٹریبون تیسرا اخبار ہے جو بین الاقوامی مسائل و مشکلات کے بارے میں سوچی سمجھی رائے رکھتا ہے۔ اعتدال و توازن کے علاوہ ہر موضوع کے ماہرین غیر جانبداری کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار اس اخبار کے صفحات پر کرتے ہیں۔ اس خصوصیت کے علاوہ یہ اخبار امریکی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتظامیہ کے اہم ذمہ داروں، سفارت کاروں اور بڑے بڑے صنعت کاروں سے بارہ راست رابطہ قائم رکھتا ہے۔ اس بنا پر ہیرالڈ کی خبروں، افتتاحی اداریوں، تبصروں اور مقالات کو بڑی غیر معمولی اہمیت اور وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ خبر رساں ایجنسیوں کا تذکرہ ہم ابتدا میں ہی کر چکے ہیں۔

ماہنامے اور سہ ماہی رسالے:

ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے نکلنے والے رسالوں، ماہناموں، سہ ماہی اور ششماہی رسالوں کی تعداد اگرچہ ہزاروں تک نہیں پہنچتی لیکن ہم ان رسالوں کو چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ عمومی نوعیت کے سیاسی اخبارات اور تجزیاتی رسالے۔

۲۔ کسی خاص علمی و تحقیقی موضوع پر نکلنے والے ماہنامے، سہ ماہی اور ششماہی میگزین۔

۳۔ سماجی اور طبقہ نسواں سے متعلق رسالے۔ آرٹ، لٹریچر، فلم اور جنسیات سے متعلق تفریحی رسالے۔

۴۔ زراعت، سائنس، تجارت، اقتصادیات اور کھیل سے متعلق رسالے۔

اخبارات کے مقابلے میں ہفت روزہ رسالوں اور ماہناموں کی نوعیت، صورت و شکل، بحث و تحقیق، تحلیل و تجزیہ، مضامین و مقالات اور انٹرویوز اور رپورٹوں کے اعتبار سے منفرد ہوتی ہے۔ ہم یہاں عام رسالوں اور ماہناموں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، جو ہر جگہ ملتے ہیں۔ اس جگہ صرف انہی رسالوں اور ماہناموں کا ذکر کرتے ہیں جو انفرادی اہمیت رکھتے ہیں اور نہ صرف امریکی رائے عامہ بلکہ عالمی رائے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ رسالے حسب ذیل ہیں:

(الف) ۱...... ورلڈ پریس ریویو (ماہانہ) عالمی صحافت کے اہم اقتباسات کی تلخیص پر مشتمل ہوتا ہے۔

۲...... ورلڈ ویو (ماہانہ) یہ رسالہ ہر ماہ تین سے پانچ علمی موضوعات پر ماہرین سے مضامین لکھواتا ہے اور دنیا بھر سے شائع ہونے والی اہم کتابوں کی فہرست دیتا ہے۔

۳...... نیوری پبلک (ہفت روزہ) امریکی سماج کے مسائل و مشکلات پر لکھتا اور یہودیوں کے نقطہ نظر کی وکالت کرتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴......ایگزیکٹیو انٹلیجینٹ ویو (ہفت روزہ) بائیں بازو کا ترجمان، اسلام اور مسلمانوں کا دشمن نمبر ایک ہے۔

۵......اسٹریٹیجی ویک (ہفت روزہ) مشرق وسطیٰ، افریقہ اور ایشیا کے مسائل پر ماہرین کے مضامین شائع کرتا ہے۔

۶......امریکن زیونسٹ (دوماہی) امریکی صہیونی تنظیم کی طرف سے یہ ماہنامہ شائع ہوتا ہے۔

۷......دی پلین ٹرتھ (ماہنامہ) کلیسا کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ عمومی نوعیت کے بین الاقوامی مسائل خصوصاً تیسری دنیا کی قوموں سے متعلق مسائل و مشکلات پر مضامین شائع کرتا ہے۔ یہ رسالہ پچاس لاکھ کی تعداد میں شائع اور مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

۸۔ واشنگٹن رپورٹ (ماہنامہ) یہ رسالہ ۱۹۸۲ء سے شائع ہو رہا ہے۔ عام طور پر اس رسالے میں امریکی شہریوں کو مشرق وسطیٰ اور امریکہ کے باہمی تعلقات کے متعلق متوازن رائے اور اہم دستاویزات سے باخبر کیا جاتا ہے۔ عام طور سے یہ رسالہ عرب مسائل سے ہمدردی رکھتا ہے۔ یہ رسالہ امریکی وقف کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔

۹۔ ورلڈ مانیٹر (ماہنامہ) روزنامہ کرسچین سائنس مانیٹر کے ادارے سے شائع ہوتا ہے۔

۱۰۔ میڈل ایسٹ انسائیٹ (دوماہی) یہ رسالہ مشرق وسطیٰ، اسلامی تحریکوں، جماعتوں اور ان کی سرگرمیوں کے متعلق مغربی نقطۂ نظر سے مضامین شائع کرتا ہے۔ کبھی کبھی عربوں کے نقطۂ نظر کو بھی اپنے صفحات میں جگہ دیتا ہے لیکن اسلامی امور سے متعلق اس رسالہ کی رائے کو ہم غیر جانبدارانہ نہیں کہہ سکتے۔

ان رسالوں اور ماہناموں کے علاوہ بھی دسیوں رسالے اور ماہنامے امریکہ سے شائع ہوتے ہیں۔

(ب) دوسرے نمبر پر وہ تحقیقی رسالے اور سہ ماہی میگزین ہیں جو چند سو سے زیادہ شائع نہیں ہوتے۔ لیکن وہ کسی تحقیقی ادارے، وزارت، دانش گاہوں کے شعبوں اور اقتصادی و سیاسی اداروں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں۔ یہ ادارے حسب ذیل ہیں: میڈل ایسٹ انسٹی ٹیوٹ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بروکنگز انسٹی ٹیوٹ، ڈیل کارنیگی انسٹی ٹیوٹ، ہاورڈ یونیورسٹی، یو ایس پیس فاؤنڈیشن، اسٹینوفورڈ، جان ہوکنز، جارج ٹاؤن کولمبیا۔ ان کے علاوہ کانگریس اور امریکی مسیحی و یہودی اداروں اور تجارتی مراکز کی طرف سے جو رسالے شائع ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند اہم رسالوں کے نام درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ فارن براڈ کاسٹنگ انفارمیشن سروس (سہ ماہی) بین الاقوامی سطح پر پیش آنے والے روزمرہ کے واقعات کی رپورٹ۔

۲۔ فارن پالیسی (سہ ماہی) کارنیگی انسٹی ٹیوٹ سے یہ رسالہ شائع ہوتا ہے۔ بین الاقوامی مسائل و موضوعات پر امریکی ماہرین کے قلم سے مضامین شائع ہوتے ہیں۔

۳۔ فارن افیئرز (سال میں پانچ بار) امریکی وزارت خارجہ کے ماہرین کی نگرانی میں رابطہ کمیٹی کی طرف سے یہ رسالہ شائع ہوتا ہے۔ چوٹی کے سفارت کار اور سابق سفرا اس میں مقالات لکھتے ہیں۔

۴۔ ڈیفنس اینڈ فارن افیئرز (ماہنامہ) امریکہ کی امن و سلامتی اور دفاعی حکمت عملی کے موضوع پر یہ رسالہ کویلی کمپنی کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔

۵۔ مڈل ایسٹ جرنل (سہ ماہی) واشنگٹن کے مڈل ایسٹ انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ ایرانی انقلاب کے بعد اسلامی تحریکات، دینی جماعتوں، مصر و پاکستان، ایران، افغانستان، شام اور ترکی میں دین کے اثرات اور نتائج کا جائزہ اس رسالہ کا خاص موضوع بن گیا ہے۔

۶۔ جرنل آف ساؤتھ ایشیا اینڈ مڈل ایسٹ اسٹڈیز (سہ ماہی) امریکی پاکستانی رابطہ کمیٹی کی طرف سے یہ رسالہ شائع ہوتا ہے۔

۷۔ جرنل آف ریلجس (ماہنامہ) شکاگو یونیورسٹی کی طرف سے یہ رسالہ خالص دینی موضوع پر شائع ہوتا ہے۔ اس میں دیگر مذاہب کے متعلق مسیحی دین و مذہب کے نقطہ نظر اور تعلق سے بحث ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ کرسچین سائنس جرنل (دینی ماہنامہ) امریکہ کے سب سے بڑی مسیحی ادارے کی طرف سے تبلیغی مقاصد کے لئے شائع ہوتا ہے۔

۹۔ کمنٹری۔ بین الاقوامی مسائل ومشکلات کے موضوع پر عالمی سطح کے رہنماؤں، مدیروں اور مبصروں کے قلم سے مضامین لکھوائے جاتے ہیں۔ یہ رسالہ یہودیوں کی عالمی مجلس کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔

۱۰۔ مسلم ورلڈ۔ ۱۹۱۱ء سے یہ رسالہ ہارورڈ انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ اس میں اسلامی تحریکات، اسلام اور مسلمانوں سے متعلق، ماضی اور حال میں مسیحیت کے رول پر مضامین شائع ہوتے ہیں۔

ان رسائل کے علاوہ مسیحی و یہودی اداروں کی طرف سے درجنوں رسالے شائع کیے جاتے ہیں۔

۳۔ ٹیلی ویژن: رائے عامہ کی تشکیل میں ٹیلی ویژن کو اولین اور بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ میں ایرانی انقلاب کے بعد سے مسلمانوں اور اسلام کے متعلق یہ تاثر برابر دیا جارہا ہے کہ اسلام تشدد کی تبلیغ کرتا ہے۔ وہ مغرب کے خلاف بغاوت اور انقلاب کے لیے تشدد اور قوت کا سہارا لیتا ہے۔

پوری ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ٹیلی ویژن کی پانچ بڑی کمپنیاں ہیں جو سینکڑوں ٹی وی اسٹیشنوں کے ذریعہ اپنے پروگرام صرف امریکہ میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں سیاروں کے ذریعہ نشر کرتی ہیں۔

یہ پانچ کمپنیاں حسب ذیل ہیں:

۱۔ امریکن براڈکاسٹنگ کمپنی (A.B.C.)

۲۔ نیشنل براڈکاسٹنگ کمپنی (N.B.C.)

۳۔ کیبل نیوز نٹ ورک (C.N.N.)

۴۔ کولمبیا براڈکاسٹنگ کمپنی (C.B.C.)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ پبلک براڈ کاسٹنگ سروس (P.B.S.)

موخر الذکر کمپنی تعلیمی وثقافتی مقصد کو فروغ دینے کے لیے ہے۔ امریکہ کے تعلیمی وثقافتی ادارے اس کمپنی کی سرپرستی کرتے ہیں۔ یہ ٹیلی ویژن کمپنیاں شب وروز اپنے پروگرام کے ذریعہ جس طرح رائے عامہ پر اثر انداز ہوتی ہیں، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے:

A.B.C تیس گھنٹہ (۳۰ گھنٹہ) یومیہ۔ C.B.S پچیس گھنٹہ (۲۵ گھنٹہ) یومیہ

N.B.C. بیس گھنٹہ (۲۰ گھنٹہ) یومیہ۔ C.N.N چوبیس گھنٹہ (۲۴ گھنٹہ) یومیہ

۴۔ جس طرح ٹی وی کمپنیاں اپنے پروگرام نشر کرتی ہیں اور عوام پر اثر انداز ہوتی ہیں اس درجہ تو نہیں البتہ ان ہی پانچ ٹی وی کمپنیوں کے ماتحت ایک ہزار ریڈیو سٹیشن ہیں جو مقامی اور بین الاقوامی سطح پر اپنے طاقت ور اور دلچسپ پروگرام پیش کرتے ہیں۔

۵۔ ڈاک کے ذریعہ پروپیگنڈہ۔ اس میدان میں یہودی لابی بہت سرگرم عمل ہے۔ کسی متعین قضیہ یا مخصوص مصنوعات کو فروغ دینے، انتخابات کے موقع پر رائے عامہ کو ہموار کرنے اور مخصوص اور متعین افراد سے کسی خاص زاویے اور نقطۂ نظر کی تائید حاصل کرنے کے لیے ڈاک کے ذریعہ کارڈ، فارم فولڈر بھیجے جاتے ہیں۔ اس طرح براہ راست زندگی کے مختلف میدانوں سے تعلق رکھنے والوں سے رابطہ قائم کر کے اپنے مقصد کو حاصل کیا جاتا ہے۔

کمپنیوں کے بلیٹن اور منشورات:

ان منشورات میں مقامی طور پر کام کے مواقع، خالی جگہوں، اقتصادی خبروں اور مقامی و عالمی سطح پر اقتصادیات کے متعلق معلومات ہوتی ہیں۔

۷۔ پروپیگنڈہ اور اشتہارات: کسی اخبار یا ٹی وی کمپنی کی کامیابی و ناکامی کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس کو اشتہارات کتنے ملتے ہیں اور لوگ ان سے کس درجہ متاثر ہوتے ہیں۔ امریکی اخبارات اور ٹی وی کمپنیاں اربوں ڈالر اشتہارات سے کماتی ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں پچپن (۵۵) ارب ڈالر کے اشتہارات، اخبارت، ریڈیو، ٹی وی وغیرہ کے ذریعہ شائع کیے گئے۔ ذیل کے نقشہ سے اس کی وضاحت ہو جائے گی:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسائل	ڈالر	فیصد
اخبارات	۱۶ بلین	۲۸٫۵٪
رسائل	۴ بلین	۶٫۵۳٪
ٹیلی ویژن	۱۱۵۰ بلین	۲۱٪
ڈاک کے ذریعہ	۷٫۷ بلین	۱۴٪
کمپنیوں کی مطبوعات	۱٫۷ بلین	۳٪
دیگر وسائل	۱۱ بلین	۲٫۵٪

مشہور امریکی روزناموں کی یومیہ اشاعت:

نام اخبار	شہر	تعداد فروخت
۱۔ روزنامہ وال اسٹریٹ جرنل	نیویارک	سات لاکھ پچھتر ہزار چھیاسی
۲۔ نیویارک ڈیلی نیوز	نیویارک	سات لاکھ اکیاسی ہزار سات سو چھیانوے
۳۔ لاس اینجلز ٹائمز	لاس اینجلز	گیارہ لاکھ چونسٹھ ہزار تین سو اٹھاسی
۴۔ نیویارک ٹائمز	نیویارک	بارہ لاکھ ایک ہزار نو سو ستر
۵۔ شکاگو ٹریبون	شکاگو	سات لاکھ تینتیس ہزار سات سو پچھتر
۶۔ نیویارک پوسٹ	نیویارک	چار لاکھ ستر ہزار نو سو ستاسی
۷۔ شکاگو سن ٹائمز	شکاگو	پانچ لاکھ تیس ہزار آٹھ سو چھپن
۸۔ واشنگٹن پوسٹ	واشنگٹن	آٹھ لاکھ چھیالیس ہزار چھ سو پینتیس
۹۔ بوسٹن گلوب	بوسٹن	پانچ لاکھ پانچ ہزار سات سو چوالیس

مشہور امریکی رسالوں کی تعداد اشاعت:

رسالہ کا نام	تعداد اشاعت
۱۔ ریڈرز ڈائجسٹ (ماہنامہ)	ایک کروڑ باسٹھ لاکھ انہتر ہزار چھ سو سینتیس
۲۔ نیشنل جغرافک (ماہنامہ)	ستانوے لاکھ تریسٹھ ہزار چار سو چھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ٹائم (ہفت روزہ) چالیس لاکھ تہتر ہزار پانچ سو تیس

۴۔نیوز ویک (ہفت روزہ) تیس لاکھ چوبیس ہزار سات سو ستر

۵۔یو ایس نیوز اینڈ ورلڈ رپورٹ (ہفت روزہ) بائیس لاکھ سینتیس ہزار نو سو

امریکی میڈیا پر یہودی قبضہ کی داستان:

براعظم امریکہ پر یہودی اثر و نفوذ کی کہانی قدرے تفصیل اور گہرائی کے ساتھ مشہور امریکی صنعت کار ہنری فورڈ نے اپنی کتاب ''یہودیت سے عالم انسانیت کو خطرہ'' میں بیان کی ہے۔یہ وہی ہنری فورڈ ہے جس نے ذاتی محنت اور جدوجہد سے موٹر سازی کی صنعت کو فروغ دیا اور فورڈ موٹروں کو پوری دنیا میں معیاری ہونے کی بنا پر غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔جب فورڈ کو اپنی کمپنی کی ترقی کے سلسلہ میں قدم قدم پر یہودیوں کے اثر و نفوذ اور مکر و فریب کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے امریکہ کے چوٹی کے ریسرچ اسکالروں کی خدمات حاصل کیں،اور ان سے براعظم امریکہ میں یہودیوں کے غیر معمولی اثر و نفوذ کے اسباب و محرکات،انکی اقتصادی پالیسی اور غیر یہودیوں کے ساتھ انکے طرز عمل کے متعلق ایک اہم رپورٹ تیار کرائی،اس مقصد کے حصول کیلئے فورڈ نے اس زمانے میں بیس لاکھ ڈالر خرچ کیے تھے۔

رپورٹ تیار ہونے کے بعد فورڈ کی کمپنی کے ترجمان ''ڈیر بورن انڈی پنڈنٹ'' نے جیسے ہی پہلی قسط شائع کی،یہودیوں کے اندر کھلبلی مچ گئی۔ہر طرف سے فورڈ پر دباؤ بڑھنے لگا۔یہودیوں کے زیر اثر اخبارات میں ان کے خلاف زبردست طوفان اٹھایا گیا۔یہاں تک کہ قتل کی دھمکی بھی دی گئی۔مجبوراً فورڈ نے اس تحقیقی رپورٹ کی اشاعت رکوا دی۔لیکن کتابی صورت میں یہ تحقیقی مقالہ شائع ہو کر بازار میں آ گیا۔یہودیوں نے فوراً ہی ہزاروں نسخے اس کتاب کے خرید کر ضائع کر دیے۔کتاب کے جو نسخے لائبریریوں میں پہنچ چکے تھے،وہاں سے بھی ان یہودی شاطروں نے چوری کر کے اس کو ضائع کر دیا۔البتہ مشہور امریکی صحافی اور فورڈ کے مخلص دوست ''جیرالڈ کے اسمتھ'' کے پاس وہ نسخہ محفوظ رہ گیا جو فورڈ نے اس کو بطور ہدیہ دیا تھا اور اس کو وصیت کی تھی کہ ہماری موت کے بعد اس کتاب کی اشاعت ضرور ہونی چاہیے تاکہ امریکہ اور انسانی دنیا کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کی تباہ کن سازشوں سے متنبہ کیا جاسکے۔ یہ کتاب بعد میں لندن سے شائع ہوئی، اس کا عربی ترجمہ بیروت سے ''الیہودی العالمی'' کے نام سے شائع ہو گیا جو ہمارے پیش نظر ہے۔

کتاب کے سولہ مرکزی عنوانات میں سے چند ابواب اس طرح ہیں۔ امریکہ میں یہودیوں کی آمد کا تاریخی پس منظر۔ یہودی اثر و نفوذ کے مخفی گوشے۔ یہودی مظلوم ہیں یا ظالم و جابر۔ کیا یہودی ایک قوم ہیں۔ صہیونی دانش وروں کی تعلیمات کا جائزہ۔ یہودی اپنے اثر و نفوذ کا استعمال کس طرح کرتے ہیں۔ امریکی سیاست پر یہودیوں کا قبضہ۔ امریکہ کے قومی ترانے کی دھن میں یہودی موسیقی۔ امریکی سماج میں شراب، جوا اور اخلاقی فساد کے سرپرست یہودی۔ عالم انسانیت کی سب سے بڑی مصیبت یہودی مال و دولت کی حکمرانی۔ امریکی صحافت پر یہودیوں کا غلبہ۔

فورڈ نے امریکی سماج پر یہودیوں کی غیر معمولی گرفت اور ان کے وسیع اثر و نفوذ کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امریکی سماج میں جہاں کہیں بھی اخلاقی انحطاط و فساد پایا جاتا ہے اس کے پس پردہ آپ کو یہودی ہی دکھائی دیں گے۔ شراب، شباب، قمار بازی، بدکاری، رشوت، جنسی اور مالی جرائم، قتل و غارت گری، ڈاکہ زنی، قوموں کے درمیان خونریزی، معرکہ آرائی، مہلک اسلحہ سازی، غرض کہ تمام غیر فطری و غیر اخلاقی جرائم میں یہودیوں کا حصہ تناسب کے اعتبار سے ۸۰ سے ۹۰ فیصدی تک ہے۔

فورڈ نے امریکی ڈرامے، سینما اور صحافت کی صنعت کا جائزہ لیتے ہوئے واقعات و شواہد کی روشنی میں لکھا ہے کہ ۱۸۸۵ء سے پہلے ان تمام میدانوں میں یہودیوں کا کہیں دور تک پتہ نہیں تھا، لیکن یہودیوں کی آمد کے بعد ہی ڈرامے، سینما، صحافت اور تجارت پر یہودی ساہوکار قابض ہو گئے۔ انہوں نے ان تمام میدانوں پر سرمایہ کے بل پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۸۵ء سے پہلے امریکی سماج میں بے حیائی و بدکاری کا وجود خال خال تھا، لیکن یہودی قوم نے ڈراموں، گراموفون، ریکارڈوں اور بعد میں سینما و صحافت کے ذریعہ امریکی سماج کو تباہی و بربادی کے کگار پر کھڑا کر دیا۔ جب ۱۸۹۴ء میں ایک نقاد نے اپنے اخبار میں یہودیوں کی اس اجارہ داری اور ڈرامہ کے ذریعہ بد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاقی کو فروغ دینے کی سازش سے پردہ اٹھایا تو یہودی قوم مشتعل ہوگئی۔ اخبار کے اشتہارات یہودی سرمایہ داروں نے بند کر دیے۔ بالآخر اخبار نے اس ناقد کو برطرف کر دیا اور یہودیوں سے معافی مانگی تب جا کر اس کے اشتہارات جاری ہوئے۔

یہی حال اس زمانے کے امریکی روزنامہ ''نیویارک ہیرالڈ'' کا ہوا۔ جس کے ایڈیٹر جیمس گارڈن نے جان توڑ کوشش اس بات کی کر ڈالی کہ اپنے اخبار کو یہودی اثر و نفوذ اور اس کے دباؤ سے محفوظ رکھیں۔ لیکن یہودی شاطروں نے ان کا اور ان کے اخبار کا ناطقہ بند کر دیا۔ یہ اخبار اپنے مالک کے انتقال کے بعد یہودیوں کے مکر و فریب کے آگے نہ ٹک سکا اور بند ہو گیا۔

اس کی مفصل اور عبرت ناک کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ مسٹر جیمس گارڈن یہودیوں سے کوئی خاص پرخاش نہیں رکھتے تھے۔ عام اخبارات کی طرح یہودی اس اخبار کو بھی اشتہارات دیتے تھے کہ اخبارات کی اصل آمدنی اشتہارات سے ہوتی ہے۔ ایک بار ایک با اثر یہودی سرمایہ دار بداخلاقی اور قتل کے جرائم میں ملوث ہو گیا۔ اس واقعہ کی خبر جب اخبار کے نامہ نگار نے نام کے تعین کے ساتھ ایڈیٹر کو دی تو اس نے اخبار کے مالک جیمس سے استفسار کیا کہ آیا نام کی تصریح کے ساتھ خبر شائع کرائی جائے یا نہیں۔ اس درمیان میں نیویارک کے یہودیوں کو پتہ لگ گیا کہ یہ خبر نیویارک ہیرالڈ میں شائع ہونے والی ہے۔ بس پھر کیا تھا، ہر طرف سے ٹیلی فون شروع ہو گئے۔ یہودیوں کی ایک جماعت اخبار کے دفتر پہنچ گئی تاکہ یہ خبر شائع نہ ہو۔ لیکن جیمس نے ان کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ خبر شائع ہوئی، لیکن دوسرے دن سے لاکھوں ڈالر کے اشتہارات یہودیوں نے بند کر دیے۔ مسٹر جیمس نے ہمت نہیں ہاری۔ انھوں نے غیر یہودی سرمایہ داروں اور صنعت کاروں سے رابطہ پیدا کیا اور پانچ سال تک اپنے اخبار میں ان کے اشتہارات شائع کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ امریکہ کے غیر یہودیوں کو اس معاہدہ سے بڑی مسرت ہوئی، اس لیے کہ یہودی سرمایہ داروں کے مقابلہ میں ان کے اشتہارات کو کوئی اخبار اہمیت نہیں دیتا تھا۔ اس معاہدہ سے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ انھوں نے بڑی کوشش کی کہ جیمس یہ معاہدہ منسوخ کر دے اور ہم سے دوگنی قیمت لے لیں لیکن جیمس نے پھر ان کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اگرچہ جیمس اس معرکہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کامیاب وکامران ہوگئے، لیکن چند سالوں کے بعد فلاڈلفیا کے ایک یہودی سرمایہ دار ایڈولف اوچ نے نیویارک ٹائمز خرید کر اس کو سرمایہ کے بل بوتے پر ایک ایسے عالمی اخبار میں تبدیل کر دیا، جس کا بنیادی مقصد یہودی مقاصد اور مصالح کی ہر قیمت پر خدمت ہے۔ ۱۹۱۹ء میں جیمس کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد یہودیوں نے اخبار کو خریدنے کی کوشش کی۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنے اشتہارات پر پھر پابندی لگادی تھی۔ لیکن جیمس کے لڑکوں نے یہودیوں کے ہاتھ فروخت کرنے کے بجائے اخبار کو بند کرنا پسند کیا۔ اس طرح ہیرالڈ کے بند ہو جانے کے بعد یہودی ساہوکاروں کے سامنے صحافت کا میدان مقابلہ سے خالی ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد ہی سے یہودیوں نے ذرائع ابلاغ پر اپنی گرفت مستحکم کردی کہ میڈیا پر قبضہ کر کے ہی پوری دنیا پر حکمرانی کی جاسکتی ہے۔

ہمارے سامنے امریکی سینما، ڈرامے، ریڈیو، اخبارات، ٹی وی کمپنیوں اور اشتہاری ایجنسیوں، پبلشنگ اداروں اور اخبارات و رسائل و کتب فروشوں کے متعلق جو تازہ ترین معلومات ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام اداروں اور حساس مراکز پر نوے (۹۰) فیصد یہودیوں کا غلبہ ہے۔ سرمایہ کاروں اور کارکنوں دونوں حیثیتوں سے۔ ''ہالی ووڈ'' جو فلم سازی کا سب سے بڑا مرکز ہے اور پوری دنیا میں وہیں سے فلمیں برآمد کی جاتی ہیں، ان فلموں کے موضوعات سے قطع نظر، تمام سینما کمپنیوں کے مالک یہودی ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل کمپنیوں کے مالک یہودی ہیں:

سینما کمپنیوں کے نام	یہودی مالک کا نام
فوکس کمپنی	ولیم فوکس
گولڈن کمپنی	صمویل گولڈن
میٹرو کمپنی	موئیس مایبر
وارنر برادرز اینڈ کمپنی	ہارنی وارنر
پیراماؤنٹ کمپنی	بڈکنس

ان مندرجہ بالا کمپنیوں میں مکالمہ نگار، اداکار، کیمرہ مین، ڈائریکٹر وغیرہ سب کے سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودی ہیں۔ یہودیوں کی اس اجارہ داری کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے انڈی پنڈنٹ کرسچین نیوز کے ایڈیٹر نے ۱۹۳۸ء میں لکھا تھا کہ امریکی سینما کی صنعت پر یہودی بلاشرکت غیرے مالک ہیں۔ اس صنعت میں کام کرنے والے سب کے سب یہودی ہیں یا ان کے ساختہ پرداختہ لوگ ہیں۔ ان یہودی فلم ساز کمپنیوں کی فلمیں نہ صرف مشرق وسطیٰ کے ملکوں میں بلکہ پوری دنیا میں سپلائی کی جاتی ہیں۔

فورڈ نے یہودیوں کی زیر نگرانی بنائی جانے والی فلموں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فن کاری، جذبات کی عکاسی اور سماجی مشکلات و مسائل کی تصویر کشی سے ان فلموں کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہاں تو اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ سولہ سال سے لے کر اٹھارہ سال کے نوجوانوں کے دل و دماغ کو کس طرح برباد کیا جائے۔ اس لیے سارا زور شہوانی جذبات کو بھڑکانے اور امریکی سماج کی اخلاقی قدروں کے خلاف بغاوت پر ہوتا ہے۔ فورڈ آگے لکھتا ہے کہ پہلا بنیادی نصب العین زیادہ سے زیادہ مالی منافع کا حصول، اس کے بعد غیر یہودیوں کی تباہی و بربادی کا سامان فراہم کرنا ہوتا ہے۔ فورڈ لکھتا ہے کہ یہودی شاطروں نے اپنی صنعت کو فروغ دینے کے لیے سینما کے اداکاروں کو خوب استعمال کیا۔ یہ یہودی کرتے یہ ہیں کہ فلم سازی سے پہلے فیشن کی وہ چیزیں تیار کرتے ہیں جن کو معاشرے میں فروغ دینے کا ان کا منصوبہ ہوتا ہے، تاکہ فلم دیکھنے والے اداکاروں کے فیشن اور طرز زندگی کے مطابق مارکیٹ سے مطلوبہ اشیا خریدیں۔ اس طرح نہ صرف امریکی سماج بلکہ پورا انسانی معاشرہ یہودیوں کے چشم و ابرو پر چلنے کے لیے اپنے کو مجبور پاتا ہے اور ان یہودی اداکاروں کے فیشن اور طرز زندگی کو اختیار کرنے ہی کو وقت کا سب سے بڑا تقاضا سمجھتا ہے۔

امریکی فلموں میں کام کرنے والے مشہور یہودی اداکار مردوں اور عورتوں میں چند کے نام اس طرح ہیں۔ میل بروکس، ووڈی ایلن، بوب ہوب، جیرلی موکس، فرانک سنیاٹرا، بیلی وائلڈ، نیل سائمن، کیرونیر، لیکی رونی، جاک لیمن، کیرک ڈگلس، ٹونی کیرٹسی، گیرلی گرانٹ، جاک نیکلولس، بن عاذر، والٹر میتھر، جارج سیگل، پیرٹ رینولڈ، جین ہوکمین، جیمس کین، آسٹن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوف مین، رچرڈ ہیرس، رچرڈ بنجا، ووڈی اسٹائیگر۔ خواتین میں: الزبتھ ٹیلر، آن بینکروفٹ، باربرا سٹرائسنڈ، میری میکر، سوزان انباک، سیلی کیلرمین، ووڈمین کیٹن، گرالڈ مین چیپلن وغیرہ۔ ان کے علاوہ کم از کم پچاس مزید یہودی اداکاروں کے نام فلمی دنیا میں مشہور ہیں۔

امریکی اخبار انڈیپنڈنٹ کرسچین نیوز نے ۱۹۳۰ء میں امریکی فلموں پر یہودی اجارہ داری اور غلبہ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ہالی وڈ دور جدید کا سدوم ہے (وہ بستی جس کو خلاف فطرت بدکاریوں کی وجہ سے الٹ دیا گیا تھا اور الٹنے سے پہلے وہاں پتھروں کی بارش ہوئی تھی) ہالی وڈ نہ صرف ہر طرح کی برائیوں کا مرکز ہے بلکہ پوری دنیا میں یہیں سے فلموں کے ذریعہ برائی و بے حیائی اور مجرمانہ کردار کو زرق برق لباس اور دلکش اصطلاحات میں پھیلایا جا رہا ہے۔ بلکہ مردوں سے ان کی مردانگی اور عورتوں سے ان کی نسوانیت چھینی جا رہی ہے۔ مجرم اور بدکار لوگوں کو ڈھالنے کے اس کارخانہ کو بند کر دینا چاہیے۔

ڈرامہ اور فلم سازی کے بعد جب ٹیلی ویژن اور اس کی کمپنیاں وجود میں آئیں تو یہاں بھی یہودی ساہوکار سب سے آگے رہے۔ اس وقت امریکہ کی تمام ٹی وی کمپنیوں پر یہودیوں کی اجارہ داری ہے۔ پوری ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سات سو سے لے کر گیارہ سو تک ٹی وی چینل ہیں جو اے، بی، سی، بی، ایس اور سی این این اور این بی ایس کے ماتحت ہیں اور ان کمپنیوں کے مالک یہودی ہیں۔

اے، بی، سی، لیونارڈ جانسن (یہودی)

سی، بی، ایس، ولیم بیلے (یہودی)

این، بی، سی، الفرڈ سلورمین (یہودی)

سی، این، این، نیووباوس فیملی (یہودی)

ان ٹی وی کمپنیوں کے علاوہ ٹی وی سیریز تیار کر کے سپلائی کرنیوالی دو بڑی امریکی کمپنیاں ''کیمن'' اور ''ای، ٹی، وی'' ہیں جو پوری دنیا میں ٹی وی سیریز تیار کر کے سپلائی کرتی ہیں۔ ان دونوں کمپنیوں کی صرف مشرق وسطیٰ کے ملکوں میں بیالیس برانچیں ہیں۔ ان تمام برانچوں کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعہ وہ بلیو فلمیں پرائیویٹ اور عوامی سینما ہالوں کو فراہم کی جاتی ہیں جنکی تیاری امریکہ، لندن اور پیرس میں ہوتی ہے۔

رندم ہاؤس کا امریکہ ہی نہیں تین براعظم تک اس کی مطبوعات کا دائرہ پھیلا ہوا ہے۔ کوئی ایسی تصنیف جو یہودیوں کے خلاف ہو، امریکہ، برطانیہ اور فرانس سے اس وقت تک شائع نہیں ہو سکتی جب تک رندم ہاؤس کے ماتحت کام کرنے والے پبلشنگ ادارے اجازت نہ دیں۔ مشہور فرانسیسی مفکر جارودی کی کتابیں اسلام لانے سے پہلے شائع کرنے کے لیے نشر و اشاعت کے ادارے مسابقت کرتے تھے لیکن جب انھوں نے صہیونیت کے خلاف کتاب لکھی تو غیر یہودی ادارے تک ان کو چھاپنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ حد یہ ہے کہ جارودی کی دیگر تصنیفات بھی اپنے یہاں فروخت کرنے سے عالمی سطح کے مکتبات نے انکار کر دیا۔ رندم ہاؤس کے علاوہ دس بڑے پبلشنگ ادارے اور چودہ ایڈورٹائزنگ کمپنیاں یہودیوں کی ملکیت ہیں۔ اخبارات، ٹی وی، سینما میں اشتہارات بنانے اور نشر کرنے کا کام یہودی ایجنسیاں کرتی ہیں۔ ان اشتہارات کے نمونے ہم آئندہ سطور میں پیش کریں گے۔ جہاں تک امریکی اخبارات و رسائل پر یہودی اجارہ داری کا تعلق ہے تو حالیہ جائزے کے مطابق امریکہ کے مشہور یہودی ساہوکار نیوہاؤس گروپ اڑتالیس امریکی روزناموں اور بیس (۲۰) مشہور عالم ہفت روزہ رسالوں کا مالک ہے۔ اس کے علاوہ (.C.N.N) جیسی مشہور عالم ٹی وی کمپنی اور ایک سو دس ریڈیو اسٹیشنوں پر اس خاندان کی اجارہ داری ہے۔

.C.N.N کے سربراہ اور بانی Ted Terner نے نیو ہاؤس گروپ کی طرف سے ۱۹۸۰ء میں بیس ملین ڈالر کے سرمایہ سے .C.N.N کو قائم کیا تھا۔ پانچ سال کے سخت تجارتی مقابلہ کے بعد اس کو نفع ملنا شروع ہوا۔ اس وقت ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں C.N.N کے ستائیس اور بیرونی ملکوں میں اٹھارہ اخباری مراکز ہیں' اس کے ملازمین کی تعداد اٹھارہ سو ہے۔ پوری دنیا کے ایک سو بیالیس ملکوں کے اٹھارہ ملین خاندانوں تک چوبیس گھنٹے سی این این کا پروگرام پہنچتا رہتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور اخبارات میں نیویارک ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ، نیو یارک پوسٹ، وال اسٹریٹ جرنل، نیوز ویک، ٹائم، پلے بوائے، بزنس ویک، شکاگو ٹائمز، شکاگو سن ٹائمز، ایروزونا نیوز، نیویارک میگزین اور ریڈرز ڈائجسٹ پر رابرٹ مردوخ، ولیم ہیرسٹ، نیو وہاؤس، ایڈولف اوچ اور تھامسن دائمن (گروپ) جیسے یہودی ساہوکاروں کا قبضہ ہے۔ تمام اخبارات میں ۹۰ فیصد کارکن یہودی ہیں۔ ان اخبارات کو پوری دنیا میں تقسیم کرنے کی جو سترہ سو پینتالیس ایجنسیاں اور پبلشنگ ادارے ہیں، ان سب پر یہودی قابض ہیں۔ مجموعی طور پر پورے امریکہ میں ایک سو چالیس ٹی وی چینل یہودی ملکیت میں ہیں۔ دوسری طرف روزانہ پینسٹھ ملین سے زائد جو امریکی روزنامے تقسیم ہوتے ہیں ان میں باسٹھ (۶۲) ملین کے مالک یہی یہودی ہیں۔ جبکہ امریکہ میں یہودیوں کی آبادی کا تناسب صرف ۲ء۹ ٪ ہے۔

امریکی میڈیا کے متعلق امریکیوں کی رائے:

لیکن خود امریکی عوام کی اکثریت اس یہودی میڈیا کے بارے میں کیا خیالات رکھتی ہے اور اس کا ردعمل اور تاثر کیا ہے۔ یہ ہمیں مشہور روزنامہ لاس اینجلز ٹائمز کے ایک سروے سے معلوم ہوتا ہے، جو جولائی ۱۹۹۳ء میں اس کی طرف سے کرایا گیا تھا۔

۴۰ ٪ امریکی اپنے میڈیا پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ اپنے مالکوں کے نقطۂ نظر کی حمایت کرتا ہے۔

۴۵ ٪ امریکیوں کا کہنا ہے کہ اخبارات و رسائل کی سرخیوں اور خبروں کے درمیان کوئی مطابقت نہیں ہوتی۔

۶۵ ٪ امریکیوں کا کہنا ہے کہ امریکی میڈیا دولت مندوں اور اصحاب ثروت کے اثر و نفوذ کی حمایت کرتا ہے، اس میں خود امریکی حکومت بھی شامل ہے۔

۶۵ ٪ امریکیوں کا کہنا ہے کہ امریکی میڈیا کی خبروں میں عدم توازن اور جانبداری پائی جاتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۲٪ امریکی فحاشی اور عریانی سے متعلق خبروں اور تصویروں اور کہانیوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

۴۲٪ کا کہنا ہے کہ امریکی ذرائع ابلاغ کی خبریں فرضی اور من گھڑت ہوتی ہیں۔

۵۳٪ امریکی خبریں سی، بی، ایس، این، بی سی اور اے، بی، سی سے حاصل کرتے ہیں۔

۵۱٪ امریکی روزناموں سے خبریں حاصل کرتے ہیں۔

۱۸٪ سی این این سے خبریں حاصل کرتے ہیں۔ ۱۹۹۹ء میں یہ تناسب ۸۸٪ تک پہنچ گیا۔

۱۰٪ ریڈیو سے اور ۳۰٪ مقامی ٹی وی سے خبریں حاصل کرتے ہیں۔

عالمی یہودی صحافت پر ایک نظر:

یہودی دانشوروں نے اپنے بارہویں پروٹوکول میں ادب اور صحافت کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ ''ہماری حکومتوں کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ میڈیا کے بڑے حصہ پر قابض ہو جائیں''۔ اگر غیر یہودی دس اخبار و رسائل نکالیں گے تو ہم ان کے مقابلہ میں تیس (۳۰) اخبار و رسالے نکالیں گے اور لوگوں کو اس بات کا اعتراف کرنا ہوگا کہ ہم یہودی ہی میڈیا پر قابض ہیں اور اس کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ میڈیا کے ذریعہ ہم غیر یہودیوں کو ایسے جال میں پھنسا دیں گے جن کا انھیں تصور بھی نہ ہوگا........... یہودی میڈیا کی شہنشاہی یورپ و امریکہ کے ان ہی تین ملکوں (امریکہ، برطانیہ و فرانس) تک محدود نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام ہی براعظموں کی راج دھانیوں اور مشہور و غیر مشہور شہروں تک اس کی فرماں روائی ہے اور یہ بارہویں دستاویز کے دعوے کا عملی ثبوت ہے۔ ذیل میں ہم پوری دنیا میں یہودی صحافت کے وجود کے متعلق ایک اجمالی جائزہ پیش کر رہے ہیں، یہ اعداد و شمار دس سال پہلے کے ہیں۔ میڈیا میں ٹی، وی، ریڈیو، سینما اور ڈرامہ سے صرف نظر کرکے ہم نے صرف نیوز ایجنسیوں، روزناموں، سہ روزہ ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہناموں، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ نکلنے والے اخبارات و رسائل کو لیا ہے۔ یہ اخبارات و رسائل عبرانی، فرنچ، یدیشی یورپین یہودیوں کی زبان) جرمن اور انگریزی، پرتگالی، اسپینی، روسی و افریقی اور مقامی زبانوں میں نکلتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔آسٹریا

ہفت روزہ	۸
ماہنامے	۳
	۱۳

۲:بلجیم

روزنامے	۳
سہ روزہ	۲
ہفت روزہ	۴
ماہنامے	۳
	۱۲

۳۔بلغاریہ

روزنامہ	۱
ہفت روزہ	۲
ماہنامے	۱
	۴

۴۔چیکوسلواکیہ

روزنامہ	۱
ہفت روزہ	۲
ماہنامہ	۲
	۵

۵:ڈنمارک

روزنامے	۲
ہفت روزہ	۳
ماہنامے	۳
ششماہی	۲
سالانہ	۲
	۱۲

۶:فرانس

نیوز ایجنسیز	۳
روزنامے	۸
ہفت روزہ	۱۴
پندرہ روزہ	۹
ماہنامے	۲۰
سہ ماہی	۴
ششماہی	۸
غیر مستقل	۱۴
	۸۰

۷:ہالینڈ

روزنامہ	۱
ہفت روزہ	۴
ماہنامے	۲
	۷

۸:جرمنی

روزنامے	۲
ہفت روزہ	۳
سہ ماہی	۲
ماہنامے	۴
پندرہ روزہ	۲
	۱۳

۹:برطانیہ

نیوز ایجنسیز	۸
روزنامے	۱۰
ہفت روزہ	۱۸
پندرہ روزہ	۶
ماہنامے	۱۵
دوماہی	۱۲
سہ ماہی	۱۶
ششماہی	۱۴
سالانہ	۸
	۱۱۲

۱۰:ترکی

ہفت روزہ	۸
ماہنامے	۲
	۱۰

۱۱۔یونان

روزنامے	۳
ہفت روزہ	۲
پندرہ روزہ	۳
ماہنامے	۲
	۱۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲: اٹلی

روزنامے	۲
ہفت روزہ	۲
پندرہ روزہ	۲
	۶

۱۳: ہنگری

روزنامے	۲
ہفت روزہ	۲
ماہنامے	۴
	۸

۱۴: ناروے

روزنامے	۳
ہفت روزہ	۴
پندرہ روزہ	۳
ماہنامے	۴
	۱۴

۱۵: پولینڈ

روزنامے	۳
ہفت روزہ	۶
سہ روزہ	۲
ماہنامے	۴
سہ ماہی	۶
	۲۱

۱۶۔ ایران

ہفت روزہ:	۱

۱۷۔ رومانیہ

روزنامے	۲
ہفت روزہ	۴
پندرہ روزہ	۲
ماہنامے	۳
ششماہی	۲
	۱۳

۱۸۔ روس

روزنامے	۶
ہفت روزہ	۸
سہ روزہ	۴
	۱۸

۱۹۔ سویڈن

روزنامے	۲
سہ روزہ	۲
ہفت روزہ	۴
ماہنامے	۵
	۱۳

۲۰۔ سوئزرلینڈ

روزنامے	۲
ہفت روزہ	۴
ماہنامے	۴
سہ روزہ	۶
پندرہ روزہ	۴
	۲۰

۲۱: کینیڈا

نیوز ایجنسیز	۲
روزنامے	۶
ہفت روزہ	۱۴
پندرہ روزہ	۲
ماہنامے	۱۳
	۳۷

۲۲۔ یوگوسلاویہ

ہفت روزہ	۴
ماہنامے	۲
	۶

۲۳۔ الجزائر

ہفت روزہ	۲
ماہنامے	۳
سالانہ	۴
	۹

۲۴۔ کینیا

ہفت روزہ	۲
ماہنامے	۳
	۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵۔ مراکش

ہفت روزہ	۲
ماہنامے	۲
سالانہ	۴
	۸

۲۶۔ جنوبی افریقہ

نیوز ایجنسیز	۲
روزنامہ	۱
ہفت روزہ	۸
پندرہ روزہ	۴
ماہنامے	۲۲
دو ماہی	۶
غیر مستقل	۴
سالانہ	۴
	۵۵

۲۷۔ ہندوستان

پندرہ روزہ (انگریزی)	۱
ماہنامے (انگریزی)	۳
	۴

۲۸۔ جنوبی رہوڈیشیا

روزنامہ	۱
ہفت روزہ	۲
ماہنامے	۳
	۶

۲۹۔ اسرائیل

نیوز ایجنسیز	۳
روزنامے (صبح ایڈیشن)	۲۲
روزنامے (شام ایڈیشن)	۶
سہ روزہ	۲۲
ہفت روزہ	۸۲
پندرہ روزہ	۲۷
ماہنامے	۱۱۰
دو ماہی	۶
سہ ماہی	۴۲
غیر مستقل	۸۸
سالانہ	۳۴
	۴۴۲

۳۰۔ فلپائن

روزنامے	۲
ہفت روزہ	۲
ماہنامے	۳
سہ ماہی	۲
	۹

۳۱۔ سنگاپور

روزنامے	۲
ہفت روزہ	۴
ماہنامے	۲
سہ ماہی	۲
	۱۰

۳۲۔ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ

روزنامے	۸
ہفت روزہ	۱۰
ماہنامے	۲۲
سہ ماہی	۶
نیوز ایجنسیز	۴
	۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے مجموعی طور پر ایک ہزار سات سو انسٹھ روزنامے اور چھ سو اڑسٹھ ہفت روزہ رسالے شائع ہوتے ہیں۔ ماہنامے، پندرہ روزہ، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ میگزین ان کے علاوہ ہیں، جن کی طرف ہم نے اشارے کیے ہیں۔ نیویارک پوسٹ، شکاگو سن ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ، وال اسٹریٹ جرنل، ڈیلی نیوز، سن ٹائمز، اسٹار لیجر، نیویارک پوسٹ، اریزونا نیوز، ٹائم، نیوز ویک، ریڈرز ڈائجسٹ جیسے روزنامے اور ہفت روزے اور ماہنامے، عالمی شہرت اور حیثیت رکھتے ہیں اور انگریزی میں شائع ہوتے ہیں اور پوری دنیا میں پڑھے جاتے ہیں۔ ہم یہاں ان امریکی روزناموں اور ہفت روزہ رسالوں، ماہناموں، سہ ماہی و ششماہی اور سالانہ رسالوں کی اجمالی تعداد پیش کرتے ہیں جو یورپی النسل یہودیوں کی زبان یدیشی اور عبرانی میں امریکہ سے شائع ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر صرف امریکہ کی قومی زبان انگریزی ہی میں یہودیوں نے اخبارات، رسالے نہیں نکالے بلکہ اپنی قومی زبان کو بھی غیر معمولی اہمیت انھوں نے دی ہے۔

نیوز ایجنسیاں:	۸
روزنامے:	۳ (ایک یدیشی اور دو عبرانی میں)
ہفت روزہ رسالے:	۹۲
پندرہ روزہ رسالے:	۹۴
ماہنامے:	۹۶
دو ماہی وسہ ماہی	۴۸
ششماہی سالانہ غیر مستقل	۶۸
میزان:	۴۰۹

نوٹ: ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ صرف یہودیوں کی ایک فیملی، نیوہاوس فیملی گروپ اڑتالیس روزناموں اور بیس مشہور ہفت روزہ رسالوں کا مالک ہے۔ یہ اعداد و شمار شمالی امریکہ کے ۸۹ شہروں سے شائع ہونے والے اخبارات و رسائل کے ہیں اور صرف دو زبانوں یدیش اور عبرانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہیں۔

۳۴: وسطی اور جنوبی امریکہ:

نیوز ایجنسیز:۴، روز نامے:۸۔ سہ روزہ:۱۲۔ ہفت روزہ:۱۹۔ پندرہ روزہ:۲۲۔ ماہنامے: ۶۴۔ سہ ماہی:۱۲۔ ششماہی:۳۸۔ غیر مستقل:۶۴۔ سالانہ:۳۴۔ میزان:۲۷۷

جنوبی اور وسطی امریکہ کے بتیس شہروں سے یہ اخبارات اور رسالے یدلش، عبرانی، پرتگالی، اسپینی اور جرمن زبانوں میں شائع ہوتے ہیں۔

۳۵: ویسٹ انڈیز گوائے اور وینزویلا سے مجموعی طور پر تین روز نامے، دس ہفت روزہ، آٹھ پندرہ روزہ، بارہ ماہنامے، چار سہ ماہی، یدلش اور عبرانی زبان میں شائع ہوتے ہیں۔

امریکہ و برطانیہ سے شائع ہونے والے اخبارات و رسائل کی بڑی تعداد پر یہودی قابض ہیں۔ جن اخبارات و رسائل پر براہ راست ان کا قبضہ نہیں ہے ان پر یہودی اشتہارات کا دباؤ ہے۔

دو سال قبل ساٹھ امریکی روز ناموں کا تحلیل و تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا کہ اڑتالیس اخبارات روزانہ مجموعی طور پر تین سے سات کالم تک یہودی پروپیگنڈہ کے لیے وقف رکھتے ہیں۔ آٹھ امریکی روز نامے یہودیوں سے متعلق تمام خبریں، تجویزیں، تصویریں، اداریے، تبصرے اور تائیدی مراسلے و مضامین کلی طور پر بغیر کسی ترمیم کے اپنے صفحات میں شائع کرتے ہیں حالانکہ یہ اخبارات یہودیوں کی ملکیت نہیں ہیں بلکہ یہودی اشتہارات کے دباؤ کی بنا پر وہ ایسا کرتے ہیں۔

مسیحی معاشرہ کی تباہی میں یہودی میڈیا کا رول:

قرآن کریم اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی انعامات سے نوازا تھا، لیکن انھوں نے ان نعمتوں کی ناقدری کی تو انسانی قیادت و رہنمائی کی باگ ڈور ان سے چھین لی گئی۔ اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبروںؑ کو قتل کیا، کتاب الٰہی میں تحریف کی۔ ان گھناؤنے جرائم کے نتیجہ میں ان کو مختلف امراض میں مبتلا کر دیا گیا۔ یہی امراض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان یہودیوں کی قومی خصوصیات بن گئے یعنی بزدلی، مجرمانہ ذہن اور قساوت قلبی، ناشکری، کذب، بہتان تراشی، مکروفریب اور دھوکہ دہی، مال کی پرستش اور حرام خوری، عہد شکنی اور خیانت، تکبرو غرور، فسق و فجور و بے حیائی، سودخوری اور ذلت ورسوائی۔ ان بدنما داغوں کو دھونے کے لیے یہودیوں نے پہلا نشانہ مسیحیوں کو، پھر مسلمانوں کو، اس کے بعد ساری انسانیت کو بنایا۔

تلمود یہودیوں کی معتبر کتاب ہے، جس کے مطالعہ سے ان کی انسانیت دشمنی اور مسخ فطرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے فرشتوں اور رسولوں کے متعلق یہودیوں کے جو عقائد وخیالات ہیں، ان کو تحریر میں لانے سے انسانیت کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے۔ زمین کے شق ہونے اور آسمان کے پھٹ پڑنے کا اندیشہ ہونے لگتا ہے۔

اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں اور نہ ہی ہمارا یہ موضوع ہے۔ ہم تو اختصار کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کریں گے کہ مغربی یا مسیحی معاشرہ کی تباہی وبربادی کے اسباب ومحرکات کیا ہیں، اور اس معاملہ میں یہودیوں کو کتنی غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی ہے اور اس تباہی و بربادی کے اثرات اسلامی معاشرہ تک کس حد تک پہنچے اور کیسے بھیانک نتائج سامنے آئے۔

مسیحیوں کے متعلق یہودیوں کے عقائد وعزائم:

مسیحیوں سے یہودیوں کی دشمنی اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود یہ مذاہب۔ یہودیوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے ہی حضرت مسیح کو تختۂ دار تک پہنچایا ہے۔ یہودی پیشانی پر لگے اس بدنما داغ کو بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں پاپائے روم نے یہودیوں کے غیر معمولی دباؤ پر ہمیشہ کے لیے دھو دینے کا اعلان کر دیا اور انھیں اس جرم سے بری قرار دیا۔ لیکن مسیحیوں کے متعلق یہودی عقائد بدستور وہی ہیں جو ان کی کتابوں میں موجود ہیں اور جن کی تنفیذ کو اس قوم نے اپنا بنیادی نصب العین بنا رکھا ہے۔ یہودی تلمود سے چند اقتباسات مسیحیوں کے متعلق ملاحظہ فرمائیں:

☆ ہر یہودی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دن میں تین بار مسیحیوں پر لعنت بھیجے اور یہ دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسیحیوں کو نیست ونابود کر دے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ مسیحیوں کا قتل ہر یہودی کے بنیادی فرائض میں سے ہے۔ اگر یہودی مسیحی کو قتل نہ کرے تو ان کے قتل کے اسباب مہیا کرے، یا پھر ان کی بربادی کے اسباب فراہم کرے۔

☆ مسیحیوں کا قتل ان کے فرائض میں ایک ہے جن کی تنفیذ ہر یہودی پر واجب ہے۔

☆ مسیحیوں کا قتل ان کارناموں میں سے ایک ہے جن پر یہودی قاتل کو اللہ تعالیٰ بھرپور بدلہ عطا فرمائے گا۔

☆ مسیحیوں کے ساتھ کسی عہد کی پابندی کسی یہودی کے لیے قطعاً ضروری نہیں۔

☆ مسیحی گرجا گھر غلاظت کا گھر اور ان گرجا گھروں کے واعظ مسیحی پادریوں کی حیثیت بھونکنے والے کتوں کی طرح ہے۔

☆ یہودیوں کو چاہیے کہ وہ مسیحیوں کے ساتھ بے عقل اور رذیل جانوروں جیسا معاملہ کریں۔

☆ مسیحی گرجا گھر گمراہیوں کا مرکز اور بت پرستی کا اڈہ ہیں۔ ان کا تباہ کرنا ہر یہودی کا بنیادی فرض ہے۔

☆ یہودیوں کے لیے جھوٹی قسمیں کھانا اور جھوٹی گواہی دینا جائز ہے تاکہ وہ غیر یہودیوں کو نقصان پہنچا سکیں۔

☆ یہودی اللہ کی منتخب قوم ہے، غیر یہودی جانوروں سے بدتر ہیں۔

☆ ہم یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے خدمت کے لیے دو طرح کے جانور عطا کیے ہیں۔ ایک تو گدھے، کتے، خنزیر، مختلف قسم کے پرندے۔ دوسرے مسیحی، مسلمان اور بدھسٹ وغیرہ۔ انسان اور جانوروں میں جو فرق ہے وہی یہودی اور غیر یہودی کے درمیان ہے۔ غیر یہودی کتوں اور خنزیروں سے بدتر ہیں۔ یہودی کے سامنے اگر بھوکے کتے اور غیر یہودی بیٹھے ہوں تو کتوں کو کھلانا افضل ہے۔

یہ خلاصہ ان عقائد کا ہے جو یہودی مسیحیوں کے متعلق رکھتے ہیں۔ ان عقائد کی تنفیذ کو یہودیوں نے اپنا نصب العین بنا لیا تاکہ ایک طرف تو اپنے مجرمانہ کردار اور بدنما چہرے پر دبیز پردہ ڈال سکیں۔ دوسری طرف پوری انسانیت سے انتقام لے سکیں۔ انھوں نے پہلا نشانہ مسیحیوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بنایا کہ انجیل کی تحریف بلکہ پورے مسیحی ڈھانچے کو یکسر تبدیل کرنے اور پوری مسیحیت کا رخ متضاد سمت میں موڑنے کا کارنامہ یہودیوں ہی نے انجام دیا۔ اسلام کی آمد نے کسی حد تک مسیحیوں کو مذہب کی طرف مائل کیا تھا، لیکن مذہب وسائنس کی کشمکش میں تحریف شدہ مسیحی مذہب کی شکست سے مسیحی معاشرہ کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔ رہی سہی کسر ڈارون اور فرائڈ نے پوری کردی۔ مسیحی تابوت میں آخری کیل کارل مارکس نے ٹھونک دی۔ ان تینوں یہودی شاطروں کے افکار کی تشریح وتطبیق کو یہودی میڈیا نے اپنا بنیادی نصب العین قرار دیا۔ یہودیوں نے مسیحی سماج کو (جو پہلے ہی سے زار ونزار تھا اور مذہب کی گرفت اس پر ڈھیلی پڑ چکی تھی) ٹھکانے لگانے کے لیے جن ذرائع کا انتخاب کیا' وہ حسب ذیل تھے:

ادب، فلم سازی، ڈرامے، تعلیم وتربیت، صحافت اور بعد میں الیکٹرانک میڈیا۔

امریکہ، فرانس اور برطانیہ کی سرزمین کو یہودیوں نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ انھوں نے پوری منصوبہ بندی سے ڈراموں، گانوں اور فحش ناولوں کے ذریعہ نوجوان نسل پر یلغار کی اور اس کو گمراہیوں کے گہرے غار میں دھکیل دیا۔

مغربی ڈراموں کے تحلیل وتجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''اس کائنات اور اس میں موجودہ انسان کی تخلیق بے مقصد ہے۔ دونوں کے درمیان کوئی معقول ومنطقی رابطہ اور رشتہ نہیں، نہ ہی (نعوذ باللہ) اس کائنات کا کوئی خالق ومالک اور مدبر ہے''۔

مشہور ڈرامہ نگار ٹی۔ ولیمز نے اپنے ڈراموں میں کھلے طور پر نئے دور کے امراض کو دور کرنے کے لیے آزاد جنسی تعلقات کی دعوت دی۔ اس نے لکھا کہ جب تک آزادانہ طریقہ سے انسانیت کے درمیان جنسی میل ملاپ نہیں ہوگا اس وقت تک انسان درجۂ کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ ٹی ولیمز نے اپنے مشہور ڈرامہ ''خواہش جس کا نام گاڑی ہے'' میں لکھا ہے کہ جنسی خواہشات اور نفسانی لذت کے آزادانہ حصول سے ہی انسانی تعلقات استوار ہوتے ہیں۔ فرد و سماج کی آزادی کا مطلب جنسی آزادی ہے۔ یہی ہمارے ڈراموں کا بنیادی مقصد ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے ڈرامہ نگار جان وائٹنگ نے ''شیاطین'' نامی ڈرامہ میں سیاسی عروج واقتدار،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دولت مندی اور اسلحہ وجنس کو کامیاب زندگی کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ برطانوی ڈرامہ نگار گلیز کوپر نے اپنے ڈرامہ ''باغیچہ میں سب کچھ ہے'' میں معاشرہ میں حصول عزت و دولت، شہرت و ناموری اور معیار زندگی بلند کرنے کے لیے بدکاری کو بطور پیشہ اختیار کرنے کی زبردست وکالت کی ہے اور اس کو فلسفہ بنا کر عملی و نفسیاتی دلائل کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ دوسرے مغربی ڈرامہ نگاروں میں البیر کامی، سلاکرو، ہارولڈ پنٹر، آرتھر آڈمس یوجن انیل وغیرہ نے خالق کائنات کے متعلق شکوک وشبہات اور انسانوں کے متعلق مایوسی و نامرادی کے احساسات لوگوں کے ذہنوں میں پیدا کیے۔ آخری دور میں سارتر نے کھل کر وجودی فلسفہ کی تلقین کی۔

اس طرح کے ڈرامے امریکی سماج میں اسٹیج کرنے والے فنکار و اداکار سب کے سب یہودی تھے۔ ہنری فورڈ کے تجزیے اور جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۸۵ء تک پورے امریکہ میں ڈراموں اور فلموں پر یہودیوں کی اجارہ داری قائم ہو چکی تھی۔ روزانہ دو گھنٹے تک امریکی نوجوان جب ہیجان انگیز جنسی مناظر دیکھتے اور اس کے گانے اور مکالمے سنتے۔ برہنہ، خوب صورت جسم دیکھتے۔ شبینہ کلبوں میں عریاں رقص کا مشاہدہ کرتے تو ان کے جسم میں آگ سی لگ جاتی۔ اخبارات اور ناول و کہانیوں کے ذریعہ ان کی مزید حوصلہ افزائی کی جاتی۔ جب ان ڈراموں اور فلموں کی مانگ فرانس و برطانیہ اور یورپ کے دوسرے ملکوں سے آنے لگی تو ان یہودی شاطروں نے تجارتی پیمانے پر ان ڈراموں اور ان میں کام کرنے والے فنکاروں کو تیار کر کے باہر بھیجنے کا کام شروع کر دیا۔ یہی حالت فلم سازی کے میدان میں دیکھنے میں آئی۔ فحش گانوں کے سیلاب نے اچھے اچھے گھروں کو متاثر کیا۔ ہنری فورڈ کے بقول اس سے امریکی سماج کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔ رہی سہی اخلاقی قدروں، معمولی مذہبی حس، سماجی بندش اور گرجا کی گرفت کو ملحدانہ نظام تعلیم و تربیت نے ختم کر دیا۔ اگر کسی صاحب ضمیر نے یہودیوں کی اس حرکت پر تنقید کی تو اسے میڈیا کے زور پر معاشرہ میں الگ تھلگ کر دیا گیا اور رزق کے دروازے اس پر بند کر دیے گئے۔

امریکی ڈراموں کے مشہور نقاد ''بیرین گیری'' نے ۲۵ دسمبر ۱۸۹۷ء میں اپنے رسالہ ''ڈرامیٹک میرر'' میں امریکی ڈراموں کا تحلیل و تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ ''عجیب سانحہ یہ ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکی ڈراموں پر وہ جماعت چھائی ہوئی ہے جن کی نشو ونما صحیح طریقہ سے نہیں ہوئی ہے۔ اس قوم کی پوری تاریخ رسوائیوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہ جماعت اول و آخر تاجر اور آبرو باختہ ہے۔ اعلیٰ فنی مہارت، ذوق جمال اور رعنائی خیال سے یکسر محروم ہے۔ جو لوگ اس وقت ڈراموں پر اجارہ داری قائم کیے ہوئے ہیں، وہ ڈراموں میں دوسرے درجہ کی ملازمت کے بھی قابل نہیں۔ ان کی پوری تاریخ رسوائیوں کا مجموعہ ہے اور بیشتر حالات میں ان کی پوری زندگی مجرمانہ ہے۔ اس بنا پر ڈراموں میں ان کا کردار بھی مجرمانہ ہے جو ان کے قومی کردار کا عکس ہے۔"

اس تنقید پر...... جو ایک مسیحی کے قلم سے تھی، پوری یہودی صحافت میں بھونچال آ گیا۔ یہودی سرمایہ داروں نے اس تنقید کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ تمام ڈراموں پر اجارہ داری قائم کر لی۔ دوسری طرف یہودی میڈیا نے مسیحی ناقد کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا۔ اخبارات و رسائل تقسیم کرنے والی یہودی کمپنی نے اس رسالہ کو اپنے یہاں رکھنے اور فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ ڈرامہ پیش کرنے والے اداروں نے اپنے یہاں اس نقاد کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔ تیسری طرف اس اخبار کے خلاف یہودیوں نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا کہ اس تنقید سے ان کے ڈراموں پر اثر پڑا ہے اس لیے دس لاکھ ڈالر جرمانہ ادا کیا جائے اور آخری فیصلہ یہ کیا گیا کہ ڈراموں اور فلموں اور ادبی کتابوں پر فنی تنقید کرنے والے جتنے غیر یہودی ناقدین تھے، ان کو منہ مانگے داموں پر خرید لیا یا پھر ان کی تمام تحریروں کو یہودی صحافت میں ممنوع قرار دے دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میڈیا کے کردار کے بارے میں

یہودی عزائم

(صیہونی پروٹوکول سے ایک اقتباس)

☆ موجودہ دور میں پریس کا کیا کردار ہے؟ یہ پریس یا تو ان جذبات کو ابھارتا اور ہوا دیتا ہے جو ہمارے مقاصد کے لئے ضروری ہوتے ہیں یا دوسری جماعتوں کے خود غرضانہ مقاصد کی خدمت کرتا ہے۔

☆ ہماری اجازت کے بغیر کوئی خبر عوام تک نہیں پہنچ سکے گی، آج کل بھی یہی مقصد اس طرح حاصل ہو رہا ہے چونکہ تمام خبریں چند خبر رساں اداروں کے ذریعہ ہی سے ملتی ہیں جن کے دفتروں میں یہ ساری دنیا سے آ کر جمع ہو جاتی ہیں، اس وقت یہ سارے خبر رساں ادارے ہماری ملکیت ہوں گے اور صرف وہی خبریں شائع کریں گے جن کے شائع کرنے کا ہم حکم دیں گے۔

☆ ادب اور صحافت عوام کا ذہن تیار کرنے کیلئے اہم ستون ہیں، اس لئے بیشتر اخبارات اور رسالے ہم اپنی حکومت کی ملکیت میں رکھیں گے۔ یہ ذرائع ابلاغ نجی ملکیت کے پریس کے منفی اثرات زائل کریں گے اور رائے عامہ پر اثر انداز ہونے کے لئے ہمارے ہاتھوں میں زبردست طاقت ہوں گے، اگر عوام کو ہم دس رسالوں کے اجرا کی اجازت دیں گے تو یہ اجازت اپنے تیس رسالوں کو دیں گے اور جتنے بھی رسالے چھپیں گے ان کا تناسب یہی رہے گا، عوام کو بہر حال اس کا شبہ نہیں ہونے دیا جائے گا، عوام کی نظروں میں اپنا اعتماد بحال رکھنے کے لئے ہم جو رسالے شائع کریں گے وہ بظاہر ہمارے مخالف ہوں گے، اس طرح ہمارے مخالفین بھی کوئی شبہ کئے بغیر ہمارے ہمنوا بن جائیں گے اور ہمارے جال میں پھنس کر بے ضرر ہو جائیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صف اول کے رسالے سرکاری نوعیت کے ہوں گے۔ یہ ہمارے مفادات کی نگرانی کریں گے، اس لئے ان کا اثر نسبتاً کم ہوگا، دوسری صف کے رسالے نیم سرکاری نوعیت کے ہوں گے جن کا کام یہ ہوگا کہ وہ غیر جانبداروں کی توجہ اپنی طرف مبذول کریں گے۔

تیسری صف کے رسالے وہ ہوں گے جو ہم اپنی مخالفت کرنے کے لئے جاری کریں گے، وہ بظاہر کلی طور پر ہماری حکمت عملی کی شدید مخالفت کریں گے، ہمارے ازلی دشمن اس مصنوعی مخالفت کو اپنی آواز سمجھ کر اپنا باطن ہمارے سامنے کھولتے رہیں گے، ہمارے یہ سب اخبارات ہندوؤں کے دیوتا وشنو کی طرح ہوں گے جس کے سو ہاتھ ہوتے ہیں، ان میں سے ہر ایک انگلی حسب ضرورت رائے عامہ کے ہر شعبہ پر رکھی ہوئی ہوگی، جب نبض کی رفتار تیز ہوگی یہ ہاتھ رائے عامہ کا رخ ہمارے نصب العین کی طرف موڑ دیں گے، ہمارے مخالفین کے پاس چونکہ پریس کے ذرائع نہیں ہوں گے جن کے ذریعہ وہ اپنے خیالات کا کما حقہٗ اور حتمی طور پر اظہار کر سکیں ہم پریس کو ان کے خلاف استعمال کر کے فتح حاصل کر لیں گے، دراصل سوائے رسمی تردید کے ہمیں ان کی اصل تردید کرنے کی ضرورت پیش بھی نہیں آئے گی۔

(صیہونی پروٹوکول کی بارہویں دستاویز سے ایک اقتباس)

ذرائع ابلاغ کی تعریف

ذرائع ابلاغ یا پروپیگنڈہ کی تعریف میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ دوسروں پر پروپیگنڈہ کے ذریعہ قابو پانا تاکہ ان کے طرز عمل اور سلوک کو تبدیل کیا جا سکے۔ پروپیگنڈہ میں متعین افکار وخیالات کو اس طرح پھیلایا جاتا ہے کہ دوسروں کی آراء یا سلوک یا دونوں کو متاثر کیا جاتا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر جو پروپیگنڈہ ہوتا ہے اس میں کسی خاص حکومت کی پالیسی اور نقطہ نظر کو اداروں یا افراد اور ملک کے شہریوں تک منتقل کیا جاتا ہے قطع نظر اس کے کہ پروپیگنڈہ کا کام جو لوگ کرتے ہیں ان کی قومیت کیا ہے۔

میڈیا کے ماہرین اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ حکومتوں کی خارجہ پالیسی کے اجزائے ترکیبی میں ذرائع ابلاغ کو کلیدی اہمیت حاصل ہوتی ہے، اس کے علاوہ جو عناصر خارجہ پالیسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اثر انداز ہوتے ہیں ان میں تاریخی پس منظر، جغرافیائی محل وقوع، آبادی، اقتصادی اور فوجی قوت کے ساتھ ساتھ نظریاتی عوامل ومحرکات شامل ہوتے ہیں، اس طرح اس ملک کا سیاسی نظام اور انتظامی صلاحیت بھی موثر کردار ادا کرتے ہیں، پھر خارجہ پالیسی کی تنفیذ کے کلیدی وسیلہ میڈیا کا سہارا لے کر فوجی، سیاسی، اقتصادی، نیز مقامی حالات کو سامنے رکھ کر پروپیگنڈہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ غیر حقیقی افکار وخیالات اور باطل عقائد ونظریات کو غیروں کے دل ودماغ میں اچھی طرح راسخ کر دیا جاتا ہے، پھر ان سے اسی وقت کام لیا جاتا ہے جب کوئی بحران سامنے آتا ہے اور ایسے موقع پر اس ملک کی فوجی، اقتصادی اور سیاسی قوت اور اس ملک کی رائے عامہ کی نفسیاتی کیفیت وخصوصیت، نیز پروپیگنڈہ کے وسائل یہ سب مل کر ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حالات سے مزید واقفیت کی طلب وجستجو میں اضافہ ہو جاتا ہے، یہی وہ موقع ہوتا ہے جب افراد اور جماعتوں کی ذہن سازی اور ان پر اثر انداز ہونے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ بحرانی حالات میں تعلیم یافتہ طبقہ کی نفسیات اور ذہنی حساسیت بہت بڑھ جاتی ہے اور وہ ایسے مواقع پر پروپیگنڈہ کی پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس طرح پروپیگنڈہ کی کامیابی میں بہترین قومی واقتصادی طاقت اور سرگرم سفارتی جدوجہد سب ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک بنیادی حقیقت ہے کہ پروپیگنڈہ کا کام کرنے والے اور اس کی منصوبہ بندی کے پس پردہ جو دماغ ہوتے ہیں ان کی صلاحیت واستعداد پر سارا دارومدار ہوتا ہے۔

پروپیگنڈہ کے ذریعہ دشمنوں کے خلاف نفرت وعداوت کے شعلہ کو تیز کرنا، دوست ملکوں کی دوستی کو باقی رکھنا، غیر جانبدار ملکوں کی توجہ اور ہمدردی حاصل کرنا، دشمن کی معنوی روح کو ختم کرنا، ان سب امور کا انحصار پروپیگنڈہ کی منصوبہ بندی، سیاسی اور قومی مقاصد کے ساتھ انکی ہم آہنگی وربط، پروپیگنڈہ کی تنفیذ کے وسائل کی نوعیت اور اس تنفیذ کی مسلسل نگرانی اور آئندہ کے مراحل میں نئی منصوبہ بندی پر ہوتا ہے۔

پروپیگنڈہ کو کامیاب بنانے کے لئے طاقتور سیاسی پارٹیوں، ان کے قائدین، دانشگاہوں کے دانشور، عوام سے ربط اور اس ملک کی مقتدر اور نمائندہ شخصیتوں سے تعلق ضروری ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغربی میڈیا کی پالیسی:

اس تمہید کے بعد ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کے درمیان افہام وتفہیم اور ربط وتعاون کے سلسلہ میں مغربی میڈیا کے رول پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ ان کی بنیادی پالیسی پوری طرح ان کے قومی مفاد اور مصالح کے ماتحت ہے، کوئی خبر خواہ وہ کتنی ہی معمولی ہو یا بڑی ہو، اس کی نوعیت کچھ بھی ہو، یہاں تک کہ تصویریں اور کارٹون بھی مغربی میڈیا کے مالکوں کے مذہبی اور قومی مفادات کے ترجمان ہوتے ہیں۔

جب سے ذرائع ابلاغ کو یہودیوں نے دوسرا بڑا ستون قرار دیا ہے اور وہ اس پر پوری طرح قابض و متصرف ہوئے ہیں' اس وقت سے یکطرفہ ٹریفک کے اصول پر یہودی افکار وعقائد ہی کو پوری دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ بالفاظ دیگر ہم یہ پورے وثوق واعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ اس دور میں پچانوے فیصد میڈیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور وہی پوری دنیا کی ذہن سازی کا کام کر رہے ہیں۔ وہ جدھر چاہتے ہیں اسی طرف رائے عامہ جھکتی ہے، یہودیوں کی پسند پوری دنیا کی پسند، ان کا ذوق پورے عالم کا ذوق، اور ان کی کراہیت ونفرت کا جو نشانہ بنتا ہے پوری دنیا اس سے نفرت کرتی اور اس کے وجود کو ملیا میٹ کرنے کیلئے پوری قوت سے تیار رہتی ہے، یہودی دماغوں سے نکلے ہوئے افکار وخیالات چاہے ان کا تعلق تہذیب وتمدن سے ہو یا سیاسیات واقتصادیات سے، معیار زندگی یا فیشن اور لباس کے تراش خراش اور رنگ وبو سے متعلق، پوری مہذب دنیا اسکے پیچھے دیوانہ کی طرح لگ جاتی ہے اور اس پر عمل کرنا اپنا دین وایمان قرار دیتی ہے۔

آخر ایسا کیوں ہے، اس لئے کہ ذرائع ابلاغ اور اقتصادیات جیسے دو مضبوط و مستحکم ستونوں پر ان کی عمارت قائم ہے۔

مغربی نیوز ایجنسیوں کی رپورٹنگ:

ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کے درمیان افہام وتفہیم اور ربط وتعاون کے سلسلہ میں بین الاقوامی میڈیا کے رول پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ اگرچہ مغربی نیوز ایجنسیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنی خبروں میں معروضی اور غیر جانبدارانہ پالیسی پر گامزن رہتی ہیں۔ (امریکن خبر رساں ایجنسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اے، ایف، پی (ایسوسی ایٹڈ فرانس پریس) کے دستور میں درج ہے کہ ایجنسی خبروں میں غیر جانبدارانہ پالیسی اختیار کرے گی اور کسی مخصوص جماعت یا متعین نظریہ اور مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ مالی اعتبار سے وہ آزاد ہوگی اور خریداروں کے چندوں پر اس کی آمدنی کا انحصار ہوگا۔لیکن ان ایجنسیوں پر قابض ومتصرف یہودی سرمایہ کاروں سے غیر جانبداری کی توقع ؟......ایں خیال است ومحال است وجنوں کبرت کلمۃ تخرج من افواھم ان یقولون الا کذبا) لیکن اس کے برعکس یہ نیوز ایجنسیاں حالات وواقعات اور حقائق کو عام طور پر مسخ کر کے پیش کرتی ہیں، یا خوبصورت اور دلکش اسلوب واصطلاحات میں جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر پیش کرتی ہیں، ترقی پذیر ملکوں کے ساتھ عموماً اور عالم اسلام کے ساتھ خصوصاً تعاون کے بجائے وہ ایسی فضا تیار کرتی ہیں جن سے اندرونی کشمکش اور انتشار واختلافات کو پھیلنے میں مدد ملے، ان ملکوں کی معمولی کمزوریوں اور دبی ہوئی چنگاریوں اور مخفی اختلافات کو بڑھا چڑھا کر اس طرح پیش کرتی ہیں جیسے یہی بنیادی مسائل ہیں، قومی سطح کی شخصیتوں اور بے داغ رہنماؤں اور بلند کردار کے قائدین کی کردار کشی کی مہم بھی وقفہ وقفہ سے جاری رہتی ہے اور نئے نئے پہلو سامنے لائے جاتے ہیں۔

مغربی ملکوں کے پالیسی ساز اپنے سازشی منصوبوں کو ہر پہلو سے تیار کر کے نیوز ایجنسیوں کے حوالہ کر دیتے ہیں جہاں سے ایک خاص مدت تک مختلف زاویوں سے اس منصوبہ سے متعلق خبریں شائع کی جاتی ہیں، پھر ان کا تحلیل وتجزیہ سیاسی واقتصادی ماہرین، سفارتی اور خصوصی نامہ نگاروں کے قلم سے کرایا جاتا ہے، راہ چلتے لوگوں کو سماجی کارکن، یونیورسٹی کے پروفیسروں کو دانشور اور عوامی نمائندہ وترجمان بنا کر اپنے مخصوص نقطہ نظر کی تائید وحمایت میں ان سے انٹرویوز اور بیانات لئے جاتے ہیں، اس طرح رائے عامہ ایک خاص درجہ تک تیار کر دی جاتی ہے جس کا ردعمل اخبارات ورسائل کے صفحات سے لگایا جاتا ہے، اس کے بعد اس منصوبہ کا دوسرا جز تنقید کے دائرہ میں لایا جاتا ہے اور اس کو دوسرے زاویے سے آگے بڑھایا جاتا ہے، اس مرحلہ میں احتمالات وامکانات اور کبھی صراحت کے ساتھ بغاوت، کشمکش اور مسلح جدوجہد کی تلقین بھی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے مثلاً:

بظاہر تو ان کا کوئی مخالف نہیں، لیکن اس کا قوی امکان ہے کہ فلاں فلاں شخصیتیں ان کی مخالفت کریں، اس لئے کہ عوام میں ان کی پوزیشن مضبوط ہے۔

جنگ کا امکان تو نہیں لیکن گوریلا جنگ شروع کئے جانے کا خطرہ بڑھ گیا ہے، اس لئے کہ جغرافیائی حالات اس طرز کی جنگ کے لئے موزوں ہیں۔

ان کی حکومت کو فوری طور پر کوئی خطرہ تو نہیں ہے لیکن اخوانیوں سے آگے چل کر یہ خطرہ ہو سکتا ہے' اس لئے وہ کوشش کریں گے کہ دینی جماعتوں پر پابندی لگا دیں۔

یہ دھماکہ کس نے کرایا؟ فی الحال یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ لیکن سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ اس دھماکے کے پیچھے شدت پسند عناصر ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ کچھ عرصہ سے یہ عناصر مساجد میں حکومت مخالف تقریریں کرتے رہے ہیں۔

غیر ملکی سیاحوں پر جو حملے ہوئے ہیں اگرچہ فوری طور پر قاتلوں اور حملہ آوروں کا پتہ نہیں چل سکا ہے لیکن ہمارے سفارتی نامہ نگار نے سرکاری اور آزادانہ ذرائع سے ہمیں یہ اطلاع دی ہے کہ اس کے پیچھے الجماعات الاسلامیہ کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ یہ وہی جماعت ہے جو فنڈ امنٹلسٹ ہے' ان کی خواتین پردہ کرتی ہیں، اور یہ لوگ امریکی اور یورپی سیاحوں کی آمد کو دینی اعتبار سے حرام سمجھتے ہیں۔''

مغربی ملکوں نے اسلامی ملکوں پر بجائے فوجی حملے کے میڈیا کو اسلحہ کا درجہ دے دیا ہے۔ اسی کو وہ ایسی جنگی مہارت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کہ گھر بیٹھے عالم اسلام میں خاص طور سے اور ترقی پذیر ملکوں میں عام طریقہ سے عوام اور حکومت کو متحارب فریقوں میں تقسیم کر کے خون ریزی کراتے ہیں۔ مندرجہ بالا تکنیک کی مثالوں سے اسلامی ملکوں کی پچاس سالہ تاریخ بھری پڑی ہے۔ مثال کے طور پر عالم عربی میں سیاسی انتشار اور خانہ جنگی و برادر کشی کیلئے فوجی انقلابات کا سہارا مصر و شام، عراق، الجزائر اور تونس میں لیا گیا، مصر و شام اور عراق میں اخوانیوں کے گھیرے اور ہمہ گیر اثرات کو ختم کرنے کے لئے اخوان ہی کے نام سے ریڈیو اسٹیشن قائم کئے گئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔جہاں سے اخوانیوں کے دینی پروگرام نشر کیے جاتے تھے، اوران ہی اسٹیشنوں سے عرب حکومتوں کے خلاف مسلح بغاوت پرآمادہ کیا جاتا تھا، بعد میں جمال عبدالناصر کی فوجی حکومت نے اسیوط کے مقام پر ایسے اسٹیشن کا انکشاف کیا، معلوم ہوا کہ بیرونی طاقتوں کے سہارے یہ اسٹیشن چلائے جارہے تھے لیکن اس وقت تک ہزاروں اخوانی تہ تیغ کیے جاچکے تھے، جیسا کہ ناصر کے بعد تحقیقاتی کمیٹی نے انکشاف کیا تھا، اس طرح ناصر کو مقبول بنانے کے لئے امریکہ نے ایک ماہر کو قاہرہ بھیجا تھا، جس کے مشورے سے جلسہ عام میں ناصر پر قاتلانہ حملہ کا منصوبہ بنایا گیا پھر اس کو بنیاد بنا کر پچاس ہزار اخوانیوں کو ایک رات میں پورے ملک سے گرفتار کرلیا گیا، دوسری مثال اسرائیل سے تعلقات کی بحالی کے بعد کی ہے۔ ہفت روزہ المجتمع کویت کی تحقیق یہ ہے کہ مصر کے ایک بڑے ذمہ دار نے اس کا اعتراف کیا کہ مصر میں ہونے والے سولہ دھماکوں میں غیر ملکی سیاحوں اور مصری ذمہ داروں پر قاتلانہ حملوں کے ویڈیو تیار کرلئے گئے ہیں۔ ان سے یہ حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے کہ ان تمام حوادث میں اسرائیل کی خفیہ سروس موساد اور امریکی ایجنسی سی، آئی، اے ملوث ہیں، جب اس افسر سے پوچھا گیا کہ مصری حکومت ان حقائق کو سامنے کیوں نہیں لاتی تو اس نے بتایا کہ دو بنیادی رکاوٹیں ہیں ایک تو یہ کہ امریکی حکومت ناراض ہوجائے گی کہ اس کی ایجنسی بھی ملوث ہے، دوسرے عوام ناراض ہوجائیں گے ہم ابتک اپنے عوام کو یہی یقین دہانی کراتے آئے ہیں کہ اسرائیل سے تعلقات کا قیام ہمارے حق میں ہے۔مصری وزارت داخلہ کے ماہرین نے مصر کے مختلف مقامات پر ہونیوالے دھماکوں اور قاتلانہ حملوں میں استعمال ہونے والی دھماکہ خیز اشیاء اور گولیوں کے تجزیے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ مادے باہر سے لائے گئے ہیں اور اتنے قیمتی ہیں کہ حکومتیں ہی ان کی متحمل ہوسکتی ہیں، مصری افسر نے فروری ۱۹۹۳ء میں ہونے والے جاسوسی کیس کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ یونانی اور مصری شہریت رکھنے والی یہودی اداکارہ لوسی نے مصر کے چوٹی کے افسروں سے جنسی اور مالی تعلقات قائم کر کے وزارت داخلہ سے وہ فائلیں حاصل کرلیں جن میں سرگرم اخوانیوں کی تفصیلات تھیں پھر انھیں موساد کے قاتل دستوں کے حوالہ کردیا گیا۔ ان دستوں نے مصری پولیس کی وردی میں پولیس مد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیڑ کے ذریعہ سینکڑوں نوجوانوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ دوسری مثال اس افسر نے اگست ۱۹۹۳ء میں اسکندریہ کے ساحل پر دھماکہ کی دی جس میں دھماکہ کی جگہ رکیک عربی میں ایک خط ملا، جس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ دھماکہ اس لئے کیا گیا ہے کہ مصری حکومت کافر اور بے شرم ہے، لوگ ساحلوں پر برہنہ غسل کرتے ہیں، ہم اس حکومت کو ختم کر دیں گے۔ اس کے بعد اسکندریہ یونیورسٹی کے پروفیسروں اور نوجوانوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اس افسر نے بتایا کہ ہم کو حکم ہے کہ ان تمام واقعات کی ذمہ داری اخوان پر ڈال دیں۔

الجزائر میں ہر روز اس طرح کی خبریں معمول بن چکی ہیں، ساٹھ انسانوں کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا، بچوں اور عورتوں کے پیٹ پھاڑ دیئے گئے، پچاس خواتین گھروں سے غائب ہیں، بھرے بازار میں کار بم کے دھماکہ میں اسی آدمی مارے گئے۔ ان خبروں کے متعلق بھی مغربی نیوز ایجنسیاں یہی کہتی ہیں کہ قاتلوں کا پتہ نہیں چل سکا، لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ فنڈا منٹلسٹوں نے یہ حرکت کی ہے اور کہا جاتا ہے کہ حکومت کو بدنام کرنے کے لئے ایسے قتل کرائے جا رہے ہیں۔ چار سال کے اندر ستر ہزار قتل ہو چکے ہیں اور قاتلوں میں سے کسی کا سراغ نہیں لگایا جا سکا۔

عام طور سے مغربی نیوز ایجنسیاں اپنے ملکوں اور سماج سے متعلق نوے فیصدی مثبت خبریں دیتی ہیں، ان کا تعلق زیادہ تر اپنی کامیابیوں، مادی اور سائنسی ترقیوں اور فوجی قوت سے ہوتا ہے، جرائم، تخریب کاری، اور قتل و غارتگری سے متعلق جو خبریں دی جاتی ہیں' ان کا اسلوب و انداز ایسا ہوتا ہے جیسے کہ ان خبروں کی کوئی اہمیت نہیں اور یہ معمول کے مطابق ہیں، اگر کوئی بڑی دھماکہ خیز خبر ہوتی ہے تو اس میں بھی اچھائی کا پہلو تلاش کر لیا جاتا ہے، جیسے جنوری ۱۹۹۳ء میں جب ڈیوڈ قورش کی جماعت پر امریکی فوج نے حملہ کیا اور ڈیڑھ سو انسانوں کو گولیوں سے بھون دیا، یا دو سو افراد نے اجتماعی طور پر خودکشی کر لی، تو مغربی خبر رساں ایجنسیوں نے اتنے بڑے واقعہ کی توجیہہ یہی کی کہ دنیا میں ہر جگہ اور ہر سماج میں ایسے لوگ اور ایسی جماعتیں پائی جاتی ہیں جو معاشرہ سے الگ تھلگ رہتی ہیں، ایسے لوگ نفسیاتی اور ذہنی مریض ہوتے ہیں، ان پر ماہرین کو توجہ دینی چاہیۓ، یورپ وامریکہ سے ہر روز خبریں تسلسل سے آتی رہتی ہیں کہ ایک شخص نے مشین گن سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پچاس آدمیوں کو بھون ڈالا، دوسرے نے تین ہزار خواتین کی عصمت دری کی، پھر انھیں بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا، تیسرے نے تین سو معصوم بچوں کو بدفعلی کے بعد قتل کردیا، اوکلاہوما کی نو منزلہ عمارت کو دھماکہ سے جس شخص نے اڑا دیا' وہ سفید فام امریکی تھا، اس دھماکہ میں ایک ہزار کے قریب جانی نقصانات ہوئے لیکن دھماکہ کرنے والوں کے دین و مذہب اور اس کے قومی تشخص کو نشانہ نہیں بنایا گیا، اسی طرح ایزاک رابین (سابق اسرائیلی وزیراعظم) کا قاتل ایک عام قاتل تھا، قاتل کے مذہب، تہذیب، عقائد اور اس کی قومی خصوصیات کو کسی بھی مغربی خبر رساں ایجنسی یا اخبار ٹی وی نے اپنے نشانہ پر نہیں رکھا، اور نہ ہی فوج و پولیس نے قاتل کے خاندان، دوستوں اور جس کالج یا اسکول میں اس نے تعلیم حاصل کی' ان کے سب لوگوں کو گرفتار کیا یا ان اداروں کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دے کر بند کردیا۔

امریکی ریڈیو نشریات پرائیویٹ اور سرکاری دونوں نوعیت کے ہوتے ہیں، ایک سروے کے مطابق ایک سو پچاس ملین امریکی روزانہ ریڈیو سنتے ہیں، اس طرح امریکہ کی ٹی وی کمپنیوں سے چوبیس گھنٹے پروگرام ہوتے رہتے ہیں، اس سروے کے مطابق امریکی میڈیا سے نشر ہونے والے پروگراموں میں ۹۰٪ پروگرام ایسے ہوتے ہیں جن میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔

وائس آف امریکہ، بی بی سی، ریڈیو اسرائیل، اور ماسکو سے نشر ہونے والے پروگراموں میں فلسطینیوں اور سوڈانیوں کے ساتھ لیبیا، عراق، لبنان اور شام و سعودی عرب کی شخصیتوں اور سماج و مذہب کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ دینی عناصر کو رجعت پرست، تشدد پسند، اور تہذیب و ترقی کے لئے ان کے وجود کو خطرہ قرار دیا جاتا ہے، عرب تعیش پسند ہیں، تاریک خیال ہیں، شراب، جوا، اور جنس ہی ان کا مشغلہ ہے، اگر مغربی دنیا کو کسی سے خطرہ ہوسکتا ہے تو وہ دین دار عناصر ہیں جو تمام سائنسی ترقیوں کے دشمن ہیں اور وہ گھڑی کی سوئی کو ہمیشہ پیچھے لے جانا چاہتے ہیں، اسکے برعکس یہودی اور عیسائی مہذب ہیں، انکی حکومتیں جمہوری ستونوں پر قائم ہیں، جبکہ عالم عربی کی حکومتوں کا نظام فوجی ڈکٹیٹر شپ پر قائم ہے۔ (ایک طرف مغربی ممالک فوجی آمریت کی مذمت کرتے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'دوسری طرف ایسی حکومتوں اوران کے مطلق العنان سربراہوں کی سرپرستی وحمایت بھی کرتے ہیں۔)

مغربی نیوز ایجنسیاں اسلامی دنیا سے متعلق خبروں کی رپورٹنگ کس طرح کرتی ہیں، اورٹی وی کمپنیاں کس طرح ذہن سازی کرتی ہیں' اس کی طرف ہم اجمالی اشارے کر رہے ہیں۔

۱۹۶۳ء میں امریکی صدر جان ایف کینیڈی کے قتل کے بعد پوری مغربی دنیا میں عربوں کے خلاف ایک بھونچال سا آ گیا تھا، اس قتل میں اول وآخر یہودی دماغ اور ہاتھ ملوث تھے لیکن اصل قاتل کوٹھکانے لگا کر یہودی میڈیا نے اپنی طرف سے رخ موڑ کر پوری دنیا کی توجہ بشارہ سرحان کی طرف مبذول کرادی اوراسے قاتل قرار دے کر عربوں اوران کے مذہب کے خلاف طوفان برپا کیا گیا، بشارہ سرحان بتیس سال سے قتل کے الزام میں جیل کے اندر پھانسی کا منتظر ہے۔

۱۹۷۱ء میں مصرواسرائیل کی جنگ کے بعد جب مغربی دنیا کے خلاف پٹرول کی بندش کا اعلان کیا گیا تو خاص طور سے شاہ فیصل شہید کے خلاف زبردست مہم چلائی گئی اوران کے خاندان کے خلاف کردارکشی کے لئے متعدد فلمیں بنائی گئیں، پھر جب ایک سازش کے تحت شاہ فیصل کو شہید کیا گیا تو اس ہولناک واقعہ کی سب سے پہلی خبر رائٹر خبررساں ایجنسی نے پوری دنیا کو اس طرح دی۔

شاہ فیصل کو ان ہی کے خاندان کے ایک نوجوان نے اس وقت گولی ماردی، جب وہ عید میلادالنبی کے موقع پر دربار میں لوگوں سے مبارک بادی وصول کر رہے تھے۔(حالانکہ پوری دنیا کو معلوم ہے کہ سعودی عرب میں یوم میلادالنبیؐ کی تقریب نہیں منائی جاتی۔اس خبر کے منفی اثرات کی ہمہ گیری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔)

اس خبر سے یہ تاثر پوری دنیا کو دیا گیا کہ جس نبیؐ کو پوری دنیا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس نے صلح وآشتی کا پیغام دیا تھا' اسی کے یوم عید میلاد کے موقع پر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو قتل کر دیا، اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ایسا اس مذہب کے ماننے والے کرتے رہتے ہیں، اس واقعہ کے بعد ہی مغربی میڈیا نے اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ سے تشدد کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعات پر مبنی مقالات اور خبروں اور تجزیوں سے ذہن سازی کی ناپاک مہم شروع کر دی۔

مغربی نیوز ایجنسیوں کا بنیادی مقصد دشمنوں کو غلط فہمی یا خوش فہمی میں مبتلا کرنا، شکوک وشبہات کے پہلے مرحلے کے بعد دوسرے مرحلہ میں طاقتور اسلوب میں نیا حملہ کرنا تاکہ شکوک اور تذبذب وتردد کے بعد اپنے ہی مذہب وعقیدے، تہذیب اور ہم وطنوں اور تاریخ کے خلاف نفرت کے بیج بو دیے جائیں، مستشرقین نے یہی اسلوب علمی مضامین میں اختیار کیا۔ دور جدید کے میڈیا نے اس کو صحافتی اور تصویری قالب میں ڈھال دیا۔ (مثال کے طور پر مستشرقین نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کو عرب دنیا کے حالات کا ردعمل قرار دیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ عرب میں ایسے حالات ہو گئے تھے جن میں اس دعوت کو عام قبولیت حاصل ہو گئی۔ ایک دوسرے مستشرق نے اس کے برعکس لکھا ہے کہ عرب ممالک کے حالات سے اس طرح کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی تھی۔)

یہودی میڈیا نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تھوڑے تھوڑے وقفہ سے خبریں جاری کرنا اپنا بنیادی مقصد قرار دے رکھا ہے۔ اس کے لئے منصوبہ سازی بھی ایسی مہارت سے کی جاتی ہے کہ بہت سے لوگوں کا ذہن اس خبر کی تہہ میں کارفرما مقاصد کی طرف نہیں جا سکتا۔ وہ ایسی خبروں کو بعینہٖ قبول کر لیتے ہیں۔

۲۶ فروری ۱۹۹۲ء کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں دھماکہ کرایا گیا، لیکن اس واقعہ کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیسے استعمال کیا جائے تاکہ اس کو بہانا بنا کر یورپ وامریکہ میں مقیم مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کر دی جائے اور ان کی یہاں آمد پر نہ صرف پابندی عائد کر دی جائے بلکہ یہ مطالبہ بھی کر دیا جائے کہ ایسے مسلمانوں کا وجود عیسائیوں اور یہودیوں اور پوری مہذب دنیا کے لئے سنگین خطرہ ہے؟

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دھماکہ سے پہلے دو سال سے یورپ وامریکہ کے معاشرہ پر ان کے اثرات، مساجد، مدارس، اور دیگر اسلامی ودعوتی حیثیت، یورپ وامریکہ کے معاشرہ پر ان کے اثرات، مساجد، مدارس، اور دیگر اسلامی ودعوتی انجمنوں اور اداروں کے قیام پر متعدد دستاویزی فلمیں تیار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جارہی تھیں، وائس آف امریکہ، C.B.S اے، بی، سی، نیویارک ٹائمز، ٹائم، نیوزویک، وال اسٹریٹ جرنل، اور لاس اینجلز ٹائمز نے اپنے نامہ نگاروں کے تیار کئے ہوئے فیچر اور مضامین اور انٹرویوز شائع کئے اور ہر پہلو سے مسلمانوں کی امریکہ میں موجودگی کے دوررس اثرات ونتائج کا تجزیہ کیا، مغربی میڈیا کی مسلمانوں سے غیر معمولی دلچسپی امریکی مسلمانوں کو کھٹک گئی تھی کہ یہ کسی بڑے واقعہ کی تمہید ہے' اس لئے کہ ہر پروگرام کے بعد تہران میں امریکی سفارت خانہ پر قبضہ، لاکربی طیارہ کو بم سے تباہ کرنے، میونخ میں گیارہ اسرائیلی کھلاڑیوں کے فلسطینیوں کے ہاتھوں قتل جیسے واقعات بھی دکھائے جاتے، اور یہ تاثر دیا جاتا کہ اگر مسلمان یورپ وامریکہ مقیم رہے' ان کی تعداد دن بدن بڑھتی رہی، تو وہ کلیدی عہدوں پر قابض ہو جائیں گے۔ چونکہ مسلمانوں کے ہاں چار شادیوں کا رواج ہے جس کی وجہ سے ان کی تعداد بھی غیر معمولی سرعت کے ساتھ بڑھ رہی ہے، اس لئے وہی تجارت وصنعت پر قابض ہو جائیں گے۔ اس لئے ان مسلمانوں سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح ذہن سازی کرنے کے بعد وقت آنے پر ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں دھماکہ کرادیا گیا، اس موقع پر اسرائیلی حکومت نے بغیر کسی جرم کے مقبوضہ علاقوں میں رہنے والے فلسطینی ڈاکٹروں، انجینئروں اور سائنسدانوں کو جلاوطن کر دیا، اس واقعہ پر بڑا ہنگامہ ہوا، لیکن ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دھماکہ میں یہ واقعہ دب کر رہ گیا۔ اس جلاوطنی سے امریکہ کو یہ بھی بتلانا تھا کہ جس طرح ہم نے وطن دشمنی کی سرگرمیوں میں ملوث لوگوں کو گھروں سے نکال دیا ہے' اسی طرح امریکی حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ امریکی مسلمانوں کو نکال دے، اس دھماکہ میں اسرائیلی خفیہ سروس (موساد) اور امریکی سی آئی اے، نیز مصری خفیہ سروس نے مشترکہ طور پر حصہ لیا تھا، دھماکہ کے بعد یہودی میڈیا نے باقاعدہ امریکی حکومت سے مطالبہ کر دیا کہ وہ مسلمانوں کی مزید آمد پر پابندی لگادے اور غیر قانونی طور پر جو لوگ یہاں مقیم ہیں' انہیں وطن سے نکال دے اور یہ قانون بنادے کہ امریکی وزارت داخلہ غیر ملکیوں کو بغیر تحقیق کے ملک سے نکال سکتی ہے۔

اس دھماکہ سے خود امریکی حکومت کو حیرت ہوگئی کہ عام طور پر امریکہ میں مقیم مسلمانوں کے خلاف کوئی رپورٹ نہیں تھی۔ اس دھماکہ کو یہودی میڈیا نے کس طرح عربوں کے خلاف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موڑا، اس کا اندازہ اس کی سرخیوں اور تجزیوں سے لگایا جا سکتا ہے، مثلاً نیو یارک ٹائمز نے اس دھماکہ کے بعد پہلی سرخی یہ لگائی ایک تشدد پسند مسلمان کی گرفتاری۔ یہودی سرمایہ داروں کے ترجمان وال اسٹریٹ جرنل کی سرخی، اس طرح تھی، ہمارے باغیچہ میں تشدد کا اژدہا موجود ہے۔ ایک تیسرے ترجمان جیوش پریس نے اپنے اداریہ کا عنوان یہ رکھا، اسلامی فنڈا منٹلسٹ پوری دنیا کے لئے خطرہ۔

یہودی بلیٹن (ADL) نے اپنے افتتاحیہ کی یہ سرخی جمائی ''حماس'' اسلامی جہاد، اور اخوان امریکہ کیلئے تشدد کا خطرہ''۔ ٹائم نے اپنے پہلے صفحے پر مسجد کے منارہ کو بندوق کی نالی کی شکل میں پیش کیا، اور اس پر یہ عنوان لگایا مساجد کے مینارے بھی بندوق کی نالی کی طرح تشدد اور درندگی کی رمز ہیں۔'' نیوز ویک اس سے کیوں پیچھے رہتا۔ اس کی سرخی اس طرح وارننگ کے انداز میں تھی ہوشیار! خبردار! مسلمان مجاہدین آرہے ہیں۔ فرانسیسی رسالہ لی پوائنٹ نے صفحہ اول پر ایک نقاب پوش خاتون کو اپنے ہاتھوں میں رائفل اٹھاتے ہوئے بتایا اور عنوان یہ لگایا حتیٰ کہ صنف نازک بھی تشدد کی علمبردار ہے۔

کم وبیش اس طرح کے عنوانات، خبریں، تجزیے اور تصویریں، انٹرویوز کے ساتھ شائع کی گئیں۔ اس مہم کے بنیادی مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

امریکی معاشرہ میں، سیاسی، سماجی، ثقافتی، اور دینی سطح پر مسلمانوں کی سرگرمیوں کو کمزور کرنا۔

چونکہ اس صدی کے اختتام تک امریکہ میں مسلمانوں کی عیسائیوں کے بعد دوسری پوزیشن ہو جائیگی اور وہ گہرے اثرات سیاست واقتصادیات پر ڈال سکتے ہیں، اس لئے مزید مسلمانوں کی آمد پر پابندی عائد کرنا، ان کو حقوق شہریت دینے میں دشواریاں پیدا کرنا، کیونکہ مسلمانوں کی بکثرت آمد اور ان کی سرمایہ کاری سے یہودی مفادات پر ضرب کاری لگ رہی ہے۔

امریکی حکومت پر دباؤ ڈالنا تاکہ عرب دنیا اور عالم اسلام کی سرگرم دینی جدوجہد کو ختم کرنے کے لئے وہ حکومتوں کو مجبور کردے اور مالی وفوجی امداد کو اسلام پسندوں کے خاتمے کے ساتھ مشروط کردے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مہم کے نتیجہ میں امریکی حکومت کے دباؤ کی بنا پر متعدد عرب ممالک میں صدقات وزکوۃ جمع و تقسیم کرنے والے خیراتی اداروں اور انجمنوں پر پابندی لگا دی گئی۔ بعض سربراہان مملکت نے اپنے ہی ہم مذہب انسانوں کو تشدد پسند اور فنڈامنٹلسٹ کہا اور جو خیراتی ادارے یتیموں اور بیواؤں کی مدد کررہے تھے یا طلبہ کی تعلیمی کفالت کررہے تھے، اور دینی کتابوں کی اشاعت پر پیسے خرچ کرکے انھیں مفت تقسیم کررہے تھے، ان سب پر پابندی عائد کردی گئی۔ چوٹی کے داعیان اسلام پر میڈیا کے ذریعہ اپنی بات پہنچانے پر پابندی عائد کردی گئی۔ مفید و مؤثر اور طاقت ور اور فعال شخصیتوں کو ان کے کلیدی عہدوں سے برطرف کرکے ان کی جگہ غیر متعلق اشخاص کو رکھا گیا تاکہ وہ عالمی ادارے جو تمام دنیا کے مسلمانوں کو مربوط رکھتے تھے اور دینی جدوجہد میں ان کی مدد اور رہنمائی کرتے تھے، ان کے دور کو ختم کردیا جائے۔

☆ اسلامی ملکوں میں خصوصاً اور یورپ و امریکہ میں عموماً اسلامی بیداری کی لہر کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنا، اس مقصد کے لیے اسرائیل کی زیادہ سے زیادہ تائید وحمایت اور فوجی و اقتصادی امداد پر امریکی حکومت کو آمادہ کیا جائے۔

یہ مقصد بھی امریکی یہودیوں نے اس طرح حاصل کرلیا کہ امریکی دباؤ سے اسرائیل اور فلسطینیوں کے درمیان ایسی صلح کرائی گئی جس میں یہودی کا سو فیصد فائدہ ہوا۔ اس حد تک کہ ان کے تصور سے بھی بالاتر! اور اس واقعہ سے یہودی اتنے مسرور ہوئے کہ ایزاک رابین جیسے کٹر اور متعصب یہودی نے یاسر عرفات کی یہودیت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے یہ تاریخی شہادت دی کہ مجھے ابتدا میں شک تھا کہ آپ یہودی ہیں، لیکن اس صلح کے بعد ہمیں یقین ہوگیا کہ واقعی آپ بڑے مخلص اور پکے یہودی ہیں۔ اس صلح کے بعد امریکی حکومت نے قدس میں اپنے سفارت خانہ کو منتقل کرنے کا فیصلہ کرلیا اور عیسائیوں کے نزدیک مقدس شہر بیت اللحم کو فلسطینیوں کو دے دیا، جن کے سربراہ کی بیوی سہی الطویل ایک عیسائی مبلغ کی بیٹی ہے، اور ان کا پورا سیکرٹریٹ ایسے ہی عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ دوسرا مقصد یہودیوں نے امریکی سرزمین پر اس طرح حاصل کیا کہ صدر کلنٹن نے یہ حکم جاری کردیا کہ فلسطین کے نام سے جتنی تنظیمیں امریکہ کی سرزمین پر سرگرم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل ہیں، ان پر پابندی عائد کردی جائے اور مسلمانوں کی دینی و دعوتی سرگرمیوں کو محدود کر دیا جائے۔ چنانچہ پہلے مرحلہ میں فلوریڈا کے ورلڈ اسلامک اسٹڈیز سینٹر کے دفاتر پر ایف، بی، آئی نے آخری ہفتہ میں چھاپہ مار کر تمام ریکارڈ کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔ مرکز کے صدر ڈاکٹر سامی العریانی کے گھر اور جنوبی فلوریڈا یونیورسٹی میں ان کے دفتر پر بھی چھاپہ مار کر تمام ریکارڈ پر قبضہ کرلیا گیا۔ ڈاکٹر سامی العریانی فلسطینی ہیں، یونیورسٹی کے شعبہ انجینئرنگ سے وابستہ ہیں۔ چند سال ہوئے امریکی شہریت کا مرحلہ بھی انھوں نے طے کرلیا تھا، لیکن قانونی طور پر انھیں شہریت ابھی تک نہیں دی گئی ہے۔ خیال ہے کہ اس کارروائی کا مقصد امریکی شہریت دینے کے فیصلہ میں رکاوٹ ڈالنا ہے' اس لیے کہ ایف، بی، آئی کے ذرائع کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر کے خلاف دلیل تلاش کی جارہی ہے۔ یہودی میڈیا نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر کے خلاف مالی خرد برد کے الزامات ہو سکتے ہیں۔ فلوریڈا کا یہ سنٹر کئی سال سے کام کر رہا ہے۔ متعدد سیمینار بھی کر چکا ہے۔ علمی اور سیاسی موضوعات پر تحقیقات بھی شائع کرتا ہے۔ اگرچہ ڈاکٹر عریانی کو گرفتار نہیں کیا گیا ہے، لیکن اس سے پہلے ڈاکٹر موسیٰ ابومرزوق کو موساد کی رپورٹ پر امریکی ایف، بی، آئی نے نیویارک ایرپورٹ پر اس وقت گرفتار کرلیا جب وہ فلسطین سے واپس آرہے تھے۔ ڈاکٹر موسیٰ ابومرزوق امریکی شہریت رکھتے ہیں۔ بعد میں ان کو رہا کر دیا گیا۔

☆ ۲۹ جنوری ۱۹۸۷ء کو مغربی نیوز ایجنسیوں نے یہ خبر پوری دنیا میں دی کہ جنوبی کوریا کے بوئنگ طیارہ L.L کو دھماکہ سے اڑا دیا گیا ہے۔ دھماکہ سے پہلے یہ جہاز بغداد اور بحرین کے ایئر پورٹ پر اترا تھا۔ خیال ہے کہ اس دھماکہ میں کسی عرب کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔

اس خبر کے ساتھ ہی عربوں اور ان کے مذہب و تہذیب کے خلاف ذرائع ابلاغ میں سیلاب سا آ گیا۔ لیکن جب ۲۵ اپریل ۱۹۸۸ء کو ٹھیک ایک سال کی تحقیقات کے بعد جنوبی کوریا ہی کی ایک خاتون کو مجرم پایا گیا اور اسے پھانسی دیئے جانے کا حکم ہوا اور یہ کہ اس نے یہ جرم شمالی کوریا کے اشارے اور مدد سے کیا تھا، تو اس خبر کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ عربوں کے خلاف جو مہم چلائی گئی تھی' اس کے بارے میں کسی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ابو جہاد (خالد الحسن) کو موساد کے قاتل دستوں نے گھات لگا کر جب قتل کر دیا تو مغربی میڈیا نے اسرائیل کی ذہانت، موساد کے قاتل دستوں کی مہارت، پیشہ ورانہ تربیت کی خوب تشہیر کی۔ اسی طرح جب اسرائیل نے عراق کے ایٹمی پلانٹ پر بمباری کر کے اس کو تباہ و برباد کر دیا تو اس کے ہوابازوں کی جرأت، ماہرین کی منصوبہ بندی اور اسرائیلی جہازوں کی پرواز کی خوب خوب تفصیلات شائع کی گئیں اور اس ڈکیتی کو شجاعت و جرأت سے تعبیر کیا گیا۔

☆خلیجی جنگ اسلحہ کی جنگ نہیں تھی، بلکہ خود میڈیا کے ماہرین نے اسے ذرائع ابلاغ کی جنگ کا نام دیا ہے۔ ایسی جنگ جو صرف میڈیا نے لڑی ہے یا اس کو آلۂ کار بنا کر کھربوں ڈالر عربوں سے وصول کیے گئے اور ان کے سر پر تسلط بھی حاصل کر لیا۔

اس جنگ میں صدام حسین کو امریکہ اور مغربی دنیا کا سب سے بڑا مخالف مشہور کیا گیا اور اس کی نیشنل گارڈ کو دنیا کی طاقت ور ترین اور اعلیٰ درجہ کی ایسی ماہر فوج قرار دیا گیا جو غیر معمولی صلاحیتوں سے مالا مال ہے، اور بہترین اسلحہ سے لیس ہے۔ اس کے مقابلے کے لیے اتنی فوج، اتنے اسلحے (زمینی، فضائی اور بحری) مطلوب ہیں اور یہ کام صرف امریکہ نہیں بلکہ اکیس ملکوں کی مسلح فوج انجام دے سکتی ہے۔ عراق کے صدر صدام حسین اور اس کی فوج کی اتنی بھیانک تصویر کھینچنے کے بعد مغربی میڈیا برابر یہی خبر ساری دنیا کو دیتا رہا کہ امریکہ کا سب سے بڑا دشمن عراق ہے، جب کہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ امریکہ کے منصوبوں کی تنفیذ صدام نے کی تھی اور انھیں مغربی دنیا کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ "اب بھی صدام حسین امریکہ کی ضرورت ہیں۔ ایسے صدام امریکہ ایجاد کرتا رہتا ہے"۔ (نیوز ویک)

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے پردہ سیمیں پر مسلمانوں کی تصویر

عالمی خبر رساں نیوز ایجنسیوں کے ذریعہ یہودی تمہارے دل و دماغ کو دھو رہے ہیں۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق دنیا کے حالات و حوادث کو دیکھنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ واقعی حقائق اور حوادث کیا ہیں۔ اور دوسری طرف فلموں کے ذریعہ ہمارے نوجوانوں اور فرزندان قوم کے دل و دماغ کو اپنے افکار و خیالات کی مسلسل غذا پہنچا رہے ہیں، تاکہ ہمارے بچے جوان ہو کر ان یہودیوں کے دم چھلے اور غلام بن جائیں، اور یہ صرف دو گھنٹہ کے قلیل وقفہ میں، اس وقفہ میں یہودی شاطر فلموں کے ذریعہ ہماری نوجوان اور ابھرتی ہوئی نسل کی عقل و کردار کو مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔ وہی عقل اور کردار جس کی تیاری میں مہینوں اور سالوں اساتذہ اور مربیوں نے صرف کیے تھے۔

امریکی دانشور اڈریان آرکنڈر کی نیویارک میں تقریر (۱۹۳۷/۱۱/۳۱ء)

مغربی فلموں پر ایک نظر:

مغرب نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو جنگ چھیڑ رکھی ہے، وہ توپوں اور بندوقوں کی جنگ نہیں ہے، بلکہ اصل جنگ میڈیا کے ذریعہ لڑی جانے والی جنگ ہے جو اتنے بڑے پیمانے پر لڑی جا رہی ہے جس کی نظیر، وسعت و عمومیت اور دور رس اور گہرے اثرات کے اعتبار سے نہیں ملتی۔ یہ جنگ بندوق اور ایٹم بم سے کہیں زیادہ خطرناک اور مہلک ہے۔ میدان جنگ میں ہلاکت خیزی وسیع کرنے اور کاری زخم لگانے کے لیے مغرب نے ایک طرف تو تعلیم کے تیزاب میں مسلمانوں کی خودی کو ڈال کر پگھلا دیا ہے تو دوسری طرف رہی سہی کسر اس نے میڈیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعہ پوری کردی۔ ہماری مراد فلمی صنعت سے ہے جو مکمل طور پر یہودیوں کے قبضے و تصرف میں ہے اور دن ورات بغیر کسی توقف کے کروڑوں ڈالر کے صرفے سے مختلف طریقوں سے ایسی فلمیں بنائی جارہی ہیں جن میں دین اسلام اور مسلمانوں کو اصل نشانہ بنایا جارہا ہے۔ وہ یہ کارنامے انجام دے رہے ہیں اور ہم ثقافت کے نام پر سرکاری پیسوں سے ان فلموں کو زبردستی اپنے مسلمان عوام پر مسلط کررہے ہیں۔ سینما کی اس جنگ کے شعلوں نے ٹیلیویژن کو بھی اپنی زد میں لے لیا ہے۔ اب براہ راست ڈش انٹینا کے ذریعہ ہمارے گھروں پر دن دھاڑے حملے کیے جارہے ہیں۔

صلیبی جنگ میں شکست کے بعد مغرب نے اسلامی دنیا کے خلاف جنگ کی جو منصوبہ بندی کی تھی اور جو مقاصد پیش نظر رکھے گئے تھے، اس کی طرف صراحت کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے امریکن کیتھولک چرچ کی ایک انجمن کے صدر مارشل بولڈاون نے اپنی ایک تقریر میں انجمن کے دوسرے سالانہ اجلاس ۱۹۴۱ء میں کی تھی، جس میں کہا تھا کہ:

''مغرب اسلام کو صرف موجودہ تمدن کے لیے ہی خطرناک نہیں تصور کرتا بلکہ عالم مسیحیت اور مختلف عیسائی فرقوں کی کم از کم ہزار سال سے اس کے ساتھ نبرد آزمائی چلی آرہی ہے، اور یہ جنگ برابر جاری رہے گی''۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغرب کی یہ جنگ پہلے علم وادب کے راستے سے لڑی جارہی تھی۔ ایک صدی سے اس جنگ کو فلموں کے ذریعہ گھر گھر پہنچادیا گیا ہے۔ فلم کا وسیع پردۂ سیمیں اور ٹیلی ویژن کا اثر و ماحول اس بات کے ضامن ہیں کہ مغربی افکار و مقاصد کو زیادہ وسیع پیمانے پر لوگوں کے دل و دماغ میں راسخ کردیا جائے، اور یہ حقیقت ہے کہ کسی ایک واقعہ سے جو مسلمانوں سے متعلق ہو یا اسلام سے اس کی نسبت ہو، مغربی میڈیا نے اس کو پیش کرنے میں چشم پوشی تو دور کی بات ہے، کبھی سہل پسندی سے کام نہیں لیا اور اسلوب بدل بدل کر تسلسل کے ساتھ اس کو نئے قالب میں پیش کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر مہدی سوڈانی کی شخصیت کو دنیا کے پردۂ سیمیں پر ۱۸۸۵ء میں خرطوم نامی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈرامہ کے ذریعہ لندن میں پیش کیا گیا۔ اس میں مہدی کو اسلام کا غلط اور مکروہ کردار بنا کر پیش کیا گیا تھا۔ اس ڈرامہ کو فلم اور ناولوں اور افسانوں کی شکل میں پیش کیا جاتا رہا۔ مثال کے طور پر ''چار پر'' نامی ناول ہے، جس کو اے، آئی، ڈبلیو، سونی نامی انگریز نے اس صدی کے آغاز میں تحریر کیا تھا۔ یہ ایسی کہانی تھی جس کو یہودی فلم سازوں نے نظر انداز نہیں کیا۔ اگرچہ انگریزی ناولوں میں ناقدوں نے اس ناول کو بہت گھٹیا اور پست قرار دیا تھا، لیکن ۱۹۲۹ء میں اس ناول کو یہودی فلم ساز الیگزینڈر نے کورڈا کیرز ولٹن کی ہدایت کاری میں خاموش فلم کی صورت دے دی۔ دوسری فلم ''دریائے نیل کی طغیانی'' ۱۹۵۵ء میں، تیسری فلم مشرقی سوڈان کے نام سے ۱۹۶۴ء میں بالترتیب زولنا کورڈا اور چارس شڈ یڈ (دونوں یہودی) نے بنائی۔ چوتھی فلم ''چار پر'' ۱۹۷۹ء میں فارمن راشوٹ نے ڈان شارپ کی ہدایت کاری میں تیار کی۔

ان چاروں فلموں کا موضوع مہدی سوڈانی کی شخصیت کے پردہ میں اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنانا تھا۔ سینما سازی کی تاریخی کے مرتب جیفرے اب کرڈ اس فلم کے پس منظر کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''چار پر'' کی بنیاد پر جو فلمیں تیار کی گئیں، ان میں فلم کے اصل کردار ہیرو کو ایک ایثار پیشہ شخص کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، وہ سرتاپا ایثار و قربانی کا مجسمہ ہے اور قوانین وضوابط کا پابند۔ جس ملک کے لیے وہ خدمات انجام دیتا ہے وہ اسے بہت عزیز ہے۔ اس کے علاوہ اسے ان لوگوں سے بھی دلی محبت وانسیت ہے جو اس کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ جس ملک میں وہ مقیم ہے اس کے آداب ورسوم اور اعتقادات سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ البتہ وہ مقامی باشندوں کو شورش پر آمادہ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ انقلاب پسندوں اور راہنماؤں کو مادر وطن کے فرزندوں کے دشمنوں کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ چار پر کے عنوان سے جتنی بھی فلمیں بنی ہیں ان سب کا مسلسل پیغام یہی ہے کہ عوام اسی وقت خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں جب کہ ان پر اغیار کا سایہ رہے۔ دوسرا بنیادی مقصد یہ دکھانا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے قول وفعل کا ذرا بھی پاس نہیں، وہ اخلاقی اصولوں سے قطعی بے بہرہ اور تہذیب وتمدن سے عاری بلکہ اس سے متنفر ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ڈرامہ ۱۸۸۵ء میں خرطوم کے نام سے لندن کے اسٹیج پر پیش کیا گیا تھا' اس کو فلمی صورت میں ۱۹۶۲ء میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس فلم میں ایک ایسی قتل گاہ کا منظر پیش کیا گیا ہے جسے مہدی سوڈانی کے پیروکاروں نے برطانوی فوجیوں کے لیے تیار کیا تھا۔ خوں ریزی، دشمنوں کے ناک، کان کاٹنے کے منظر کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ یہ کام مہدی سوڈانی کے سپاہی تکبیر کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ انجام دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''اے میرے آقا! اے مہدی مقدس! ہم نے ہزاروں سپاہیوں کے جسم و جان اور ان کے اسلحہ کو آپ پر قربان کر دیا۔'' یہ سن کر اسی وقت مہدی سوڈانی آسمان کی جانب نظر اٹھاتا اور کہتا ہے: ''اے میرے حبیب! اے رسول خدا!......'' اتنا کہنے کے بعد وہ اپنے چیلوں کی طرف دیکھتا ہے اور کہتا ہے کیا میں نے تمہیں اس معجزے کی خوش خبری نہیں دی تھی کہ غیب سے مدد نازل ہوگی۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ دشمن پر حملہ کرو اور اس کی گولیوں کا خوف دل میں نہ لاؤ، کیونکہ اس سے پہلے کہ وہ تمہارے سینوں میں پیوست ہوں پگھل کر پانی ہو جائیں گی۔

اسلام کی تاریخ کے ساتھ قتل و خوں ریزی کو جس طرح لازم و ملزوم کر دیا گیا ہے' اس کی یہ ایک مثال ہے۔ اس کے کینوس پر آپ اسلامی غزوات کو بھی دیکھ سکتے ہیں یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس طرز پر جو فلمیں تیار کی جاتی ہیں' ان میں اداکاروں کو گراں قدر معاوضے دیئے جاتے ہیں۔ اس بنا پر امریکہ و برطانیہ کے مشہور و معروف سر لارنس اور لاپوریا چارلٹن ہسٹن اور انتھونی کوئن جیسے فنکاروں نے اس فلم میں اداکاری کی۔

مہدی سوڈانی تو دراصل بہانہ ہے اسلام اور اس کی پوری تاریخ کو مسخ کرنے کا جو نئی فلموں کی صورت میں جاری ہے۔ اسلام پر حملہ کرنے کے لیے فلم سازوں اور ہدایت کاروں نے جس وقت مہدی سوڈانی کی شخصیت کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا' اس وقت لارنس کی شخصیت کو بھی اس کی سازشی ذہنیت اور کارنامے کے باعث استعمال کیا گیا، اور اسلامی تاریخ میں اس طرح تحریف کی گئی کہ جو چیزیں اسلامی تاریخ کا کارنامہ تھیں' انھیں مغرب سے منسوب کر دیا گیا۔ (جرجی زیدان کے ناولوں میں یہی کیا گیا ہے۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ضمن میں یہاں لارنس آف عریبیہ کا ذکر کر دینا ضروری ہے۔ یہ فلم ۱۹۶۲ء میں تیار کی گئی تھی، جس کے بنانے والے شام اشپیگل اور ہدایت کار ڈیویڈ لین تھے۔ اس فلم میں عربوں کی بعض حقیقی شخصیتوں کو (جیسے شاہ فیصل) کو بھی دکھایا گیا تھا۔ فلم میں لارنس کے کردار کو شان دار بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ عربوں کو احمق، نادان، غلام اور فقیر و بے نوا کی حیثیت سے دکھایا گیا ہے۔ ان میں بعض لوگوں کیلئے ایک دوسرے کو قتل کرنا معمولی بات ہے۔ مہمان سے جب تک رقم نہیں وصول کر لی جاتی اسے کھانا نہیں دیا جاتا۔ آزادی واستقلال اور عزت نفس سے عربوں کو قطعی بے بہرہ دکھایا گیا ہے۔ فلم میں ہر جگہ اس طرح منظر کشی کی گئی ہے کہ قتل وخوں ریزی کے وقت مسلسل تکبیر کے نعرے بلند کرتے رہتے ہیں۔

یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ شام اشپیگل اور ڈیوڈ لین نامی ان یہودیوں کی اس فلم میں پوری کوشش اس پر مرکوز رہی کہ لارنس کو عربوں کی سرزمین پر پوری آب و تاب کے ساتھ پیش کریں تاکہ ان افراد کی ستائش کی جاسکے جو مشرق وسطیٰ میں استعماری نظام کو قائم اور یہودیوں کے لیے تمام عرب ممالک میں سرزمین فراہم کرنے کے لیے میدان ہموار کر رہے ہیں۔ (مغربی میڈیا مشرق وسطیٰ کے ان حکمرانوں کی واقعی ستائش کر رہا ہے جو اپنے ملک کے جیل خانوں کو ساٹھ اور ستر ہزار انسانوں سے صرف اس لیے بھرتے ہیں کہ وہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے مخالف ہیں، اور نماز روزہ کرتے ہیں اور ڈاڑھی رکھنے کے باغیانہ عمل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ دوسری طرف یہ مسلم حکام اسلامی بنیادوں پر قائم بنکوں اور کمپنیوں کو یہودیوں کے ہاتھ فروخت کر رہے ہیں۔)

اسرائیلی صدر وائزمین نے اپنی کتاب ''تجربہ ولغزش'' میں لکھا ہے کہ ''میں یہاں اعلان کرتا ہوں کہ جنرل لارنس نے جو گراں قدر خدمات ہمارے لیے انجام دی ہیں، ان کے لیے میں موصوف کا شکر گزار ہوں اور ان کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ سرزمین فلسطین پر یہودیوں کی مملکت قائم ہو جائے کہ بعد میں عربوں کا فائدہ ہو''۔

یہ حقیقت ہے کہ پوری فلم وائزمین کے ان ہی الفاظ کے اردگرد گھومتی ہے۔ فلم میں سرسری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر اخوان المسلمین کی سرگرمیوں کو باغیانہ انداز میں دکھایا گیا ہے۔ ترکوں کے خلاف عربوں کی قوم پرستانہ تحریک کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے، تاکہ لارنس کے اس فعل کو ایک انقلابی قدم کہا جا سکے۔ اس فلم میں شریف علی کو، جس کا کردار ایک یہودی اداکار عمر شریف نے ادا کیا ہے، شکل و صورت کے اعتبار سے دوسری عرب شخصیتوں کی مانند پیش کیا گیا ہے، اور تمام عربوں کی شکل و صورت کو مکمل طور پر مسخ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ صہیونیت و مغرب کی ستائش کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

فلموں کی دنیا کو عالم اسلام سے جو عداوت و دشمنی ہے، وہ قطعی واضح ہے اور اس میں کوئی استثنا نہیں ہے۔ بعض عرب حکومتوں نے شمالی افریقہ کی طاقت ور شخصیتوں پر بنائی جانے والی فلموں کو مالی مدد بھی فراہم کی تھی، لیکن بعد میں انھیں افسوس ہوا کہ یہودی فلم سازوں نے انھیں دھوکہ دیا۔ مثال کے طور پر شمالی افریقہ سے متعلق بہت سی فلمیں تیار کی گئیں۔ قلعہ ساگان ۱۹۸۳ء، مروان جدید ۱۹۳۶ء اور جنرل ڈکورٹا ۱۹۳۷ء۔ ان فلموں پر کروڑوں ڈالر صرف کیے گئے لیکن ان میں کہیں بھی امیر عبدالقادر الجزائری اور عبدالکریم خطابی، عبدالحمید بادیس اور عمر مختار وغیرہ کا ذکر نہیں۔ جو فلمیں دوسری جنگ عظیم کی بنیاد پر تیار کی گئیں، ان میں یہ دکھایا گیا کہ عربوں نے اس جنگ میں خیانت و غداری کا ثبوت دیا۔ انھوں نے معمولی پیسوں کی خاطر ہزاروں جرمن فوجیوں کے ساتھ انگریزی فوج کو بھی کٹوا دیا، جو ان عربوں کو معمولی رقم یا لڑکی دیتا تھا، وہ اس کے لیے کام کرتے تھے۔

جنرل پائن نامی فلم کو مثالی قرار دے کر "آسکر" انعام کے ساتھ مزید چھ انعامات دیے گئے۔ اس فلم کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ حقیقی واقعات پر مبنی ہے۔ لیکن اس میں دروغ گوئی اور بہتان تراشی کی وہ آمیزش ہے جو ہالی وڈ کی فلموں کی خصوصیت ہے۔ فلم دیکھنے والا واقعی اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ حقائق کو ہر طرح مسخ کر دیا گیا ہے۔ نیز یہ کوشش بڑے بھونڈے طریقے سے کی گئی ہے کہ یہودی کے کردار کو نمایاں اور عربوں کی شخصیت کو ذلیل و پست بنا کر پیش کیا جائے۔ یہودیوں کو جانباز، بہادر، سخی، شریف، عفو و درگزر کا مجسمہ اور عربوں کو بزدل، کاہل، سست، خائن و بدکردار، بخیل، قاتل و ظالم اور خونخوار بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ ایسے بھی مناظر ہیں کہ امریکی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سپاہی نشہ میں مست ہونے کے باوجود عزت وعصمت کے محافظ اور عرب اس کے برعکس عیاشی کے دلدادہ ہیں۔ یہودیوں کے دلیرانہ کارناموں کو نمایاں کرتے وقت ان کو شہید اوران کی قبروں پر داودی ستارہ کو آب وتاب کے ساتھ چمکتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اداکار نے ہر جگہ اس بات کو مد نظر رکھا ہے کہ ہر حادثہ اور واقعہ میں یہودی متین و باوقار اور متواضع وشریف دکھائی دیں۔

الجزائر سے متعلق دس فلمیں بنائی گئیں۔ ان سب میں الجزائری مجاہدوں کو راہزن اور ڈاکو ظالم بنا کر پیش کیا گیا، اور اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہ دکھایا جائے کہ جو لوگ مسلح ہوکر فرانس کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لیے سامنے آئے، وہ راہزن، مجرم، قاتل، چور، ڈاکو اور لفنگے انسان تھے۔ جن کے لیے معصوم بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا معمولی بات تھی۔ وہ لوگ اس قسم کے جرائم کرنے کے بعد مسجدوں میں نمازیں ادا کرنے لگتے۔

ہالی وڈ کے فلم سازوں کا ہمیشہ اس امر پر اصرار رہتا ہے کہ اہل مغرب اور امریکی باشندوں کے سامنے مسلمانوں کا چہرہ مسخ اور مکروہ بنا کر پیش کریں۔ اس کے بالمقابل صہیونیوں کو مطیع وفرماں بردار بنا کر نمایاں کریں، تا کہ تماشائیوں کے افکار میں ایسے ہیولے کی پرورش ہوسکے کہ جب کوئی امریکی لفظ عرب یا مسلمان سنے تو وہ یہ سوچنے لگے کہ یہ وہ دغاباز اور فریب کار و قاتل و ظالم انسان ہے جو امریکہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جانی دشمن ہے (ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں ۱۹۹۳ء دھاکہ کی امریکی سازش، پھر اپریل ۱۹۹۵ء میں اوکلاہوما میں ہلاکت خیز دھماکوں کے فوراً بعد مغربی میڈیا نے امریکہ اور یورپ میں مقیم مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس طرح کے ڈرامے وقتاً فوقتاً اسٹیج کیے جاتے رہتے ہیں، تا کہ کردار کشی کا عمل تسلسل کے ساتھ جاری رہے) چنانچہ ان کے کردار سے ایسے مکروہ پہلو وابستہ کردیے جاتے ہیں جو انسانی صفات کا ہرگز خاصہ نہیں۔ اسی بنا پر تماشہ بیں یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ایسے انسان دھرتی کے سینے کا بوجھ ہیں اور ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایسے درندہ صفت انسانوں سے جلد از جلد نجات حاصل کرلینا چاہیے۔

پروفیسر ڈگلس کیلز اور مائیکل رامان یان نے اپنی مشترکہ تصنیف میں لکھا ہے کہ نسل پرستی کی رو سے عربوں کو دولت منداور لالچی جماعت کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ تا کہ تماشہ بین کو یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقین ہو جائے کہ تمام اقتصادی بحرانوں کے ذمہ دار یہی متعصب اور دہشت گرد عرب ہیں جو بے گناہ انسانوں کو انتہائی سرد مہری سے قتل کر دیتے ہیں اور اپنے عیش و عشرت کی خاطر یورپ اور امریکہ کے لوگوں پر پٹرول بند کر کے انھیں معاشی طور پر بحران میں مبتلا کرتے ہیں۔

میچ گرین فیلڈ نے نیوز ویک میں لکھا ہے کہ ''آئندہ ہم جو کچھ دیکھیں گے، اس میں یقیناً عہد ماضی کا اعادہ کیا جائے گا، جس میں واقعات کو کم کرنے کی نہیں بلکہ عمومیت و مقبولیت کی خاطر فروغ دینے کی کوشش کی جائے گی اور اس بات کو دہرایا جائے گا کہ عرب دہشت گردی کے ذریعہ مغربی قوموں کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔''

اس طرح مغرب میں تیار ہونے والی ان فلموں میں عرب خواتین کو یا تو ایسی رقاصہ کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے جو اپنے شکم کی نمائش کرتی رہتی ہیں یا انھیں سیاہ عریاں لباس میں نمایاں کیا جاتا ہے۔ مردوں کو بھی بظاہر زائرین کوفہ بنا کر عبا قبا میں ملبوس اور آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگائے اور اونٹوں پر سوار دکھایا جاتا ہے، جن کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ یورپی عورتوں کو اغوا کرتے پھریں۔

پس منظر میں تیل کے کنویں ہوتے ہیں اور دونوں ہاتھوں میں دولت کے انبار۔ عرب خواتین پر یا تو ہمیشہ شہوت سوار رہتی ہے یا وہ ایسی رقاصہ ہوتی ہیں جنہیں رقص و سرود کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں۔ وہ یا تو فحش افعال کی مرتکب ہوتی ہیں یا دوسروں کو اپنے کردار سے خوف زدہ کیے رکھتی ہیں۔ یا انھیں سرتاپا پردہ نشیں و برقعہ پوش خواتین دکھایا جاتا ہے، جن میں ہر ایک اپنے اپنے شوہر کے پیچھے اس طرح چلتی ہے گویا اسے اپنے شوہر کی جدائی ذرا بھی گوارا نہیں (یہ تو مغربی فلموں نے پیش کیا ہے، احسان عبدالقدوس، احمد بہاء الدین اور محمد التابعی و نجیب نے جو تصویر عرب خواتین کی پیش کی ہے، وہ مغرب کی ان تصویروں سے کسی طرح کم نہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب ''ارجوک خذنی من ھذا البرمیل''۔ بطور نمونہ کے من از بیگانہ گاں ہرگز نہ نالم کہ بامن آنچہ کرد)

ایک اور فلم ''تحفہ'' جو برطانیہ میں تیار کی گئی ہے، اس میں ان عرب امراء و شیوخ کی کہانی بیان کی گئی ہے جو اپنے سفر پیرس میں اپنے ہمراہ درجنوں عورتوں کو لے جاتے ہیں۔ پھر ان کو بڑے ہوٹلوں میں بند کر دیتے ہیں اور خود یہ عرب امراء پیرس کی فاحشاؤں کے ساتھ بدمستی کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ دوسری طرف ہوٹلوں میں مقیم عرب خواتین ہوٹل کے بوڑھے ملازمین کے ساتھ بدکاری میں ملوث ہوتی ہیں۔

ہم یہاں میٹرو گولڈن، فلم ساز کمپنی (یہودی ملکیت) کی تیار کی ہوئی دو فلموں کا تجزیہ پیش کرتے ہیں، جن میں سے ایک بظاہر بچوں اور نوجوانوں کے لیے ہے اور دوسری سائنسی ترقی دکھانے کے مقصد سے تیار کی گئی ہے۔ لیکن دونوں فلموں کو کس طرح عربوں کے خلاف استعمال کیا گیا ہے، وہ مکالمہ نویس اور منصوبہ بندی کرنے والے کی ذہانت ظاہر کرتی ہے اور یہود کی سازشی ذہنوں کی بھی۔

پردار بلی:

یہ فلم میٹرو گولڈن کمپنی نے بچوں اور نوجوانوں کیلئے تیار کی تھی، لیکن اس فلم میں جو اصول اور نظریات مدنظر رکھے گئے ہیں، انکی رو سے بچوں سے زیادہ بڑی عمر کے لوگ اسے دیکھنے کے متمنی اور مشتاق تھے۔

یہ کہانی اس خوب صورت ننھی بلی کی ہے جو کسی دور دراز مقام پر واقع سیارہ سے آ گئی ہے۔ یہ ایسا سیارہ ہے جہاں صرف بلیاں ہی رہتی ہیں اور سب کی سب ہوشیار و عقل مند، اس بلی کے گلے میں پٹہ بھی بندھا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس بلی میں ایسی غیر معمولی طاقت آ گئی تھی کہ وہ ہر چیز پر قابو پا لیتی تھی۔

بچوں کے سادہ اور معصوم ذہنوں اور دلوں پر مشرکانہ عقائد نقش کر دینے کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف نفرت و عداوت کی پرورش کی اس یہودی سازش اور منصوبہ بندی کے وسیع و عمیق غیر معمولی دور رس اثرات و نتائج کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ مشرکانہ عقائد کو ویڈیو اور ٹی وی گیمز کے ذریعہ بھی بچوں کے دل و دماغ پر لکھا جا رہا ہے۔ اس طرح کی گیمز عرب ممالک میں عام ہیں اور گھر گھر دیکھی جاتی ہیں۔

بہت سے حادثات و واقعات گزر جانے کے بعد ایک امریکی دانشور یہ کوشش کرنے لگتا ہے کہ اس بلی کے پٹے کو کسی مفید کام کے لیے استعمال کرے اور اس کے ذریعہ تیسری دنیا کے لوگوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مشکلات حل کر دے۔ اس خیال کے پیش نظر وہ بلی سے پیار کرنے لگتا ہے۔ بلی بھی اس امریکی دانشور کی مدد کرنا چاہتی ہے اور اس نظریے سے وہ اس دانشور کو جو مغربی انسانوں کی ایک نمایاں شخصیت ہے، بڑے سودمند مشورے دیتی ہے۔ اسی اثنا میں ایک ایسا خطرناک گروہ کہیں سے پیدا ہو جاتا ہے جو یہ کوشش کرنے لگتا ہے کہ اس بلی کا پٹہ حاصل کر کے ساری دنیا پر قبضہ کر لے۔ اس گروہ کے افراد اس لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں جس کا چلن عربوں میں عام ہے۔ وہ تلوار ہاتھوں میں لیے نمایاں ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو احمد، محمد اور جعفر اور علی و یوسف جیسے ناموں سے پکارتے ہیں۔

اس خیال کے پیش نظر کہ تمام فلم کے کردار کو مکمل طور پر مکروہ شکل میں پیش کیا جائے، اس گروہ کے سردار (جس کا نام عمر ہے) کی پناہ گاہ کو مسجد قرار دیا گیا ہے۔ فلم میں جگہ جگہ ایسے مناظر مہیا کئے گئے ہیں جن میں دکھایا گیا ہے کہ مسجد کی حدود میں عیش و عشرت کی محفلیں گرم ہوتی ہیں اور میخواری کا دور چل رہا ہے۔ یہ محفلیں اس وقت برخواست ہوتی ہیں جب اذان کی آواز آتی ہے، چنانچہ وہ سب نماز میں شریک ہو جاتے ہیں (امریکہ کے بعض شہروں سیاٹل وغیرہ میں شراب خانوں کی عمارت مسجد کی شکل میں بنائی گئی ہے اور نام بھی عرب مسجد کا دیا گیا ہے۔ لندن، پیرس اور تل ابیب میں شبینہ کلبوں اور شراب خانوں کی عمارت کو سبز گنبد اور مینار سے مزین کر کے ان کے نام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام پر رکھے گئے ہیں) اس طریقہ سے یہ دکھایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ چونکہ شرپسندی کے مراکز ہیں، اس لیے انہیں نیست و نابود کر دینا چاہیے۔ چنانچہ فلم کے آخری منظر میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اس گروہ کی وجہ سے مسجد کو شہید کر دیا گیا۔

دوسری فلم ''غبارہ جہاز'' ہے جسے اس فلم ساز کمپنی نے ۱۹۸۱ء میں تیار کیا تھا۔ اس فلم کی کہانی اس سائنسی سفر سے متعلق ہے جسے امریکی دانشوروں کی ایک جماعت نے غبارہ جہاز کے ذریعہ شروع کیا تھا۔ جس میں ایک سنہرے بالوں والی حسینہ دانشور بھی شامل تھی۔ سفر کے دوران جہاز خراب ہو جاتا ہے اور یہ گروہ افریقہ کے وحشی آدم خوروں کے ہاتھ گرفتار ہو جاتا ہے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد اس غبارہ جہاز کے ذریعہ عین اس وقت جبکہ افریقی باشندے انھیں قتل کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران کے گوشت کو پکا کر کھانے کا بندوبست کر رہے ہوتے ہیں، یہ لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

کچھ دن بعد یہ غبارہ جہاز کسی دور افتادہ صحرا میں ایسی جگہ اترتا ہے' جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے، کیونکہ وہاں بکثرت مینارے موجود ہیں اور وہاں بیشتر لوگ خیموں میں رہتے ہیں اور اس بستی کی کچی سڑکیں اونٹوں کی آمدورفت کی وجہ سے خراب ہوچکی ہیں۔ جس وقت اس شہر کے لوگ غبارہ جہاز کو دیکھتے ہیں تو سوچنے لگتے ہیں کہ آسمان سے کوئی شیطان اتر کر نیچے آرہا ہے۔ چنانچہ خوف کے مارے اس کے آگے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ موذن اذان دینے کے لیے اونچی جگہ پر چڑھ جاتے ہیں اور خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ انھیں اس شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔

جس وقت دانشوروں کی جماعت سامان خوردونوش خریدنے کے لیے ان مسلمان عربوں کے شہر میں آتی ہے تو یہاں کے لوگوں کو اطمینان ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو آسمان سے اتر کر زمین پر آئے ہیں' وہ انہی جیسے انسان ہیں۔ اس لیے وہ ان دانشوروں کو اپنے امیر کے پاس اس کے شان دار محل میں لیجاتے ہیں۔ جس وقت یہ لوگ وہاں پہنچتے ہیں تو امیر شہر اپنے حرم سرا کی عورتوں اور علمائے دین کے درمیان بیٹھا ہوا نظر آتا ہے اور بیک وقت وہاں قرآن خوانی بھی ہوتی ہے اور فحاشی کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔ جس وقت امیر کی نگاہ اس سنہری بالوں والی دانش مند حسینہ پر پڑتی ہے تو وہ یہ فیصلہ کرلیتا ہے کہ اس کو بھی اپنے حرم سرا میں داخل کریگا۔ اس کے بعد ان دانشوروں اور اہل شہر کے درمیان سخت مقابلہ ہوتا ہے۔ بالآخر اسی سنہری بالوں والی حسینہ کی مدد سے یہ لوگ نجات پالیتے ہیں اور غبارہ جہاز میں سوار ہو کر اپنی راہ لیتے ہیں۔

پوری فلم میں مسلمانوں کے خلاف ہر طرح سے دشمنی اور عداوت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں موقع ملا ہے' اس میں اسلام اور مسلمانوں کی زبردست توہین کی گئی ہے۔ بلکہ انھیں ایسی شکل میں دکھایا گیا ہے گویا یہی لوگ آدم خور وحشی ہیں۔ بھرے پرے شہر کو خاک وخون میں ملا کر جب مال غنیمت لے کر واپس جانے لگتے ہیں تو اذانوں اور تکبیروں کے نعروں کے ساتھ واپس چلے جاتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے پردۂ سیمیں پر عربوں اور مسلمانوں کو جن خصوصیات کے ساتھ دکھایا جاتا ہے انھیں ہم چھ عنوانات میں تقسیم کر سکتے ہیں:

ا: دولت کی فراوانی

بطور مثال ایسی چھ فلموں کے نام لیے جا سکتے ہیں جن میں کوئی نہ کوئی ایسا دولت مند عرب موجود ہوتا ہے جو بیہودہ اور فضول باتوں میں ضرور دخل اندازی کرتا ہے، اور اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی بے پناہ دولت کے ذریعہ پوری دنیا پر قبضہ کر لے۔ جن فلموں میں یہ مناظر دکھائے گئے ہیں ان کے نام یہ ہیں: دریائے نیل کے جواہر، عہد و پیمان، بالاتر دفاع، لولیرو، صحرائے یورو گوائے۔ ان کے علاوہ دو ایسی فلموں میں بھی جو ٹیلی ویژن کے لیے ''محاصرہ'' اور ''یرغمالیوں کی پرواز'' کے نام سے ۱۹۸۵ء میں تیار کی گئی تھیں، ان سب میں عربوں کو بیوقوف دولتمند اور عیاش دکھایا گیا ہے۔

۲۔ فتنہ پرور انسان:

عہد و پیمان نامی فلم میں دکھایا گیا ہے کہ فلم کی ہیروئن (گولڈی ہاون) کس طرح اس دہشت پسندانہ سازش کو ناکام بنانے کی کوشش کرتی ہے، جو عرب حکام میں سے ایک نے تیار کی تھی۔ اپنے اس اقدام کی وجہ سے وہ گرفتار بھی کر لی جاتی ہے۔ اس جرم کی اسے یہ سزا دی جاتی ہے کہ اس عرب حاکم سے شادی کر لے ورنہ اس کو امریکہ جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس طریقہ سے عرب حاکم یہ چاہتا ہے کہ وہ اس عورت کے ساتھ داد عیش دے اور جس طرح جب بھی وہ چاہے امریکی سیاست میں دخل اندازی کرے۔ جیسا کہ ہر فلم میں ہوتا آیا ہے وہ ہیروئن عرب حاکم کے چنگل سے نجات پانے میں کامیاب ہو جاتی ہے اور جس وقت وہ امریکی ٹیلی ویژن اسکرین پر آتی ہے تو سارا واقعہ سنانے کے بعد یہی کہتی ہے کہ ''مسلمانوں کا وجود ہمارے عیش و آرام کے لیے مسلسل خطرہ ہے''۔

۳۔ شہوت پرست انسان:

مغرب کے پردۂ سیمیں پر یہ منظر نمایاں کرنے کے لیے ذرا بھی کوتاہی نہیں کی جاتی کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کے معاملے میں عرب اور مسلمان مرد یکساں طور پر شہوت پرست واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ہر وہ شخص جو کسی عورت پر عاشق و فریفتہ ہو جاتا ہے، وہ کسی طرح بھی اپنی شہوت رانی کے عمل میں سیر نہیں ہوتا۔ عورت اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے، بالخصوص یورپین عورت جس کے بال سنہرے ہوں۔ اس قسم کے مناظر ان فلموں میں بھی دکھائے جاتے ہیں جن کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ وہ ہر قسم کی جانب داری سے لاتعلق ہے۔ "میونخ کی کارگزاریاں" نامی فلم کو لیجیے جس کے نمایاں اداکار اسپنسر اور ٹرانس بل ہیں۔ یہ فلم تمام عرب ممالک اور اسرائیل میں دکھائی گئی ہے۔ اگرچہ فلم سازوں کا دعویٰ ہے کہ اس فلم میں غیر جانبداری سے کام لیا گیا ہے، مگر اس کے باوجود عربوں کے خلاف جو نفرت کی جنگ چلی آرہی ہے، اسے ایسی خوبی سے اس فلم میں پیش کیا گیا ہے کہ عرب تماشہ بین اسے محسوس نہیں کرتے ہیں۔ مگر یورپی اور امریکی تماشہ بینوں کی نظریں اس حقیقت تک پہنچ جاتی ہیں کہ جس چہرہ کو پردۂ سیمیں پر نمایاں کیا گیا ہے، وہ اس شخص کا چہرہ ہے جو سنہرے بالوں والی لڑکی کے حسن و جمال کی تاب نہیں لاسکتا ہے اور اس کے سامنے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ جس وقت عرب ممالک میں تعمیراتی کام کے سلسلے میں گفتگو ناکام ہو جاتی ہے اور امریکی وزارت دفاع کے ذمہ داروں سے امریکی ہوائی جہاز کی اربوں ڈالر کی قیمت کی خریداری کی گفتگو کامیابی سے دوچار نہیں ہوتی تو عرب وفود کی رہبری کے لیے سنہرے بالوں والی ایئر ہوسٹس کو بھیجا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ لڑکی انھیں جلد ہی رام کر لے گی۔ اس عورت کے ذریعہ جو مطالبات کیے گئے تھے، اس کا نتیجہ بہت جلد حسب مرضی برآمد ہوتا ہے اور جو سودا پہلے دس ارب ڈالر میں طے نہیں ہو رہا تھا، وہ بیس ارب ڈالر میں طے کر لیا جاتا ہے۔ اس بات کو بہت سادہ طریقے سے بغیر گفتگو کے ثابت کر دیا جاتا ہے۔

بولیرو نامی فلم میں دکھایا گیا ہے کہ ایک عرب شیخ جب ایک دولت مند جوان خاتون کو راضی کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ اسے اغوا کر لیتا ہے۔

"دریائے نیل کے جواہر" نامی فلم میں دکھایا گیا ہے کہ فلم کی ہیروئن ایک عرب حکمران کے محل میں داخل ہوتی ہے کہ اسکی سوانح عمری لکھ سکے۔ یہاں پہنچ کر اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ جال میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھنس گئی ہے اور وہ اس حکمران کی قید میں ہے۔ اسے جلد ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ جنسی اعتبار سے وہ حکمران کمزور ہے۔

۴۔ سطحی انسان:

''صحرا'' نامی فلم (جون ۱۹۸۴ء میں بنائی گئی ہے) میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عرب جادو اور ٹونے پر یقین رکھتے ہیں اور جو کام بھی کرتے ہیں' ان پر ہنسی آتی ہے۔

''گولی'' نامی فلم کا پہلا حصہ ۱۹۸۱ء میں دوسرا حصہ ۱۹۸۴ء میں تیار کیا گیا تھا۔ اس فلم میں یہ دکھایا گیا ہے کہ امیر فلافل (عرب شیخ) اپنے لڑکے عبد ابن فلافل کو سرزنش کرتا ہے کہ وہ موٹروں کی دوڑ کیوں ہار گیا۔ بیٹے کے اوپر باپ جھلا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میری بدصورت ترین بیوی کی نالائق اولاد یہ دو ملین ڈالر کی رقم لے اور امریکہ چلا جا۔ شاید وہاں تو دوڑ کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائے۔ اس مکالمہ کے بعد بہت مضحکہ خیز اور خود غرضی پر مبنی مناظر سے گزرنے کے بعد ایک منظر سامنے آتا ہے جس میں فلافل کہتا ہے کہ رات خدا نے میرے پاس آ کر مجھے حکم دیا ہے کہ اپنی دولت کو لوگوں میں تقسیم کر دوں۔ اب یہ رقم لے اور کپڑوں سے بھری الماری خرید کر لے آ۔ لڑکے کو اس حال میں دکھایا گیا ہے کہ وہ کوئی مغربی دھن گنگنا رہا ہے۔ وہ باپ سے یوں ہم کلام ہوتا ہے۔ چونکہ تجھے یہ دھن پسند ہے' اس لیے میں نے اس کمپنی کو جس نے یہ دھن تیار کی تھی' اڑتا لیس ملین ڈالر کے عوض خرید لیا ہے۔

۵۔ شیطان آدمی:

عرب جب کسی کا قتل کرتے ہیں تو بڑی بے رحمی اور بے دردی سے یہ کام انجام دیتے ہیں۔ یہ وہ منظر ہے جسے بعض فلموں میں بڑی آب و تاب سے نمایاں کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کا عربوں کی زندگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ مگر یہ کام اس غرض سے کیا جاتا ہے کہ عربوں کو پست و ذلیل اور قاتل و ظالم کی صورت میں دکھایا جائے۔ چنانچہ ''شیطان'' نامی فلم میں جو ۱۹۸۴ء میں تیار کی گئی تھی، جارج ہرنس کو شیطان کے روپ میں دکھایا گیا ہے، اسے اس بات پر فخر ہے کہ ایک عرب سربراہ کا پیرو ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ آئندہ کے لیے خطرہ:

یہ اس فلم کا نام ہے جو ۱۹۸۵ء میں صرف اس مقصد کے لیے تیار کی گئی کہ عربوں سے خصوصاً اور تمام مسلمانوں سے عموماً چوکنا اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ عربوں کو ایسے اسلامی بم کی تلاش ہے جس کے ذریعہ وہ ترقی یافتہ دنیا کو تباہ و برباد کر سکیں۔

مغربی ٹی وی کمپنیوں کے ذریعہ مسلمانوں کی کردار کشی:

مغربی ٹیلی ویژن کا کردار کسی بھی طرح مغربی فلموں سے کم نہیں، بلکہ ہر لمحہ ٹی وی خبروں کی عالمی سطح پر نشر و اشاعت کی سہولت کی وجہ سے پوری دنیا میں کروڑوں انسانوں کے دل و دماغ کو ایک لمحہ میں متاثر کرنے اور ان کے نقطہ نظر کو تبدیل کرنے کا موثر ترین اور طاقت ور ہتھیار ہے، جو صرف اور صرف یہودی شاطروں کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ ٹی وی کی خبروں اور تصویروں کے تسلسل سے مشاہدین کو ایک لمحہ کیلئے یہ موقع نہیں ملتا کہ وہ خیر و شر کے درمیان تمیز کر سکیں۔ اسلئے کہ واقعات کو دیکھتا اور سنتا ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ٹی وی کی ہر بات سو فیصد درست ہے۔ خبروں کی رپورٹنگ کے علاوہ سیریز کے ذریعہ بھی مشاہدین کی ذہن سازی کی جاتی ہے۔ تیسری طرف تجارتی اشتہارات بھی اس طرح تیار کیے جاتے ہیں، جن سے ایک طرف مصنوعات کا تعارف کرایا جائے، دوسری طرف اپنے دشمنوں کیخلاف مشاہدین کے ذہنوں کو مسموم کر دیا جائے۔ اسکے ساتھ بداخلاقی اور فواحش کو فروغ دینے کا کام بھی ہو جائے۔ مندرجہ ذیل نمونہ سے آپ یہودیوں کی اسلام دشمنی، عربوں سے خصوصی بغض و کینہ اور مغربی قوموں کو دھوکہ و فریب دینے میں انکی چالاکی و ذہانت اور سازشی فطرت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

امریکی ٹی وی کمپنی N.B.C. نیشنل براڈ کاسٹنگ کمپنی نے فروری ۱۹۶۴ء میں ''تحریف شدہ تورات'' نامی ایک فلم تیار کی۔ ایک مسیحی پادری اسٹاک نے ہیرو کا کردار ادا کیا ہے۔ اس فلم میں بڑی ذہانت اور مہارت سے عام امریکی مسیحیوں کو اس بات کا قائل کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہودیوں اور مسیحیوں کے درمیان عقائد میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے اور یہ کہ یہودیوں پر حضرت مسیح کو قتل کرنے کا جو الزام لگایا جا رہا ہے، یہودی اس سے قطعی بری ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یہودیوں کی منصوبہ بندی اور کوشش اس طرح کامیاب ہوگئی کہ ویٹی کن سٹی پوپ پال نے مرکزی مجلس مشاورت کے جلسہ میں بحث و مباحثہ کے بعد یہ بیان جاری کیا کہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کے قتل سے بری کیے جاتے ہیں۔)

دوسری امریکن ٹی وی کمپنی A.B.C. (امریکن براڈ کاسٹنگ کمپنی) نے مسلسل چار ہفتوں تک اسرائیلی خفیہ ایجنسی سے متعلق ایک سیریز دکھائی جس میں یہود کو مظلوم، شریف اور متین و باوقار قوم کے طور پر دکھایا گیا تھا۔

۱۹۸۲ء میں اسرائیلی فوجوں نے لبنان پر زبردست بمباری کی تھی، پھر صبرا، شتیلا اور عین الحلوۃ میں مقیم فلسطینیوں کا قتل عام کیا تھا۔ امریکی ٹی وی کمپنیوں نے اس قتل عام کی رپورٹنگ جب کی تو اسرائیلیوں کو صاف بری کر کے سارا الزام لبنان کے مارونیوں پر لگا دیا اور بار بار مغربی میڈیا یہودیوں کی برأت کرتی رہی۔ اسی کے ساتھ اے، بی، سی نے عزرا وائزین (سابق اسرائیلی صدر) کی کتاب ''امن کے لیے جنگ'' کے تعارف میں مصنف کا انٹرویو لیا جس میں یہ دکھایا کہ اسرائیل کی ساری جدوجہد امن و خوش حالی کی خاطر ہے، خواہ اس کے لیے لاکھوں انسانوں کو قتل کرنا پڑے۔

امریکن کمپنی کینن کا شمار ٹی وی سیریز تیار کرنے والی مشہور کمپنیوں میں ہوتا ہے۔ اس کے یہودی مالک مناحم گولان ہیں جو ''کینن'' کے نام سے فلمساز کمپنی کے بھی مالک ہیں۔ عالم عربی کے ہر بڑے شہر میں اس کمپنی کی شاخیں ہیں، جہاں سے ہر طرح کے ویڈیو کیسٹ فروخت کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح برطانوی یہودی سرمایہ دار ''لارڈ گرڈ'' E.T.V کمپنی کے مالک ہیں۔ یہ کمپنی ٹی وی سیریز تیار کر کے جنوب مشرقی ایشیا کو سپلائی کرتی ہے۔ ''ڈلاس'' نامی مشہور سیریز اسی فرم نے تیار کی تھی۔

فرانسیسی اور برطانوی ٹی وی کمپنیوں پر بھی یہودی سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ اس لیے ان کے تیار کیے ہوئے سیریز ''عنتیبی ایرپورٹ کی کارروائی'' ''گولڈا میئر'' ''ایک فولادی عورت'' جیسی سیریز تیار کر کے یہودیوں کو پوری دنیا میں بہادر، مہم جو، ذہین اور عمل پسند قوم ثابت کیا گیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

بی۔ بی۔ سی کی زیر نگرانی ٹی وی سیریز تیار کرنے والی کمپنی نے ''انگلش سیکھئے'' نامی کیسٹ جب تیار کیا تو اس تعلیمی ذریعہ کو بھی اسلام دشمنی کے لیے استعمال کرنے سے غفلت نہیں کی۔ مثال کے طور پر ایک کلاس میں جہاں مختلف ملکوں اور قوموں کے طلبہ ہیں، استاذ سوال کرتا ہے کہ غبی اور بیوقوف کے مترادف کوئی لفظ بتاؤ۔ ہندوستانی طالب علم کہتا ہے: غبی و بے قوف کا مطلب ہے ''مسلمان''۔ (مصری ٹی وی پر جو سیریز یا جو ڈرامے پیش کیے جاتے ہیں' ان میں اور سینما میں بھی برے کردار ادا کرنے والے ہیرو کا نام احمد، محمد، عبدالجبار، عمر اور علی رکھے جاتے ہیں: من از بیگانہ گاں............)

ایک ٹی وی ڈرامے میں جو پہلے ۱۹۸۱ء میں اسٹیج پر پیش کیا گیا تھا اور بعد میں اسے ٹی وی کے لیے تیار کیا گیا ''کپکپی'' نامی اس ڈرامہ میں ''محمد عرب'' ہیرو کو ایسے دولت مند کی صورت میں دکھایا جاتا ہے جو قیمتی شراب خریدنے اور انگریز حسینہ کو قیمتی تحفے تحائف دینے کے لیے دس لاکھ ڈالر خرچ کر دیتا ہے۔ لیکن لاکھوں ڈالر خرچ کرنے کے بعد بھی نہ انگریز حسینہ اس کے دام میں پھنستی ہے اور نہ ہی لندن اور پیرس کے حسن و جمال سے وہ لطف اندوز ہونے میں کامیاب ہوتا ہے۔ ہیرو کے نام کے لیے محمد کا انتخاب اور ''عربی'' کا اس کے ساتھ اضافہ، یہ سب عربوں کو بدنام کرنے کی ٹیکنیک ہے، تاکہ ان دونوں الفاظ کے ساتھ جو اسلامی تصورات وابستہ ہیں' ان کو دل و دماغ سے محو کر کے ان کی شبیہ مسخ کر دی جائے۔

ٹیلیویژن چونکہ لاکھوں بلکہ کروڑوں انسان دیکھتے ہیں' اس لیے سب سے زیادہ تجارتی اشتہارات گراں قدر و قیمت کی ٹی وی کمپنیوں کو ملتے ہیں۔ تجارتی اشتہارات کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ مصنوعات کا مؤثر پروپیگنڈہ کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ انکی کھپت ہو۔ اس کے لیے دلچسپ طریقے اختیار کیے جاتے ہیں اور نئی پیکنگ کے ساتھ نئے نئے نام رکھے جاتے ہیں۔ لیکن یہودیوں کی مکاری اور شاطرانہ خباثت نے ان تجارتی اشتہارات کو بھی اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے استعمال کیا ہے اور اس کے لیے وہ اسالیب اختیار کیے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کی طرف شاید شیطان کا ذہن بھی نہیں جا سکتا تھا۔

سی، این، این جیسی مشہور عالم ٹی وی کمپنی پر ایک صابن کے اشتہار کا اعلان اس طرح اناؤنسر کرتا ہے: ''یہ صابن ہر چیز صاف کر سکتا ہے حتیٰ کہ گندے عربوں کو بھی''۔ اس اعلان کے بعد ٹی وی اسکرین پر ایک شخص عربی لباس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے چہرے، ہاتھوں اور لباس پر گندگی ہی گندگی ہے۔ پھر ایک نیم برہنہ نوجوان لڑکی سامنے آتی ہے جو اس عرب کو پانی کے حوض میں دھکا دے کر گرا دیتی ہے اور اس عرب کے جسم کو صابن سے رگڑ کر خوب صاف کرنے لگتی ہے۔ پھر کہتی ہے، معاف کیجیے، ہم چیلنج کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ اور کوئی صابن صاف نہیں کر سکتا۔ اتنے میں ایک نوجوان آتا ہے۔ اس کے ہاتھ سے ایک کاغذ لے کر بڑے جوش وخروش سے وہ نیم برہنہ لڑکی پڑھتی ہے کہ ابھی ابھی لیبارٹری سے اس صابن کے متعلق یہ رپورٹ آئی ہے کہ صابن کے اندر صاف کرنے کی بھرپور صلاحیت ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ عرب اتنا گندا اور میلا کچیلا ہے کہ یہ صابن بھی کام نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ عرب کے لیے کبھی صاف رہنا ممکن بھی نہیں''۔

N.B.C. پر ایک کمپنی نے یہ اشتہار دیا کہ حفاظت خود اختیاری اور عزت وعصمت کی حفاظت کی خاطر ایک خاص قسم کی سیال چیز کا استعمال کمزور لوگ کر کے اپنے کو محفوظ کر سکتے ہیں۔

ایک خوب صورت لڑکی نیم برہنہ اطمینان کے ساتھ ٹہل رہی تھی کہ ایک عرب اچانک سامنے آتا ہے اور اس نوجوان لڑکی سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ پھر خنجر لے کر اس کو خوف زدہ کر کے عصمت دری کی کوشش کرتا ہے۔ اپنی عصمت بچانے کی خاطر وہ لڑکی اس سیال شے کو اس عرب کے منہ پر مار دیتی ہے۔ پھر اچانک وہ عرب بے ہوش ہو جاتا ہے اور وہ لڑکی اس کے منہ پر تھوک کر اپنا راستہ لیتی ہے۔

ایک اٹالین سینما کی اسکرین پر جنسی قوت بڑھانے کی ایک دوا کا اشتہار اس طرح دیا جاتا ہے۔ اسکرین پر ایک بوڑھا کھوسٹ عرب اپنے عربی لباس میں ظاہر ہوتا ہے۔ سر کے سارے بال سفید ہو چکے ہیں۔ کمر جھکی ہوئی ہے۔ وہ ٹہلتا ہوا ایک ایک اسٹال پر پہنچتا ہے جہاں عریاں قسم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جنسی رسالے فروخت ہو رہے ہیں۔ ان عریاں تصویروں کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ ایسے میں جنسی قوت کی دوا کا ایک جرعہ اس عرب کو پیش کیا جاتا ہے، جس کو پیتے ہی بدمست سانڈ کی طرح اٹلی کی شاہراہوں پر لڑکیوں کے پیچھے بھاگنے لگتا ہے اور حیوانوں کی طرف شاہراہ عام پر ناشائستہ حرکتیں کرنے لگتا ہے، جس کو دیکھ کر تماشہ بین قہقہے لگاتے ہیں۔

ٹی وی اور سینما اشتہارات کے علاوہ یہودی کارخانوں کی مصنوعات پر بھی ایسی عبارتیں لکھی جاتی ہیں جن سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں اور ان کے مذہب کی تحقیر و تذلیل ہو۔

بلجیم کی راجدھانی برسلز میں یہودی دوکانوں پر سامان کی پیکنگ کے کاغذ پر سورہ مریم اور سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات طبع کرائی گئیں۔

لندن میں مشہور یہودی ڈپارٹمنٹل سٹور میں مارک اسپنسر نے مردوں اور عورتوں کے اندرونی لباس (انڈرویر) پر کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لکھوایا، لفظ اللہ کو مخصوص جگہ پر رکھا گیا۔ (نعوذ باللہ)

امریکہ کے مشہور جنسی رسالے پلے بوائے اور لندن کے جنسی رسالوں میں برہنہ لڑکیوں کی تصویر کو قرآنی آیات کے ہالے میں دکھایا گیا۔ امریکہ، برطانیہ اور یورپ کے دوسرے شہروں میں برہنہ کلبوں کی عمارت مسجد کی طرح بنا کر اس کے اوپر برقی الفاظ سے مکہ لکھا گیا۔ عرصہ تک مکہ کے انگریزی اسپیلنگ اس طرح لکھی جاتے رہے: MECCA

قبرص کے ایک بدبخت یہودی کارخانہ دار نے اپنے کارخانے کے بنائے ہوئے جوتوں کی ایڑی پر لفظ اللہ جڑ دیا۔

امریکی ہوٹلوں میں ٹوائلٹ پیپر پر عرصہ تک علمائے دین کی تصویریں چھاپی جاتی رہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب دنیا پر مغربی میڈیا کی یورش

تاریخی پس منظر:

یوں تو مغربی ممالک میں سینما، ڈراموں اور صحافت کے دور کا آغاز انیسویں صدی کے نصف آخر میں ہو گیا تھا، لیکن عرب دنیا تک ڈراموں اور فلموں کو مسافت کرنے میں کوئی زیادہ مدت نہیں لگی۔ اس لیے کہ استعماری طاقتوں کے غلبہ اور میڈیا کی صنعت پر یہودی سرمایہ داروں کی اجارہ داری کی بنا پر ۱۸۷۶ء میں صحافت اور ۱۸۹۷ء میں فلمی صنعت نے پہلے مصر و لبنان' اس کے بعد دوسرے عرب ممالک کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ۱۹۱۳ء سے خاموش فلمیں دکھائی جانے لگیں۔

جنوری ۱۸۹۷ء میں جب قاہرہ کے مشہور پارک حدیقۃ الازبکیہ میں سینما کا پہلا شو ہوا تو پورے ملک میں اس کی بڑی شہرت ہوئی۔ اس سینما کے مالکانہ حقوق ایک یہودی فلم ساز ''موسیو ڈلسٹر ولوگو'' کو حاصل تھے۔ مصری حکومت نے اس یہودی کو پورے ملک میں اس فلم کی نمائش کی اجازت دے دی۔

۱۹۰۰ء سے ۱۹۱۷ء تک ایک فرنچ یہودی فلمساز کمپنی، اس کے بعد اٹلی کی دوسری یہودی کمپنی نے ''بنک ڈی روما'' کے مالی تعاون سے فلم کمپنی بنائی۔

۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۷ء تک ترکی کے یہودی سرمایہ داروں ''دارو داد عرفی'' نے اٹلی کے یہودی دولت مند اسٹیفن کے تعاون سے سینما کی صنعت میں سرمایہ کاری کی۔ دوسری دو مصری یہودی بھائیوں ''ابراہام اور بدر لاما'' نے ۱۹۲۶ء میں اسکندریہ میں ایک فلم ساز کمپنی کی بنیاد ڈالی۔ اس کمپنی نے پہلی فلم ''روڈلف ونسٹو'' کے نام سے تیار کی جس میں اول سے آخر تک یہودیوں کی مظلومیت کی تاریخ بیان کی گئی تھی۔ اس کمپنی نے ''صلاح الدین'' نامی فلم بھی بنائی جو فنی خوبیوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سچائی کی ترجمانی اور ٹھوس تاریخی حقائق پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک طاقت ور معلوماتی فلم تھی۔ لیکن ان دو فلموں کے علاوہ دونوں بھائیوں نے ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۷ء تک ستر کے قریب ایسی فلمیں بنائیں جن میں فحاشی و عریانی کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات اور اسلامی شخصیات کے خلاف ایسا زہریلا مواد تھا جنھوں نے نئی نسل کے دل و دماغ کو غیر معمولی حد تک مسموم کر دیا اور اسلام اور اس کی تعلیمات و شخصیات سے نفرت و کراہیت پیدا ہوگئی۔

۱۹۴۸ء سے ۱۹۸۸ء تک جو فلمیں حکومت کے مالی تعاون سے تیار کی گئیں' ان میں ایک سو بیاسی فلمیں ہالی ووڈ کی بنی ہوئی فلموں کا مکمل چربہ اور نقل تھیں۔ باقی دو سو نواسی فلموں میں، جن کی کہانیاں مصری معاشرہ کے گرد گھومتی ہیں، کام کرنے والے مصری اداکاروں میں اسی فیصد تعداد ایسی تھی جو عربی ناموں سے مشہور تھی، لیکن اصلاً وہ لوگ یہودی قومیت رکھتے تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

آسیہ داغر، مزراحی، میشیل شہلوب (عربی نام عمر الشریف)، نجمہ ابراہیم، راقیہ ابراہیم، لیلیٰ مراد، کامیلیا، رجاء عبدہ، جبرئیل تلحمی، ماریہ منیب، جورج ابیض، دولت ابیض، نجیب الریحانی، الیاس مؤدب، یعقوب صنوع، ابو نضارہ، نجویٰ سالم (اصل نام نینات سلام، راقیہ ابراہیم کا اصل نام راشیل ابراہیم لیفی تھا)

فلمی صنعت پر یہودی گرفت کی وجہ سے ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۱ء تک کے مختصر عرصہ میں ہالی ووڈ نے صرف یہودیوں کے موضوع پر ترپن فلمیں تیار کیں جنھیں عربی میں منتقل کیا گیا۔

مصر میں میڈیا کے میدان میں کی جانے والی جدوجہد میں یہودی کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور اسرائیلی صحافی و ادیب فورس شماس (جس کی پیدائش قاہرہ میں ہوئی) لکھتا ہے کہ بیسویں صدی میں عالم عربی میں جو فلمیں، ڈرامے اور اخبارات منظر عام پر آئے، ان کی تاسیس اور ان میں سرمایہ کاری کی حد تک یہودی دولت مندوں کا کام محدود نہیں رہا، بلکہ یہودی اداکاروں نے اپنا اصلی نام مخفی رکھتے ہوئے عربی ناموں سے ان فلموں میں کام کیا۔ تیسری اور چوتھی دہائی میں فلم ساز، ڈرامہ نویس اور ان کے کردار، نغمہ موسیقی، گانوں اور لٹریچر کے تیار کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نمایاں نام یہودیوں کے ہیں۔ مشہور فلم ساز اور پروڈیوسر "ٹوگو مزراحی" نے عربی سینما کی خشت اول مصر میں رکھی تھی۔ لیلیٰ مراد............ جس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا، مشہور مغنیہ یہودی تھی۔ اس طرح اشترشطاح، داؤد حسنی، مراد فرح اور درجنوں صحافی اور نقاد و ادیب یہودی تھے اور اپنے قومی مفاد کے لیے سرگرم عمل تھے۔ اس طرح مصری میڈیا کے در و بست پر یہودی حاوی تھے (ہفت روزہ المجتمع الکویت: ۱۹ اپریل ۱۹۹۴ء)

۱۹۲۶ء سے ۱۹۶۷ء کا طویل دور مصر میں ایسا گزرا ہے جس میں مصری میڈیا کو بھرپور آزادی حاصل تھی۔ چنانچہ اس نے خوب بال و پر نکالے۔ یہودی فلمسازوں نے جو فلمیں اور ڈرامے تیار کیے، مصری دانشوروں کے لٹریچر نے انکے افکار و مقاصد کی تائید و حمایت کی اور نئی نسلوں کے دل و دماغوں میں مسلسل ان پودوں کی غذا فراہم کی۔ چونکہ تعلیمی و ثقافتی مراکز میں کام کرنے والوں کی ذہن سازی پیرس اور لندن میں ہو چکی تھی، اس لیے مغربی افکار و اقدار کو عرب معاشرہ میں جگہ بنانے میں کوئی دشواری اور ادنیٰ درجہ کی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔

سب سے پہلے عرب دانشوروں اور عوم کے ذہنوں کو مغربی افکار و اقدار (لادینیت، اخلاقی انحراف، جنسی اباحیت) کے لیے زمین و فضا تیار کرنے کے لیے عرب قوم پرستوں کے داعیوں کی پوری کھیپ سامنے آئی۔ اس میں سلامہ موسیٰ، ساطع الحصری، جرجی زیدان (بانی دارالہلال)، سلیم و بشارہ تقلا (بانی روزنامہ "الأہرام") قاسم امین، علی عبدالرزاق، لطفی السید، سعد زغلول، لوئس عوض، فکری اباظہ ایڈونیس اور غالی شکری پیش پیش تھے۔ اس ہراول دستہ نے بڑی چالاکی اور ذہانت سے عرب قوم پرستی کے پردے میں لادینیت کے بیج بوئے، جن کے تناور درختوں میں توفیق الحکیم، نجیب محفوظ، احسان عبدالقدوس، لطفی الخولی، احمد عبدالمعطی حجازی، عبدالرحمان الشرقاوی، علی امین، مصطفیٰ امین، محمد التابعی، ذکی عبدالقادر، فاطمہ روز الیوسف، امینۃ السعید، صلاح عبدالصبور، مرسی جمیل عزیز، سعد وہبہ، یوسف السباعی، احمد بہاء الدین، یوسف ادریس، مصطفیٰ بہجت بدوی اور انیس منصور ہیں۔ ان مصنفین اور صحافیوں نے مغربی افکار و قدار کی ترویج و اشاعت کے لیے جن فلموں، ڈراموں اور اخبارات و رسائل اور ناولوں کا سہارا لیا، ان میں چند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام اس طرح ہیں:

روزنامہ الاہرام۔ ماہنامہ الہلال۔ ہفت روزہ المصور۔ روزنامہ الاخبار۔ آخر ساعۃ۔ روز الیوسف حواء۔ الشبکۃ۔ الصیاد، الکواکب، ہو، ہی، صباح الخیر، روزنامہ الجمہوریہ۔

صحافت کے میدان میں فلموں، ناولوں اور ڈراموں میں مندرجہ ذیل نام بطور نمونہ ہیں، ورنہ حد شمار سے باہر ان کی تعداد ہے جنھوں نے عرب دنیا کے دل و دماغ کو مسموم کرنے اور جنسی اباحیت اور اخلاقی انحراف کو عام کرنے اور سماج کے ڈھانچہ کو بکھیرنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

نساء الليل (ناول اور فلم) الكباريه، احترسى من الرجال ، بابا آخر من يعلم، أبى فوق الشجرة، مدرسة المراهقين ،اريد حلا، امراء ة لكل رجل ، المرأة الخائنة، شباب امرأة، عريس لبابا، رحلة فى امرأة، دعونا نحب، امرأة اسمها محمود، انى راحلة، انا امينة، راقصة فى الاجازة، الطريق المسدود، انف و ثلاثة عيون، العذراء و الشعر الابيض، ارجوك خذنى من هذا البرميل، نساء فى حياتى ، يوميات نص الليل، الكرنك، الشحاذ، ثرثره فوق النيل، ميرا مارو المرايا، اولا دحارتنا، اللص الشريف ، البنات لازم تتجوز، بائعات الهوى، نحن لا نحب الكوسة۔ یہ نام ان بے شمار فلموں اور ناولوں میں سے چند کے ہیں، لیکن جو فحاشی اور عریانی میں مغربی فلموں اور ناولوں کو بھی پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔

مصری میڈیا............جائزہ اور تجزیہ:

مصر پر فرانسیسی یورش کے بعد ہی سے مغربی میڈیا نے ایک مضبوط اور طاقت ور فوج کی حیثیت سے اپنا محاذ سنبھال لیا۔ چنانچہ مصر سے اخبارات و رسائل کی اشاعت کے لیے لبنانی صحافیوں (جن کا پورا گروہ عیسائیوں پر مشتمل تھا) مصر بلا لیا گیا۔ اس گروپ نے مصری دارالحکومت قاہرہ کو مغربی میڈیا کا ایک ایسا مضبوط مرکز بنانے کا پختہ عزم کرلیا جو ایک مستقل مکتب فکر اور مدرسہ ہو، جہاں سے پورے عالم عرب کو غذا فراہم کی جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاہرہ سے سب سے پہلے سرکاری گزٹ کے طور پر الوقائع المصریہ کا پہلا شمارہ ۱۳ ستمبر ۱۸۲۸ء میں شائع ہوا۔ اسکے بعد روزنامہ الاہرام ۵ اگست ۱۸۷۶ء کو نکلا جسے مغربی میڈیا کا عالم عربی میں ترجمان اور فکری مدرسہ کہا جاتا ہے۔ اسکے بانی ایڈیٹر کے طور پر آج بھی سلیم و بشارہ تقلا کا نام پیشانی پر درج ہے۔

روزنامہ الاہرام کی پیشانی پر فرعونی تاریخ وتہذیب کی علامت ونشان کے تینوں اہراموں کی عمارتوں کو بطور شعار ومونوگرام کے رکھا گیا ہے۔ روزنامہ کے نام اور مونوگرام سے پہلا تاثر یہی دینا مقصود تھا کہ اسلام، اسلامی دنیا اور مسلم اکثریت کے ملک مصر سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ چنانچہ روز اول ہی سے اس روزنامہ نے اپنے اس بنیادی مقصد اور ذوق ورجحان کو مخفی رکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ وہ اول وآخر عیسائیوں کا ترجمان یا مغربی میڈیا کا نقیب ونمائندہ ہے۔ اس کی دلیل اخبار کی اشاعت کے چوتھے دن واضح طور پر اس وقت سامنے آگئی۔ جب الاہرام نے مصر اور عالم عربی کے مرکزی شہروں میں متعین اپنے نامہ نگاروں اور اخباری ایجنٹوں کے ناموں کا اعلان کیا تو سب کے سب اکیس نمائندے اور ایجنٹ عیسائی تھے۔ ان میں ایک بھی مسلمان نہیں تھا۔ یہ نمائندے حلب، دمشق، بیروت، صور، صیدا، حیفا وعکا، قدس، اسکندریہ، طنطا اور دیگر مصری شہروں سے تعلق رکھتے تھے۔

تیسری دلیل یا اس اخبار کی خصوصیت یہ نمایاں ہوئی کہ روز اول ہی سے اس کے اولین صفحات میں ان خبروں کو مرکزی اہمیت دی جاتی تھی جن کا تعلق مغربی ممالک، وہاں کی سیاسی، سماجی، سائنسی واقتصادی اور تعلیمی، ادبی ترقی اور سرگرمیوں سے ہو۔ اخبار کے پہلے شمارہ میں چھ خبریں مغربی ممالک کے سربراہوں، ان کی بیگمات اور ان کے دوروں اور بیانات سے متعلق تھیں۔ دو خبریں لبنان کی تھیں، وہ بھی مسیحیوں کی تجارت سے متعلق۔

الاہرام نے روز اول ہی سے یہ پالیسی وضع کر لی تھی کہ مصر کی مقامی سیاست میں وہ مداخلت سے گریز کرے گا اور عالمی سیاست کے بارے میں جذباتی خبروں اور افتتاحیوں سے گریز کرے گا۔ چنانچہ اس اخبار نے اپنی سو سالہ تاریخ میں کسی ظلم وزیادتی اور غاصبانہ قبضہ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی وفوجی تسلط کے خلاف آواز بلند نہیں کی۔ خبروں، افتتاحی اداریوں، سیاسی نوٹ میں تحلیل و تجزیہ کرتے ہوئے غیر جانب داری ظاہر کرنے کی کوشش کی لیکن مصر کے سماجی، دینی اور تاریخی کردار کے موضوع پر اس نے ہمیشہ اس پہلو کو ترجیح دی جو مغربی افکار واقدار سے قریب تر ہے۔ اس نے اپنے صفحات کو بڑی فراخ دلی سے عیسائی و یہودی اہل قلم، ملحد و بے دین ادیبوں اور صحافیوں اور لادینیت وقوم پرستی کے علم برداروں کے لیے وقف کر دیا جنہوں نے پوری آزادی سے مصر کے اسلامی کردار اور اس کے دینی تشخص وامتیاز کو مسخ بلکہ اس کو کلی طور پر ختم کرنے پر اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔

روزنامہ الاہرام اس وقت پوری عرب دنیا میں سب سے زیادہ شائع ہوتا ہے۔ اٹھائیس صفحات پر مشتمل اس اخبار کے سیاسی، ثقافتی، سماجی، تاریخی، ادبی وفکری صفحات کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین واخلاق سے متعلق مضامین اور خبریں نہ ہونے کے برابر، صرف جمعہ ایڈیشن میں صفحہ الفکر الدینی میں نصف صفحہ دینی مضامین ہوتے ہیں، باقی اخبار کی خبروں میں ۹۵٪ خبروں اور مضامین کا تعلق عوام کی زندگی اور انکے مسائل ومشکلات سے نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا بھی ہے تو منفی اور مضر پہلو زیادہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ثقافتی، ادبی اور فکری وسماجی موضوعات کے مضامین میں الحاد و بے دینی اور مغربی افکار واقدار کی تعریف وتعارف کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ فرعونی تہذیب وتاریخ اور مغربی فکر وفلسفہ اور اس کے سماجی وسائنسی اور سیاسی نظام اور اقتصادی ترقی پر تفصیل سے خبریں اور مضامین دیے جاتے ہیں۔ اسلام دشمن ادیبوں اور مسلم دشمن سربراہان مملکت کی تعریف و تعارف میں صفحات کے صفحات وقف کیے جاتے ہیں۔ مثلاً قبرص کے پاددری مکاریوس، ایتھوپین مسلمانوں کے قاتل ہیلا سلاسی، تنزانیہ کے مسلم دشمن جولیس نیریرے، صومالیہ کے لیوپولڈ سنجر، فلپائنی مسلمانوں کے قاتل مارکوس کی تعریف میں مصری میڈیا کے اس نقیب نے زمین وآسمان کے قلابے ملا دیے۔ اسکے برعکس عثمانی سلاطین (ترک) دورحکومت کو استعمار کے لفظ سے اب بھی یاد کیا جاتا ہے۔ مسلم سربراہوں میں شاہ سعود، شاہ فیصل کے خلاف کردار کشی کی مہم برسوں جاری رہی اور اب بھی دین اسلام اور اس سے ادنیٰ نسبت رکھنے والی ہر چیز اور ہر شخصیت سے نفرت وکراہت کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہار ہوتا ہے۔ مغربی میڈیا سے متعلق تمام چیزوں کی تعریف اور ان کی مکمل سرپرستی، مغربی فلموں، فلمسازوں، اداکاروں، مغربی ڈراموں اور انکے کردار ناول، افسانوں اور لادینی افکار و تہذیب کی ترویج واشاعت اس انداز میں گویا ترقی کا منتہیٰ و مقصود ہے۔ مسیحی مشنریز اور انکی شخصیات کی تقدیس اور انکے ایثار و قربانی کا تذکرہ اور ان کی زندگی کو مثالی قرار دینا، اسکے برعکس مسلمان علماء کا تمسخر اور استہزاء، کارٹونوں اور تصویروں کے ذریعہ ان پر طنز و تعریض اور انھیں پسماندگی اور جہالت کا نمائندہ ثابت کرنا۔

دارالہلال:

روزنامہ الاہرام کے علاوہ مغربی میڈیا کا دوسرا بڑا نقیب ماہنامہ الہلال ہے، جس کے ادارہ سے شائع ہونے والے ہفت روزہ المصور اور تاریخی ناولوں نے مشہور مسیحی مبلغ جرجی زیدان کی سرپرستی ورہنمائی میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔

جرجی زیدان لبنان میں پیدا ہوا۔ فرنچ مشنریز نے اس کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ادا کرنے کے بعد اسے خاص مقاصد کے تحت مصر بھیج دیا، جہاں اس نے مسیحی مشنریز کے مقاصد کی تکمیل کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جرجی زیدان باقاعدہ فرنچ مشنریز سے تنخواہ پاتا تھا۔ دوسری طرف فرانسیسی وزارت خارجہ کا بھی ملازم تھا۔ مشہور تصنیفات میں تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ (چار جلدیں) تاریخ التمدن الاسلامی (پانچ جلدیں) العرب قبل الاسلام، تاریخ اللغۃ العربیہ، ناولوں میں فتاۃ غسان، فتح الاندلس، ارمانوسہ المصریہ، العباسۃ، شجرۃ الدر، عروس فرغانہ، فتاۃ القیر وان عذراء قریش، غادۃ کربلا وغیرہ ہیں۔)

جرجی زیدان نے ۱۸۹۲ء میں الہلال پبلشنگ ہاؤس کی بنیاد ڈالی۔ نام اگرچہ اس نے الہلال رکھا، لیکن اس پورے ادارہ کا بنیادی مقصد اول و آخر صلیب مقدس کی خدمت کا فریضہ انجام دینا تھا۔ زیدان نے تاریخ، ادب، فلسفہ، لغت اور ناولوں کے موضوع پر پچاس کتابیں تصنیف کیں، جن میں بائیس تو تاریخی ناول ہیں۔ باقی کتابیں اسلامی تمدن عرب ماقبل اسلام، عمومی تاریخ اور عربی زبان وادب اور فلسفہ کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ اپنی ان تمام تصانیف میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیدان نے وہی اسلوب اختیار کیا ہے اور اسی مقصد اور نصب العین کو پیش نظر رکھا ہے جو مستشرقین اور مسیحی مشنریز کے پیش نظر رہا کرتا ہے۔ جرجی زیدان کی تصنیفات کے مطالعہ اور تجزیہ سے جو تاثر ملتا ہے' وہ اس طرح ہے..........شام ومصر اور اندلس وترکی سے عیسائی حکومتوں کے زوال پر حسرت وافسوس کا اظہار، عیسائیوں کی شکست کی تاویل وتوجیہ اور مسلمان مجاہدین کی شجاعت و جرأت اور ایثار وقربانی اور ان کی جنگی وایمانی قوت کی تحقیر وتذلیل۔

فتاۃ غسان اور فتح الاندلس نامی ناولوں میں نصرانی خاندان کی تعریف، کبار صحابہؓ وتابعینؒ کی کردار کشی، فقہائے امت اور علما کی تحقیر، اسلامی فقہ اور قانون سازی کی اہمیت کو کم کرنا اور رومن لا کی بھرپور تعریف۔ اسلامی تاریخ کی شکل وصورت کو بغیر کسی دلیل کے مسخ کرنا۔ دین اسلام اور اس کے پیغمبر ﷺ کے کارناموں پر پانی پھیرنا، قرآن مجید کو انسانی کلام قرار دینا اور اس کے متعلق مستشرقین کی آراء واعتراضات کو خوب صورت انداز میں پیش کرنا۔

آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ ثابت کرنا کہ حج کے زمانہ میں وہ علماء ومشائخ کے ساتھ تبادلۂ خیال کر کے معلومات حاصل کرتے تھے۔ سفر شام میں راہب سے ملاقات اور سفر طائف میں عیسائی غلام عداس کی رفاقت سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ انھیں جو کچھ حاصل ہوا (معاذ اللہ) عیسائیوں سے حاصل ہوا۔

زیدان نے اپنے ناولوں کو اسلامی نام دے کر مستشرقین کی طرح کہیں جہاد کو نشانہ بنایا ہے تو کہیں صلاح الدین ایوبیؒ کے کارناموں پر پانی پھیرنے اور اسلامی معاشرہ کے چہرے کو داغ دار بنانے کی کوشش کی ہے۔ زیدان کی کتاب تاریخ التمدن الاسلامی (پانچ جلدوں) کا مدلل اور مسکت جواب علامہ شبلی نعمانیؒ نے دیا جس نے زیدان کے مکروفریب کا پردہ چاک کیا اور مؤلف کی علمی خیانت وخباثت پر گرفت کر کے اس کا سنجیدہ علمی جواب لکھا۔ یہ کتاب **الانتقاد علیٰ تاریخ التمدن الاسلامی** کے نام سے شائع ہوئی تھی۔

الہلال کے صفحات پر مسلسل تاریخی وادبی ناولوں کو پیش کر کے نئی نسلوں کے دل ودماغ کو مسموم کردینے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ اس ادارہ سے نکلنے والے دوسرے رسالوں کے ذریعہ بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقاصد اب بھی حاصل کیے جا رہے ہیں، ان میں ہفت روزہ المصور، طبیبک الخاص، ہفت روزہ الاثنین اور الکواکب، حواء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (مؤخر الذکر تینوں رسالے خواتین سے متعلق ہیں۔ ان میں جدید مغربی فیشن اور وہاں کے فلم اسٹاروں سے متعلق خبریں اور ناول و افسانے شائع ہوتے ہیں۔)

الہلال اور اس کی مطبوعات نے الاہرام کے تعاون واشتراک سے مغربی افکار واقدار کی ترجمانی کرنے والوں کی پوری جماعت تیار کر دی، جو وفا شعار شاگرد رشید کی طرح اپنے اپنے ملکوں میں جا کر مغربی میڈیا کے ان دونوں نقیبوں کے ترجمان اور شارح بن گئے۔ دور جدید کی عرب صحافت الہلال اور الاہرام کے زیر سایہ پروان چڑھی ہے اور اس میں دونوں کا چربہ و نقل ہے جس نے پوری ایک صدی سے اپنی حکومتوں کی سرپرستی میں اسلام کے خلاف طاقتور محاذ بنا رکھا ہے (الہلال کے پروردہ مسیحی فاضل سلامہ موسیٰ نے اپنے ایک مقالہ میں اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ ہماری اور پوری دنیا کی مصلحت کا تقاضہ ہے کہ تمام عربوں کے ذہنوں میں یہ حقیقت اچھی طرح بٹھا دیں کہ عرب اول تا آخر ثقافتی اور تہذیبی اعتبار سے یورپی ہیں۔ بحوالہ: الہلال: جولائی ۱۹۲۷ء)

مغربی میڈیا کے ان دونوں ترجمانوں نے اگر اسلام کا تذکرہ کیا بھی تو سرکاری اسلام کی حیثیت سے، جس میں سربراہ مملکت ایک طرف عیدین کی نماز ادا کرتا ہے۔ عید میلاد النبیؐ کے جلسوں میں اپنے نمائندے بھیجتا ہے تو دوسری طرف مغنیوں، رقاصوں اور فلم اسٹاروں اور ملحد و بے دین ادیبوں کی پذیرائی اور استقبال بھی کرتا ہے اور ان کو انعام و اکرام اور اعزاز سے نوازتا ہے۔ اس طرح عملاً یہ بتایا جاتا ہے کہ یہی گویے اور بھانڈ اعزاز کے مستحق ہیں اور ایسے ہی لوگ روشن خیال اور ترقی پسند ہیں۔

مغربی میڈیا کے ان دونوں مخلص نقیبوں اور ان کے شاگردوں نے پورے عالم عربی میں جو دعوت دی، اس میں دین وسیاست میں تفریق، عامی زبان کو ترجیح، صرف ونحو اور بلاغت سے اعراض، قرآن مجید سے تعلق کے بجائے جدید مغربی ادب کو نمونہ بنانے مخلوط تعلیم، لادینی نصاب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھانے، اسلامی معاشرہ کی خصوصیات کی حفاظت کی بجائے روشن خیال مغربی طرز زندگی اختیار کرنے اور اس کی تہذیب وتمدن کو اپنانے کی دعوت کو دلکش انداز میں ناولوں، افسانوں، فلموں اور انٹرویوز کے ذریعہ پیش کرنا تھا۔ مثال کے طور پر الہلال نے دین وسیاست کی تفریق کے موضوع پر چار طاقت ور مضامین شائع کیے۔ اس کے بعد قارئین پر ان کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے حسب ذیل سوال نامے جاری کیے۔ کیا ہم دین کو نظر انداز کر کے ہمہ جہت ترقی کر سکتے ہیں؟ آپ ذاتی طور پر سیاست کو پسند کرتے ہیں یا دین کو ترجیح دیتے ہیں؟ کیا مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟ یورپ کی اقتصادی اور سائنسی ترقی کے اسباب ومحرکات کیا ہیں؟ کیا ہم عرب یورپ جیسی ترقی کر سکتے ہیں؟ ان سوال ناموں کے بہترین جوابات پر رسالہ نے متعدد گراں قدر انعامات دینے کا بھی اعلان کیا۔ انعام پانے والوں کے نام، تصویر اور حالات پر مضمون شائع کرنے، اس کی اگلے مرحلہ میں سرپرستی، یورپ کی دانش گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے قیمتی وظائف، وہاں بھی ان کے فکر کی پرورش اور نگرانی کے انتظامات اور وہاں سے کامیاب واپسی کے بعد بھی ان کی سرپرستی اور تعریف وتوصیف جاری رکھی۔

لطفی السید، سلامہ موسیٰ، طہٰ حسین، لوئس عوض، توفیق الحکیم، نجیب محفوظ اور محمد التابعی واحمد زکی وانیس منصور وغیرہ اس دور کی یادگار اور مغربی میڈیا کے پروردہ ہیں (علی امین، مصطفیٰ امین، موسیٰ صبری، احمد بہاء الدین اور محمد التابعی ان صحافیوں میں سے ہیں جنھیں ان کی تحریروں پر ہزاروں پونڈ کے انعامات اور یورپ کے سفر کے لیے گراں قدر اخراجات دیے جاتے تھے۔ محمد التابعی کی آپ بیتی ''نساء فی حیاتی'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود یہ صحافی مصر اور بیرون مصر اخلاقی جرائم کے دلدلوں میں گلے گلے ڈوبے ہوئے تھے۔ مصری صحافیوں اور فحش نویس ادیبوں کی سرپرستی اس طرح حکومت کی طرف سے کی جاتی تھی کہ ان مقالات پر گراں قدر معاوضے ملتے تھے۔ پھر ان کو ناولوں اور پھر ان ناولوں کو فلموں کی صورت میں بنا کر اور ان تحریروں کو نصاب میں شامل کر کے پیسے حاصل کیے جاتے تھے۔ یہ سلسلہ اب بھی اسی طرح جاری ہے۔ اس لیے کہ عرب دنیا کے میڈیا کے دروبست پر حکومتیں حاوی اور قابض ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الہلال والاہرام نے جہاں مغربی افکار واقدار کی بھرپور اور طاقتور ترجمانی کے لیے خود کو وقف کر دیا' وہیں ان دونوں نے صحیح الفکر اسلامی داعیوں، دینی تحریکوں اور ان کے ترجمانوں کے خلاف کردار کشی کی مہم جاری رکھی اور ان کے تردیدی بیانات کو مستقلاً نظر انداز کرنے کی پالیسی پر گامزن رہے۔

مغربی میڈیا کے ان نقیبوں کے بطن سے جہاں نامور صحافی و ادیب پیدا ہوئے' وہیں انھوں نے عرب خواتین کو بھی صحافت اور قلم کے میدان میں اتارا اور ہر طرح ان کی سرپرستی و حوصلہ افزائی کی۔ مثال کے طور پر فاطمہ روز الیوسف کا نام لیا جا سکتا ہے جو مشہور رقاصہ تھی لیکن ہفت روزہ روز الیوسف نکال کر مصری خواتین کو فحش نویسی کی تربیت دی اور پوری ایک جماعت ایسی تیار ہو گئی جس نے مصری خواتین کو خصوصاً اور عرب خواتین کو عموماً گھر اور خاندان سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اس ٹیم نے نہ صرف صحافت اور ناول نویسی کے میدان میں بلکہ اداکاری کے میدان میں بھی فحاشی اور عریانیت کے سارے ریکارڈ توڑ دیے (تازہ ترین معلومات کے مطابق جن مصری والجزائری اداکاروں نے فلمی زندگی میں قدم رکھا تھا اور آزادانہ جنسی اختلاط اور عریانیت کی نمائندگی کی تھی' ان میں سے گیارہ خواتین ایسی ہیں جنھوں نے اس پیشے سے توبہ کر لی ہے جن میں سے شمس البارودی اور ہالہ صدقی اور مدیحہ یاسمین خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ عین عروج و ترقی کے زمانہ میں ان کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔)

مشہور صحافی مصطفیٰ امین کی پروردہ خاتون صحافی امینہ السعید نے خاص طور پر شاہی محلات کی اندرونی زندگی کی ایسی تصویر کشی کی کہ انسانیت کی پیشانی عرق آلود ہو جائے۔ اس خاتون کی تحریر کو ہندوستانی ناول نگاروں میں عصمت چغتائی اور واجدہ تبسم کی تحریروں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔

مصری میڈیا کے نمونے:

ہم یہاں مصری میڈیا کے چند نمونوں کی طرف اشارہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ مشہور صحافی ذکی عبدالقادر، مصطفیٰ امین، نجیب محفوظ اور احسان عبدالقدوس نے اپنی تحریروں میں ضبط تولید، جنسی اباحیت اور عورتوں کی مکمل آزادی کی دعوت دی۔ رقاصاؤں، مغنیاؤں اور اداکاروں کی تقدیس واعزاز پر زور دیا۔ مصطفیٰ امین نے رقاصاؤں کے رقص کو فن کے محراب میں مقدس عبادت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تشبیہ دی اور لکھا کہ کارخانوں میں کام کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت کے مترادف ہے۔ (الاہرام: ۲۲/۹/۱۹۶۵ء)

احسان عبدالقدوس، یوسف السباعی، احمد بہاء الدین، انیس منصور اور محمد التابعی نے اپنی تحریروں میں مغربی تہذیب کی کھل کر تعریف کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ روشن خیال مغربی اقوام کی طرح ہماری حکومتوں کو بھی طوائفوں کو لائسنس دینا چاہیے۔ انیس منصور نے لکھا کہ شہوت کو دبانے اور کشمکش کی زندگی گزارنے کے بجائے تھوڑا سا گناہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ الاخبار: ۲۱/۵/۱۹۶۶ء)

امینہ السعید نے طالبات کے سوالوں کے جواب میں لکھا کہ نفسیاتی کشمکش سے نجات کی آسان ترکیب یہ ہے کہ برائی کو تھوڑی دیر کے لیے قبول کر لیا جائے۔ (صباح الخیر: ۳/۴/۱۹۶۶ء)

انیس منصور نے رسالہ حواء میں مغربی فیشن کو فطرت کے مطابق اور برقعہ کو خیمہ سے تشبیہ دی۔ (نومبر ۱۹۷۳ء) مشہور ادیبہ مدیحہ نے رسالہ روز الیوسف میں لکھا کہ جنسی بیماریوں اور انحراف سے بچنے کا واحد علاج یہ ہے کہ طوائف کے پاس جا کر عملی تعلیم حاصل کی جائے۔ اس سے جنسی معاملات کے تجربے ہوتے ہیں اور شرم و جھجک ختم ہو جاتی ہے۔ (۳/۱۲/۱۹۶۵ء)

قاہرہ اور بیروت اور اب لندن اور پیرس سے خواتین کے جو رسالے شائع ہوتے ہیں' ان کے مالک اور ایڈیٹر اور صحافی سب عیسائی ہیں اور رسالوں میں الشبکۃ، الصیاد، حواء، ہو، ھی اور الکواکب ہیں جو عریاں تصاویر اور فحش کہانیوں کی بنا پر لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ ان کے قدم بقدم الاخبار اور الجمہوریہ کے بیشتر کالم نگار مسیحی اور خاصی تعداد تو ملحد اور بے دین صحافیوں کی ہے۔

۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۵ء کے وقفہ میں مصری میڈیا کا رخ کیا تھا' اس کا اندازہ مندرجہ ذیل نمونوں سے لگایا جا سکتا ہے:

☆ ایک رقاصہ نے اپنے دوست طالب علم کے فلیٹ میں خودکشی کر لی۔ (الاخبار: ۲۹ جون ۱۹۶۳ء)

☆ سولہ سالہ طالبہ نے یورپ کا تنہا سفر کیا' تم بھی تجربہ کرو۔ (الاہرام ۲۹/۶/۱۹۶۳ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ گھٹنے سے اوپر کا لباس ایک نیا فیشن (الشبکۃ: ۴/۸/۱۹۶۵ء)

☆ تم اپنی بیوی کو دوسرے کی بیوی تصور کر کے دیکھو۔ (الصیاد: جون ۱۹۶۵ء)

☆ اس ہفتے کی سب سے خوب صورت اور طرحدار لڑکی۔ (الکواکب: مئی ۱۹۶۵ء)

رسالہ الشبکۃ نے مختلف عرب ممالک کی خواتین سے انٹرویو لیکر مخلوط تعلیم، خواتین اور مردوں کے درمیان آزادانہ تعارف اور دفاتر میں مردوں کے دوش بدوش کام کے فوائد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ (مارچ ۱۹۶۴ء)

ماہنامہ حواء، حوحی، الصیاد اور روزالیوسف نے اپنے مضامین میں مندرجہ ذیل باتوں پر زور دیا: جنسی اباحیت، شوہروں کی بالادستی کے خلاف بغاوت، طلاق کی حوصلہ افزائی، ازدواجی زندگی پر شکوک وشبہات کے سائے ڈالنا، مانع حمل اشیا کے استعمال، خواتین کو شرٹ استعمال کرنے، بال ترشوانے اور مردوں کو بال بڑھانے، اشتہاری کمپنیوں میں خواتین کی ملازمت اور اشتہارات کی خاطر ماڈل گرل بننے کی دعوت۔

روزنامہ الجمہوریہ نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۵ء تک اپنی اشاعت کو بڑھانے کے لیے دو اقدامات کیے۔ پہلا یہ کہ فحش نویسوں سے گراں قدر معاوضہ پر یورپی معاشرہ میں پیش آنیوالے جنسی جرائم اور واقعات پر کہانیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ دوسرا قدم اس نے یہ اٹھایا کہ ہر روز کوپن شائع کرتا تھا۔ اخبار کا خریدار ایک قرش میں اخبار بھی پڑھتا تھا، پھر اس کوپن کو لیکر کسی سینما ہال میں لگی فلم کو نصف قیمت پر دیکھ سکتا تھا۔

مشہور عیسائی صحافی لوئس عوض اور موسیٰ صبری نے فرعونی تہذیب اور یونانی تصورات کو قبول کرنے کی کھل کر دعوت دی۔ تاریخ کی مادی تفسیر، مارکسیت کی دعوت، والدین اور سماج کے تسلط سے نجات پانے اور صہیونیوں سے تعلقات استوار اور عربوں کے بجائے مغرب سے اپنی قسمت وابستہ کرنے پر اپنی جدوجہد مرکوز کر دی۔

مغنیوں میں عبدالوہاب، ام کلثوم، عبدالحلیم حافظ، فرید الاطرش اور فیروز نے معبود کا درجہ حاصل کر لیا۔ اس حد تک کہ ایک مغنی کے انتقال پر متعدد نوجوان لڑکے اور لڑکیوں نے خودکشی کر لی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصری ٹیلی ویژن:

تمام عرب ممالک میں میڈیا پر وہاں کی حکومتوں کا مکمل قبضہ اور تصرف ہے اور میڈیا کے دروبست پر وہ لوگ حاوی ہیں جو کلی طور پر مغربی سانچہ میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ پھر جب حکومت کی مالی سرپرستی، اس کی طاقت اور اس کی طرف سے مکمل آزادی بھی ہو تو میڈیا کی غیر معمولی قوت و تاثیر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ رائے عامہ کی تشکیل اور ذہن سازی کے تمام ذرائع پر جب کسی مخصوص گروہ کا قبضہ ہو جائے اور اس کو لامحدود اختیارات کے ساتھ مالی وسائل بھی بلاحدود حاصل ہوں تو پھر ان کی قوت کا کیا ٹھکانہ۔ وہ بھی مصنوعی سیاروں اور ڈش انٹینا کے اس دور میں براہ راست ٹی وی پروگراموں کی ترسیل کے ہمہ گیر اثرات ونتائج کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

مغربی میڈیا کے ماہرین اپنے پروگراموں کو پیش کرنے میں یہ لچر دلیل دیتے ہیں کہ ہماری ذمہ داری یہ نہیں کہ ہم تربیت یا رہنمائی کا کام انجام دیں، بلکہ ہمارے بنیادی فرائض صرف یہ ہیں کہ معاشرہ میں جو کچھ ہو رہا ہے ہم اس کی جھلک اور آئینہ اپنے مشاہدین کو دکھلا دیں۔ دوسری بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ ہر شہری کی مرضی وذوق کی تسکین کا سامان فراہم کریں تا کہ ہر شخص اپنی خواہش اور ذوق کے مطابق جو پروگرام چاہے دیکھ سکے۔

مصری ٹی وی ہی نہیں تمام عرب ممالک کے ٹی وی پروگراموں کو اسی مغربی فلسفہ کے مطابق چلایا جارہا ہے۔ اگر اس تباہ کن فلسفہ کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ یہ ایسا منفی نظریہ ہے جس میں خیر وشر اور طہارت وپاکیزگی کے ساتھ گندگی وبیہودگی اور حسن وجمال کے ساتھ بدصورتی کو بھی اس انداز میں پیش کیا جائے کہ شر سے خیر کی طرف رہنمائی کا کام نہ لیا جائے۔ عملاً ہوتا یہ ہے کہ شر کو خوب صورت اور دلکش اسلوب میں اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ وہ محبوب وپسندیدہ بن جاتا ہے، حالانکہ آئینہ دیکھنے کا فائدہ یہی ہوتا ہے کہ اس کو دیکھ کر داغ دھبے دور کرالیے جائیں۔

اس کے برعکس میڈیا کا بنیادی فریضہ یہ ہے کہ وہ اول وآخر صحیح تعلیم وتربیت اور رہنمائی کا کام صحیح اور تعمیری بنیادوں پر انجام دے۔ راہ ہدایت اور حق کی روشنی کو عام کرے اور خیر وبھلائی کی تصویر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلکش انداز سے پیش کرے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ میڈیا پر جو لوگ قابض و متصرف ہیں، وہ اس بنیادی اصول کے قائل نہیں۔ جہاں تک تمام لوگوں کے ذوق و پسند کے پروگرام پیش کرنے کی دلیل کا تعلق ہے تو یہ بھی ناقابل قبول ہے۔ اس لیے کہ جو لوگ رقص و سرود، فحش گانوں اور جنسی اختلاط اور اخلاق سے انحراف پر مبنی فلموں کے رسیا ہیں اور جو لوگ اس کے برعکس دعوت دین، اعلیٰ اخلاق و سیرت و کردار، روح جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کے جذبے سے سرشار، عفت و پاکیزگی اور خدا ترسی کی زندگی کے عادی اور اس کے داعی ہوں' ان دونوں متضاد ذوق اور پسند کے لوگوں کو بیک وقت کیسے راضی رکھا جاسکتا ہے؟ اگر عام لوگوں کے ذوق و پسند کے مطابق پروگرام پیش کرنے کے نقطۂ نظر کو قبول بھی کر لیا جائے تو اس حقیقت کو کیوں نظر انداز کر دیا جائے کہ مصری عوام کی اکثریت اسلام کو پسند کرتی ہے اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی تمنا اور خواہش رکھتی ہے۔

جولائی ۱۹۹۵ء میں مصری ٹیلی ویژن پر پینتیس سال کی مدت گزرنے کی مناسبت سے مصری وزارت اطلاعات و نشریات نے ایک جشن کا اہتمام کیا تھا۔ اس موقع پر ٹی، وی پروگراموں کا جائزہ بھی لیا گیا تھا۔ اس میں اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ رقص و سرود اور ثقافتی پروگراموں کے ذریعہ مشاہدین کے شعور بیدار کرنے کی کوشش قابل تعریف ہے۔ لیکن اس جائزہ میں جو ایک مسلم اکثریت کے ملک کے ٹی، وی اسٹیشن سے متعلق ہے، کہیں بھی اس کے دینی و اخلاقی پروگرام کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن اس جائزہ سے قبل ہی ایک مصری ریسرچ اسکالر ابراہیم بیومی غانم نے مصری ٹیلی ویژن اور اسلامی ثقافت کے عنوان سے ایک کتاب شائع کرائی جس میں ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۲ء تک کا میدانی سروے موجود ہے۔ اس جائزہ سے مصری ٹی، وی کے جو عیوب و نقائص ہمارے سامنے آتے ہیں' وہ مصری ٹیلی ویژن ہی پر نہیں بلکہ تمام عرب ممالک کے ٹی، وی پروگراموں پر منطبق ہوتے ہیں، اس لیے کہ ان عرب ملکوں کے میڈیا پر مصری سانچہ میں ڈھلے ہوئے عناصر قابض ہیں۔

تجربہ کے نتائج:

مصریوں کی اکثریت کے دلوں، دماغوں اور جذبات میں جس طرح دین کا مقام ہے اور جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح تمام مشکلات و مسائل کا حل وہ دین اسلام ہی کو سمجھتے ہیں، اس کے مطابق دینی پروگرام پیش نہیں کیے جاتے۔ان پروگراموں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دین اور دنیا الگ الگ خانوں میں تقسیم ہے اور روزمرہ کے مسائل و مشکلات کا کوئی تعلق دین اسلام سے نہیں ہے۔

☆ دینی پروگراموں کے پیش کرنے کا انداز انتہائی گھٹیا اور لگا بندھا ہے۔اس کے اندر کوئی جاذبیت اور کشش اور ندرت نہیں ہوتی اور نہ ہی فنی تقاضوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

☆ مصری ٹی وی کے نو چینلوں سے مجموعی طور پر روزانہ ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) گھنٹے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں' ان میں دینی پروگراموں کا تناسب ساڑھے تین فیصد ہے۔اس میں افتتاحی واختتامی تلاوت، حمد وثنا اور نعت شامل ہے۔

☆ دینی پروگرام کا ۹۰٪ حصہ اس وقت پیش کیا جاتا ہے جب ٹی، وی دیکھنے والوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔ یہ پروگرام پانچ سے پندرہ منٹ تک ہوتے ہیں۔ اکثر ہوتا یہ ہے کہ نزلہ برعضو ضعیف کے محاورہ پر عمل کرتے ہوئے کسی میچ یا کسی سربراہ مملکت کی آمد، پولیس، یا ایسی ہی کسی تقریب کی وجہ سے منسوخ کر دیئے جاتے ہیں۔

☆ وہ نازک مسائل جن کا تعلق فلسطینیوں، خاص طور سے تحریک انتفاضہ اور حماس سے ہے یا اسرائیل کے ساتھ مصر کے تعلقات اور سفارتی روابط سے ہے' ان کی طرف بھی مصری ٹی، وی نے توجہ نہیں کی حالانکہ دینی نقطۂ نظر سے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کی بحالی کیوں نقصان دہ ہوگی، اس طرح تعلیم وتربیت، منشیات، خواتین کی ملازمت، مصری معاشرہ کی خرابیوں کو دور کرنے میں دین و شریعت کے قانون کے کردار...... یہ سب ایسے مسائل ہیں جن کا مصری عوام سے گہرا تعلق ہے، لیکن میڈیا نے ان تمام اہم اور بنیادی مسائل کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیا۔اگر شریعت اسلامی کے موضوع پر کوئی پروگرام ہوتا بھی ہے تو اس میں اسلامی قانون سازی کے فلسفہ پر بحث ہوتی ہے۔

اسلامی ثقافت سے متعلق مصری ٹیلی ویژن نے جو پروگرام پیش کیے ہیں' ان کے جائزہ اور تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری میڈیا نے اسلامی ثقافت کے دو محور قرار دیئے ہیں۔ایک اسلامی دعوت اور اس کے تقاضے۔دوسرے علوم جدیدہ کے بارے میں اسلامی موقف۔لیکن ان دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محوروں سے متعلق پروگراموں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اقتصادی، سیاسی، تعلیمی اور تربیتی مسائل و مشکلات کے سلسلہ میں اسلام کیا حل پیش کرتا ہے اور مسلمانوں کی دینی، روحانی اور اخلاقی وسماجی زندگی کیسے درست ہو سکتی ہے۔

جو لوگ مصری میڈیا کے لیے دینی پروگرام تیار کرتے ہیں، وہ خود اپنے محدود زاویے سے سوچتے اور ذاتی نقطۂ نظر کو ترجیح دیتے ہیں، نہ کہ عام مشاہدین اور مصری عوام کی دلچسپیوں اور تقاضوں کو۔ گویا ایک طرفہ ٹریفک ہے جو پورے میڈیا کے نظام پر مسلط ہے۔

مصری وزارت اطلاعات کے دعوے کے مطابق رمضان المبارک میں دینی پروگراموں میں پچاس فیصدی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اس دینی پروگرام کی اصل اور حقیقت کیا ہے، اس موضوع پر ایک تجزیہ روزنامہ الشرق الاوسط نے شائع کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

☆ عین افطار کے دوران لاکھوں پونڈ کے انعامات پر مشتمل پہیلیاں اور معمے پیش کیے جاتے ہیں، جنھیں مصر کی خوب صورت ترین فلمی اسٹارز پیش کرتی ہیں۔ ہر روز نئے رقص اور گانوں کی صورت میں یہ معمے ہوتے ہیں۔ آدھے گھنٹے کے اس پروگرام کے فوراً بعد مزاحیہ ڈرامہ یا جنسی نوعیت کی سیریز پیش کیجاتی ہے۔

مصری ٹی وی کے ۹۷٪ پروگرام خوب صورت خواتین پیش کرتی ہیں۔

۹۸٪ اشتہاری اعلانات خواتین پیش کرتی ہیں۔ ۲۵٪ اشتہارات میں جنسی تلمیحات اور اشارے ہوتے ہیں۔

۹۰٪ فلموں میں عریانیت، آبروریزی، عشق، جنسی جرائم، اخلاقی انحراف کے واقعات ہوتے ہیں۔

۸۰٪ امریکی فلمیں اور ۱۷٪ ہندوستانی فلمیں ہوتی ہیں جن میں تشدد اور جنسی اختلاط کے مناظر ہوتے ہیں (تقرير معهد الدراسات التربوية جامعة عين شمس بالتعاون مع منظمة اليونسكو حول توزيع نسبة الافلام الاجنبية فى مصر) مصری سنسر بورڈ نے بیس فلموں کو فحش قرار دے کر ان کی نمائش روک دی لیکن مصری ٹی، وی نے رمضان المبارک میں انھیں دکھایا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عین شمس یونیورسٹی کے معہد الدراسات التربویہ نے مصر میں غیر ملکی فلموں کی تقسیم اور اس سے مرتب ہونے والے اثرات کا جو جائزہ لیا ہے، اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ملکی فلموں میں مار دھاڑ اور جنسی تشدد کی کثرت کی وجہ سے مصری فلم ساز بھی اس راہ کو اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے اور انھوں نے مغربی اور ہندوستانی فلموں کو اپنے لیے نمونہ بنا لیا۔ ان تمام فلموں اور سیریز میں بھی جو غالب عنصر ہے' وہ تشدد اور جنس ہے۔ عام طور پر ان فلموں میں ہیرو ایسا ہوتا ہے جو بظاہر سفید پوش لیکن مافیا کا سرغنہ ہوتا ہے، جس کی امتیازی خوبی قتل و غارت گری اور خوں ریزی ہے۔ وہ معمولی بات پر ریوالور اور مشین گنوں سے درجنوں انسانوں کو بھون کر رکھ دیتا ہے۔ مسلح ڈکیتی کرتا ہے۔ عورتوں کا اغوا اور ان کی عصمت دری کرتا ہے۔ لیکن ان تمام جرائم سے صاف بچ کر نکل جاتا ہے اور تمام لذتوں سے جی بھر کر لطف اندوز ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

مصری معاشرہ پر میڈیا کے اثرات ونتائج:

اس رپورٹ میں میدانی سروے سے حاصل بعض واقعات کا تذکرہ بھی ہے کہ ان فلموں کو دیکھ کر کس طرح بچے اثر قبول کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''الاخوۃ الاعداء'' (دشمن کے بھائی) نامی فلم دیکھ کر ایک بھائی نے سوتے میں اپنے چھوٹے بھائی کا گلا گھونٹ کر کام تمام کر دیا۔ ایک سولہ سالہ لڑکے نے ''مثالی ہیرو'' نامی فلم ٹی، وی پر دیکھ کر پڑوس کی موٹر چرا لی۔ ایک طالبہ نے ''الراقصہ والسیاسی'' نامی فلم ٹی، وی پر دیکھ کر ڈانس کلب میں ملازمت کر لی۔ یہ سمجھ کر کہ رقاصہ کو فن اور شخصیت سے سیاست دانوں اور دولت مندوں سے کام لینے میں آسانی ہوتی ہے۔

مصری سماج میں جرائم کی نوعیت کا تجزیہ کرتے ہوئے مشہور مصری فلم ساز صلاح الدین ابو سیف کہتے ہیں کہ ہر زمانہ میں جرائم رہے ہیں اور ایسے لوگ برابر موجود رہے ہیں جو سماجی بندھنوں اور اخلاقی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ پہلے منشیات اور انتقامی نوعیت کے جرائم ہوتے تھے، لیکن بہت کم ایسے واقعات پیش آتے تھے۔ لیکن اس صدی کی چھٹی دہائی سے مالی نوعیت کے جرائم (ڈکیتی، چوری، دھوکہ وفریب) ہونے لگے، اس کے ساتھ سیاسی جرائم میں بھی اضافہ ہونے لگا مگر اب صورت حال اتنی بھیانک ہے کہ خدا کی پناہ۔ آج کل تشدد اور اغوا و عصمت دری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے۔ صلاح الدین ابو سیف مزید آگے کہتے ہیں کہ ۱۹۷۰ء کے بعد سے جو فلمیں تیار ہو رہی ہیں وہ سب امریکی فلموں یا ہندوستان کی مار دھاڑ والی فلموں کا چربہ اور نقل ہیں۔ مثال کے طور پر ''امرأۃ زجاج'' (ایک نازک حسینہ) ''الحکمۃ'' عدالت)، ''شبکۃ الموت'' (موت کا پھندا)، ''۱۳ اشغال'' (تیرہ کام) ''الشیاطین الثلاثۃ'' (تین شیاطین) ''المشاغبین الثلاثۃ'' (تین جھگڑالو) ''دائرۃ الانتقام'' (انتقام کا چکر) ''کتیبۃ الموت'' (موت کا دستہ) ''الفتی الشریر'' (برا آدمی) ان تمام فلموں میں تشدد اور مار دھاڑ کے ساتھ جنسی اباحیت اور عریانیت بھی ہے۔ ہندوستانی فلم ساز امیتابھ بچن کی فلمیں بھی اس لیے مصر میں مقبول ہیں کہ دونوں عنصر (تشدد اور جنس) اول سے آخر تک موجود ہیں۔ مصری سنسر بورڈ کے ایک رکن حمدی سرور کہتے ہیں کہ صرف فلموں کو جرائم میں اضافہ کا سبب قرار دینا صحیح نہیں ہے بلکہ اقتصادی اور سماجی اسباب بھی کارفرما ہیں۔ ان کے علاوہ دینی تعلیم و تربیت کا فقدان بھی بنیادی سبب ہے۔

(رپورٹ نامہ نگار روزنامہ ''المدینہ'' جدہ۔ مورخہ ۱۵ جون ۱۹۹۴ء)

مصری میڈیا پر یہودی، مسیحی اور ملحد و بے دین عناصر کے غلبہ کی وجہ سے بیشتر فلموں اور ڈراموں میں دین اسلام، اسلامی تعلیمات و شخصیات اور دینی تعبیرات کو طنز و تمسخر کا نشانہ بنایا گیا تاکہ اسلام کی شکل و صورت کو مسخ اور اس کی روح و جوہر کو دل و دماغ کی سلوٹوں تک سے نکال دیا جائے اور اس کے بارے میں نفرت دلوں میں اس طرح راسخ ہو جائے جس طرح مغربی سوسائٹی میں دین کو دیکھا جاتا ہے۔ لیکن مغربی فلموں میں تشدد اور جنس و عریانیت سے قطع نظر مسیحیت اور یہودیت کے متعلق عام طور پر ہمدردانہ اسلوب اختیار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ایسی فلمیں بھی یہودیوں نے بنائی ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جنسی زندگی کو مغربی اسلوب میں پیش کیا گیا ہے، جس کے خلاف کہیں کہیں دبا سا احتجاج بھی ہوا ہے لیکن عام طور پر مغربی فلموں میں مذہبی شخصیات کو باوقار صورت و شکل میں انسانیت کی خدمت کرتے ہوئے ہسپتالوں اور رفاہی اداروں میں مریضوں، مفلسوں اور کمزوروں کی مدد کرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔ ایسے مواقع پر انجیل کی عبارتیں بھی اسی انداز سے پیش کی جاتی ہیں جن سے مسیحی تعلیمات بھی واضح ہو جائیں اور فلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھنے والے کے دل و دماغ پر اچھا اثر چھوڑیں۔ لیکن یہی مغربی میڈیا جب اسلام اور مسلمانوں کے لیے اپنے پروگرام پیش کرتا ہے تو اس میں اسلامی حقائق کو مسخ کر کے رکھ دیتا ہے۔ مصری فلمیں چونکہ مغربی فلموں کا چربہ اور نقل ہوتی ہیں' اس لیے دین اسلام، اسلامی تاریخ، شخصیات اور اسلامی روح اور اس کی صورت کو بگاڑنے کی کوشش ایک صدی سے جاری ہے۔ ان فلموں میں تعدد ازدواج، نکاح و طلاق، عبادات، اخلاق، معاملات اور معاشرت کے اسلامی تصور کو خاص طور سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔ والدین کی جو عزت اور ان کا جو مقام اسلامی معاشرہ میں ہے اور جس طرح مشترک خاندانی نظام کا رواج ہے، پردہ کا جو اسلامی تصور ہے، مالی تعاون کے بارے میں اسلام کا جو فطری قانون ہے اور تقسیم کا منصفانہ طریقہ ہے' اس کے خلاف بغاوت پیدا کرنے کے تمام وسائل اور اسالیب استعمال کیے جاتے ہیں اور یہ تصور دیا جاتا ہے کہ یہ دین بہت مشکل ہے اور مشکلات و مسائل کے حل کرنے سے گریز کرتا ہے اور ہر مسئلہ کا حل تشدد یا تلوار میں ڈھونڈتا ہے۔ اس لیے تشدد سے بچنے کیلئے مغربی طرز کے حل کو اختیار کرنا چاہیے۔ بالفاظ دیگر سوسائٹی کی تمام خرابیوں کی جڑ اسلام ہے، جبکہ ان کا حل مغربی طرز زندگی اختیار کرنے میں ہے، جیسا کہ مصری فلم ''ارید حلا'' (مشکلات کا حل مطلوب ہے) میں تصور دیا گیا ہے۔

مصری فلموں میں عام طور پر دینی شخصیات کا کردار ادا کرنے والوں کے نام ایسے رکھے جاتے ہیں جن سے تشدد اور جبر و ظلم اور سفاکی کا تصور دل و دماغ میں راسخ ہو جائے۔ جیسے عبدالجبار، عبدالقہار، ابوالجلال وغیرہ۔ پھر ان ہیروؤں کو ہر وقت غیظ و غضب کی حالت میں دکھایا جاتا ہے۔ آنکھیں سرخ، بھویں تنی ہوئی، چہرے پر شکن، بات بات پر غصہ اور تشدد، معصوم بچوں اور بیوی کے ساتھ تشدد، بچیوں کی تعلیم پر پابندی، کھیل پر پابندی، غرض کہ گھر کو جیل خانے کی صورت میں دکھایا جاتا ہے۔ گھر سے باہر اس ہیرو کی زندگی دوسری دکھائی جاتی ہے کہ ایک طرف نماز کی پابندی ہے تو دوسری طرف بدکاری بھی ہے۔ ہاتھ میں لمبی تسبیح بھی ہے اور دوستوں کے ساتھ شراب نوشی بھی ہے۔

دین داروں اور شریف انسانوں کے لیے مندرجہ ذیل تعبیرات میڈیا میں استعمال کی جاتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں:

سادہ لوح، بیوقوف، کم عقل و نادان، ناقص العقل، جمود اور تاریک پسند، متعصب، رجعت پسند، پس ماندہ، روشن خیالی کے مخالف، ترقی کے مخالف، قدامت پسند، استعمار کے آلۂ کار، غیر مہذب، تہذیب و تمدن سے دور، وقت کے تقاضوں سے بے خبر، دین کے تاجر، اسلام کا استغلال کرنے والے، ریاکار، فنڈامنٹلسٹ، کٹر پنتھی ملا، اس بھیانک شکل و صورت سے بڑھ کر دینی تعبیرات کے ساتھ تمسخر اور طنز کا معاملہ ہے جو اس سے کہیں زیادہ سنگین اور دور رس اثرات و نتائج کا حامل ہے۔ مثال کے طور پر بدی اور شر کا کردار ادا کرنے والی ہیروئن اور ہیرو کے نام مشہور اسلامی شخصیات کے نام پر رکھے جاتے ہیں۔ ان ناموں کو بگاڑ کر دوسرے مذموم معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً زینب اور فاطمہ کو زنوبہ اور فطومہ کہا جاتا ہے اور خاص قسم کی ہوائی چپلوں کو بھی زنوبہ اور فطومہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہیرو ہیروئن کے ساتھ بدکاری کرتا ہے تو وہ اسے چار رکعت نماز اور جنسی لذت کو دخول جنت سے تعبیر کرتا ہے (یہ تعبیر اتنی عام ہے کہ اسلام پسند ادیبوں میں نجیب الکیلانی نے بھی اپنے ناولوں میں استعمال کی ہے) ہیرو اور ہیروئن ساحل سمندر پر ڈھجی لگائے ہوئے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ کیوں نہ ہم سمندر میں بسم اللہ کہتے ہوئے سنت رسولؐ کے مطابق اتریں۔

مصری سماج میں ابن الکلب، ابن الخنزیر (کتے کے پلے، سور کے بچے) کے الفاظ کا استعمال عام ہے۔ باپ اپنے بیٹوں اور بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کو ان الفاظ سے خطاب کرتا ہے۔ عام طور پر پیار میں بھی یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں اور غصہ میں بھی۔ لیکن فلموں اور ڈراموں میں خاص طور سے جس ہیرو کا نام مشہور اسلامی شخصیات کے نام پر ہوگا انکے لیے ان الفاظ کا استعمال بار بار کیا جائے گا، تو مشاہدین پر اس کا اثر دوسری ہی قسم کا ہوگا۔ مزاحیہ ڈراموں اور ریڈیائی مکالموں میں مختلف اسالیب سے دین اسلام اور اسکی تعلیمات و شخصیات کا خاکہ اڑایا جاتا ہے۔ اخباری کارٹونوں میں الاہرام اور روز الیوسف میں برسوں شیخ متلوف (ازہری شیوخ) اور محمد آفندیہ (منافق عالم دین) کے نام سے دین کا مذاق اڑایا جاتا رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کویت پر ایک نظر:

مصر کے مقابلہ میں کویت میں ۱۹۶۰ء کے بعد مغربی میڈیا کا جال پھیلا۔ ۱۹۶۱ء تک اخلاقی جرائم نہ ہونے کے برابر تھے۔ لیکن مغربی میڈیا کے طفیل کویتی معاشرہ میں وہی دینی واخلاقی جرائم پیش آرہے ہیں جو مغربی معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں۔ مثال کے طور پر روزنامہ ''القبس'' کویت شمارہ ۷۶۵ مورخہ ۱۹۹۴/۱۰/۸ء میں ایک سماجی سروے رپورٹ کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے:

مختلف جرائم میں ملوث نوجوانوں اور لڑکیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ۱۹۹۲ء میں جو اخلاقی جرائم پیش آئے ان میں ۱۰ تا ۱۸ سال کی عمر کے نوجوانوں کی تعداد ۲۷۹۷ تھی۔ دو ہزار آٹھ سو اٹھائیس جرائم میں مردوں کا تناسب ۹۷% اور لڑکیوں کا تناسب ۲ء۲% تھا۔

باقی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

☆ ٹریفک کی خلاف ورزیوں کی تعداد ۹۹۲ تا ۱۱۱۲، ان میں لڑکوں کا تناسب ۹۹%۔

☆ مار پیٹ کے واقعات کی تعداد ۱۰۷۱ جن میں مردوں کی تعداد ۱۰۴۷ اور عورتوں کی تعداد ۶ ہے۔

☆ چوری وڈکیتی کے واقعات ۳۵۴ ہوئے۔ ان میں ۳۴۲ مرد ماخوذ ہوئے اور ۱۲ عورتیں۔

☆ خواتین کی عصمت دری کے ۹۳ واقعات ہوئے۔

☆ چھیڑ چھاڑ اور فحش مذاق کے ۶۳ واقعات میں ساٹھ مرد اور تین خواتین ماخوذ ہوئیں۔

☆ اغوا اور عصمت دری کے ۳۷ واقعات ہوئے۔

مندرجہ بالا جرائم میں کویتیوں کی تعداد ۲۲۲۵ ہے، باقی دوسرے ملکوں کے شہریوں کی تعداد ۶۳۰۶ ہے۔

دیگر عرب ممالک مثلاً مراکش اور الجزائر وغیرہ میں بھی جرائم کا تناسب مصر و کویت کے برابر ہے۔ مثلاً الجزائر میں نوجوان لڑکیوں میں خودکشی کا تناسب تمام عرب ملکوں سے زیادہ ہے۔ ۱۹۹۵ء کے اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز تعلقات کے نتیجے میں جن لڑکیوں نے خودکشی کی ان کی تعداد ۲۸۰ ہے۔ کم سن لڑکوں نے جو مالی اور اخلاقی جرائم کیے اور گرفتار ہوئے انکی تعداد صرف ایک دارالحکومت میں ساڑھے نو سو ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب ممالک میں بڑھتے ہوئے جرائم کو دیکھیے اور سرکاری میڈیا کی بھرپور سرپرستی بھی ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح ان حکومتوں نے دین واخلاق کی راہوں پر چلنے کو مجرم اور مستحق دار قرار دیا ہے اور مغربی طرز زندگی اور انارکی وانتشار کی راہ پر چلنے والوں کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کو اپنا فرض منصبی قرار دے رکھا ہے۔ ہم یہاں روزنامہ ''الاہرام'' قاہرہ ۲۵ دسمبر ۱۹۹۵ء کے صفحات سے ٹی، وی، ریڈیو، سینما اور ڈراموں کے پروگراموں کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں، یہ بتانے کے لیے کہ ہم مسلمان اپنی قبریں اپنے ہاتھوں کس طرح کھود رہے ہیں:

قاہرہ ٹیلی ویژن پروگرام کا ایک اجمالی جائزہ

پہلا چینل	۷ بجے صبح	تا	۲ بجے شب	
۱۹ گھنٹے				
دوسرا چینل	۷ بجے صبح	تا	۲ بجے شب	
۱۹ گھنٹے				
تیسرا چینل	۲ بجے دوپہر	تا	۲ بجے شب	
۱۲ گھنٹے				
چوتھا چینل	۴ بجے شام	تا	ڈیڑھ بجے شب	
ساڑھے نو گھنٹے				
پانچواں چینل	۱۰ بجے صبح	تا	۱ بجے شب	۱۵ گھنٹے
چھٹا چینل	۲ بجے دن	تا	۱۲ بجے شب	۱۰ گھنٹے
ساتواں چینل	۱۰ بجے دن	تا	۱۲ بجے شب	۱۴ گھنٹے
نیل ٹی، وی	۱۰ بجے دن			۸ گھنٹے
ڈش انٹینا کے ذریعہ	بی، بی، سی، اسٹار ٹی، وی			۲۴ گھنٹے
سی، این، این				۲۴ گھنٹے
ایم بی سی مڈل ایسٹ براڈکاسٹنگ سنٹر لندن				۱۲ گھنٹے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کل (ایک سو ساڑھے چھیاسٹھ گھنٹے یومیہ)

قاہرہ ریڈیو کے پروگرام:

ریڈیو قرآن ۳۵۔۷ صبح تا ایک بج کر ۵۵ منٹ شب	۱۹ گھنٹے
جنزل پروگرام	۲۲ گھنٹے
صوت العرب ۳۵۔۷ صبح تا ۴ بج کر دس منٹ صبح تک	۲۰ گھنٹے
الشرق الاوسط	۱۶ گھنٹے
	۷۷ (ستتر گھنٹے)

ریڈیو قرآن صرف تلاوت کے لیے مخصوص ہے۔ دیگر ریڈیو اسٹیشنوں سے مجموعی طور پر روزانہ صرف دو گھنٹے بیس منٹ کے دینی واخلاقی پروگرام ہوتے ہیں۔

قاہرہ میں بائیس سینما گھر، پانچ ڈرامہ ہال، پچیس نائٹ کلب، آٹھ نہری کلب ہیں جو دریائے نیل کی سطح پر رواں کشتیوں پر غیر ملکی سیاحوں کے لیے پروگرام پیش کرتے ہیں۔

قاہرہ کے سینما گھروں میں روزانہ پچیس امریکی، آٹھ فرانسیسی اور چھ ہندوستانی فلمیں پیش کی جاتی ہیں۔ مجموعی طور پر انتالیس غیر ملکی فلمیں صبح ساڑھے نو بجے سے رات ساڑھے بارہ بجے تک پیش کی جاتی ہیں۔

مصری ٹی وی کے تمام چینلوں سے روزانہ چھ امریکی، ایک فرنچ، دو ہندوستانی اور چھ عربی سیریز اور دو عربی ڈرامے پیش کیے جاتے ہیں۔

ریڈیو قاہرہ کے ذریعہ بھی عرب سیریز، ڈرامے اور فلموں کے مکالمے پیش کیے جاتے ہیں۔

صحافت کے ذریعہ جو عریاں تصاویر، فحش ناول، افسانے اور مفسد و مخرب اخلاق مقالات و مضامین پیش کیے جاتے ہیں وہ الگ ہیں۔

رمضان المبارک میں ایم۔ بی۔ سی (لندن) کا مخصوص پروگرام ۱۱ بجے صبح سے ۲ بجے شب تک تمام عرب ممالک کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ پندرہ گھنٹے کے ان پروگراموں میں ۱۴۱۶ھ میں روزانہ تین عربی سیریز، دو عربی اور ایک امریکی فلم پیش کی گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاہرہ ٹی، وی کے تمام چینل روزے کو کامیاب بنانے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کویتی ہفت روزہ المجتمع نے عرب ممالک میں امریکی فلموں کی درآمد کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ڈش انٹینا کے اس دور میں جب کہ براہ راست ۳۵ چینلوں سے عرب کے باشندے اپنی مرضی کا پروگرام دیکھ سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود امریکی فلمیں گراں قدر رائلٹی دے کر سرکاری سطح پر منگوائی جاتی ہیں۔ اعداد وشمار حسب ذیل ہیں:

مصر میں ۸۵٪ امریکی فلمیں پیش کی جاتی ہیں۔ اردن میں ۶۵٪، عرب امارات میں ۷۷٪، تیونس میں ۷۸٪، الجزائر میں ۷۹٪، مراکش میں ۸۲٪، کویت میں ۷۷٪۔ ہر مہینہ چار سو کیسٹ ویڈیو فلم کے (ممنوع فلموں کے) عالم عرب میں داخل ہوتے ہیں۔ ۸۹٪ بچوں کے پروگرام، ٹی، وی کے لیے غیر مسلم ملکوں (امریکہ و جاپان) سے منگوائے جاتے ہیں۔ سیریز، ڈرامے، متحرک کارٹون جو عام طور پر مشرکانہ عقائد کو نوخیز نسلوں کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کے لیے بڑی فنی مہارت اور چابک دستی سے تیار کیے جاتے ہیں۔ ٹی وی گیمز سے بھی یہ مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔

مسلم ممالک کے خلاف مغربی میڈیا کی جنگ کتنی زبردست، وسیع وعمیق، موثر، طاقت اور چو مکھی ہے، اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ وائس آف امریکہ روزانہ عربی زبان میں انچاس گھنٹے پروگرام نشر کرتا ہے۔

ریڈیو مونٹے کارلو (فرانس) سے باون گھنٹے، بی بی سی ریڈیو سے عربی آٹھ گھنٹے، ریڈیو فریتاس جو ویٹی کن سٹی کے ماتحت اور مسیحیت کی تبلیغ ونشر واشاعت کے لیے وقف ہے، عرب کے ممالک کے سامعین کیلئے چوبیس ریڈیو اسٹیشن مخصوص ہیں، جہاں سے روزانہ بیس گھنٹے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔

مغربی میڈیا کی براہ راست یورش اور بلا اجازت مسلمان گھرانوں میں داخلہ کی زبردست کوششوں کو دیکھیے، دوسری طرف ان اسلامی ملکوں کو بھی دیکھیے جو اس زہر کو ڈالر اور پونڈ دے کر منگواتے ہیں اور اپنے مسلمان ہم وطنوں اور دینی بھائیوں کے حلق میں زبردستی انڈیلتے ہیں۔

بارہ اسلامی ممالک ۵۰٪ ٹی وی ریڈیو پروگرام مغربی ملکوں سے درآمد کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس ممالک ایسے ہیں جو ۶۵٪ ٹی، وی، ریڈیو پروگرام مغربی ملکوں سے درآمد کرتے ہیں۔

نو مسلم ممالک ایسے ہیں جو ۲۷٪ ٹی، وی، ریڈیو پروگرام مغربی ملکوں سے درآمد کرتے ہیں۔

چار اسلامی ممالک ایسے ہیں جو ۸۰٪ ٹی، وی، ریڈیو پروگرام مغربی ملکوں سے درآمد کرتے ہیں۔

مسلم ممالک میں سرکاری میڈیا کے ذریعہ ڈیڑھ لاکھ سے لیکر دو لاکھ گھنٹے تک مغربی ملکوں میں تیار کیے ہوئے پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور انکی رائلٹی لاکھوں ڈالر اور اسٹرلنگ پونڈ میں ادا کی جاتی ہے۔

رمضان ۱۴۱۶ھ میں کویت کی وزارت اطلاعات نے لبنان اور شام سے مغنیوں اور رقاصاؤں کی دو ٹیموں کو مدعو کیا تھا تا کہ وہ ثقافتی پروگرام پیش کریں۔ اس کے لیے پینتالیس لاکھ ڈالر نقد اور تیس لاکھ ڈالر ہوٹل اور سفری اخراجات کی مد میں ادا کیے گئے۔

بون (جرمنی) سے شائع ہونے والے ماہنامہ الرائد نے مراکش پر مغربی میڈیا کی یورش کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

مراکش کے نوجوان چینل ۲ کو زیادہ پسند کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ صرف غیر ملکی پروگرام پیش کرتا ہے۔ اس چینل نے سال ۱۹۹۴ء کے دوران گیارہ سو پچیس غیر ملکی سیریز، آٹھ سو دو عربی فلمیں ریلیز کیں۔ مجموعی طور پر اس چینل نے تین ہزار انسٹھ مخرب اخلاق پروگرام دکھانے پر چالیس لاکھ ڈالر بطور رائلٹی کے ادا کیے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ يتخذها هُزُوًا اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْن

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی میڈیا پر ایک نظر

عالم عرب پر مغربی تہذیب وثقافت نے جب یورش کی تو مصر نے بڑی گرم جوشی سے اس کا خیر مقدم کیا، اس کے برعکس پہلے مرحلے میں جزیرۃ العرب نے کلی طور پر مغرب سے منسوب ہر چیز کو مسترد کردیا، جو غیر فطری اور غیر منطقی بات تھی، لیکن زیادہ عرصہ تک یہ جزیرہ اس یلغار کا مقابلہ نہ کرسکا اور اس نے مغرب کے آگے پوری طرح سپر ڈال دی۔ اس کا مشاہدہ ہر مسافر اور زائر کو ہوتا ہے۔

اسلام کے دو مقدس ترین شہروں کے ملک سعودی عرب میں 1965ء میں ٹیلیویژن کا آغاز جدہ اور ریاض سے ہوا، اس کے دو چینل مائیکرو ویو اور مصنوعی سیاروں کے ذریعہ پورے ملک میں عربی اور انگریزی میں پروگرام مہیا کرتے تھے۔ ٹی وی پروگرام مصر ولبنان میں ترتیب دیئے جاتے تھے۔ بعد میں جب 1980ء میں براہ راست یورپ وامریکہ کی ٹی وی نشریات کا آغاز ہوا تو ڈش انٹینا کے مالک صرف چند سعودی امراء اور شاہی خاندان کے لوگ ہی تھے، عام لوگوں کی دسترس سے یہ بھی پروگرام دور تھے، کویت کے خلاف عراقی جارحیت نے ڈش انٹینا کے ذریعہ اور دیگر مغربی ذرائع ابلاغ سے خبریں سننے کا جواز فراہم کیا، سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس جنگ نے نجی اور سرکاری کوششوں کو تیز کردیا کہ وہ عرب کے کنسورشیم کے تحت ARABSAT کے مصنوعی سیارہ کی سہولت سے دوسرے عرب ملکوں تک ٹیلیویژن کے ذریعہ رسائی حاصل کرسکیں۔

☆ مصنوعی سیارہ کے کئی چینل سعودی عرب کے شہریوں کے تصرف میں ہیں، ملک کے مشرقی حصے میں ہانگ کانگ کے اسٹار ٹی وی کے پانچ چینل دستیاب ہیں، ان میں سے ایک میوزک چینل ہے، جبکہ دوسرے چینل پر B.B.C ورلڈ سروس نیوز دیکھ سکتے ہیں، دیگر ٹی وی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سروسوں میں سے C.N.N انٹرنیشنل اور عرب حکومتوں کے متعدد پروگرام مصر و کویت، لبنان اور دبئی کے اسٹیشن سے دیکھے جاتے ہیں، ہندوستانی زی ٹی وی سعودی عرب کے تمام شہروں میں دیکھا جاتا ہے۔

☆ 1990ء کی دہائی میں مڈل ایسٹ براڈ کاسٹنگ (M.B.C) کا براہ راست پروگرام اشتہارات اور فیس کی مدد سے چلنا شروع ہوا۔ یہ ٹی وی اسٹیشن سعودی عرب کے شاہی خاندان کے افراد کی ملکیت ہے، اس کا مرکز لندن ہے۔ اس نے 18 ستمبر 1991ء سے اپنے پروگرام کا آغاز کیا، اس کی روزانہ کی نشریات بلا توقف بارہ گھنٹے تفریح اور خبروں کے پروگرام پیش کرتی ہیں، عرب ریڈیو اور ٹیلی ویژن (A.R.T) جو جدہ اور قاہرہ سے اپنی نشریات کرتا ہے۔ سعودی سرمایہ کار صالح کامل کی ملکیت ہے۔ اس کے چار چینلز سے فلم، میوزک، اسپورٹس اور بچوں کے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔

☆ تازہ ترین براہ راست براڈ کاسٹنگ سٹیلائٹ وہ خلائی کمیونیکیشن ہے، جس نے مئی 1994ء میں اپنی سروس کا آغاز کیا، اس کا صدر دفتر روم میں ہے اور عربی وانگریزی میں سترہ چینلز ایسے افراد کو فراہم کرتا ہے جو ڈھائی سو ڈالر کی ڈش خرید سکیں اور ماہانہ فیس دے سکیں۔

☆ براہ راست ٹی وی پروگراموں کے بارے میں سعودی عرب میں تین نقطہ نظر پائے جاتے ہیں۔ ایک گروپ کا کہنا ہے کہ براہ راست ڈش انٹینا کے پروگراموں سے سعودی معیشت بالخصوص سعودی براڈ کاسٹنگ کو معاشی خطرہ ہے، دوسرے گروپ کی رائے ہے کہ ایسے پروگرام اسلامی تہذیب وثقافت کے لیے خطرہ ہیں۔ (حجازی معاشرہ میڈیا کے ذریعہ جس رخ پر سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ڈالا جا رہا تھا وہ مغربی تہذیب وثقافت کا قبلہ تھا، بعض اہل نظر نے ۱۹۶۲ء میں T.V کی آمد کے ایک سال بعد ہی سعدی شیرازی کی زبان میں متوجہ کیا تھا۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی　　کیں رہ کہ می روی بترکستان است

لیکن یہ آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی اور جزیرہ العرب کے معاشرہ کی نگاہیں آزاد و بے قید نشریاتی پروگراموں اور مغربی زندگی کے مظاہر سے خیرہ ہو گئیں، ملاحظہ ہو، حجاز مقدس امیدوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اندیشوں کے درمیان'' مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش اور عالم عربی کا المیہ۔ (از مولانا سید ابو الحسن علی ندوی)

تیسرے گروپ کی رائے میں سعودی عرب کو کوئی سنگین خطرہ لاحق نہیں، بلکہ اس کے ذریعہ سے ہم پوری دنیا سے براہ راست استفادہ کر سکتے ہیں اور ہم جزیرہ سے باہر نکل سکتے ہیں۔ (سعودی وزارت دفاع کے ترجمان ماہنامہ ''الحرس الوطنی'' کے نامہ نگار نے جب سابق امریکی جنرل برنٹ اسکوکرافٹ سے یہ سوال کیا کہ امریکہ ساری دنیا کے کلچر پر ڈش انٹینا کے ذریعہ اثر ڈال رہا ہے تو انہوں نے اس کے جواب میں بڑی صراحت سے کہا کہ امریکہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مقامی تہذیبوں اور کلچروں کو ختم کر کے پوری دنیا کو ایک رنگ میں رنگ دیا جائے۔)

سعودی اخبارات کا حال بھی ٹی وی نشریات ہی کی طرح ہے، اس ملک سے مجموعی طور پر آٹھ روزناموں کی ایک لاکھ کاپیاں تقسیم ہوتی ہیں، اس کے علاوہ اسی (۸۰) کے قریب دیگر زبانوں کے اخبارات، ڈیڑھ سو رسالے اور ماہنامے، کتابیں اور ایک کروڑ غیر ملکی مطبوعات ہر ماہ تقسیم ہوتی ہیں، ہر ماہ ستر ہزار سے اسی ہزار تک امریکہ و جاپان میں تیار کیے ہوئے ویڈیو اور ایک لاکھ آڈیو کیسٹ فروخت ہوتے ہیں (مصری روزنامہ الاہرام نے ۱۹۸۴/۹/۱۳ء کے شمارہ میں عالم عرب دنیا اور فرانس میں ٹیلی ویژن اور ویڈیو کیسٹ کی موجودگی کا جائزہ اور موازنہ شائع کیا ہے' جو عبرت انگیز ہے۔ فرانس میں ہر ایک ہزار شخص کیلئے دس وی سی آر سیٹ ہیں۔ جبکہ اسکے مقابلے میں کویت میں ہر ہزار پر چار سو نوے اور سعودی عرب میں ہر ہزار پر سات سو پچاس وی سی آر کا تناسب ہے۔ ۱۹۹۵ء میں یہ تناسب سو فیصد ہو گیا۔ مصر میں سالانہ ایک ارب مصری پونڈ ٹی وی کی خریداری پر خرچ کیے جاتے ہیں۔ جبکہ اس ملک پر بیرونی قرض پچاس ارب مصری پونڈ ہے۔)

اگرچہ ٹی وی کے مقابلہ میں پرنٹ میڈیا کی قوت تاثیر کا تناسب تیس فیصدی ہے، لیکن جزیرۃ العرب کے معاشرہ پر بہر حال اس کے منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

سعودی معاشرہ کے ایک سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سعودی طالب علم جب سکنڈری اسکول سے فارغ ہوتا ہے، تو اس وقت تک وہ ٹی وی کے سامنے پندرہ ہزار گھنٹے گذار چکا ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کے بالمقابل دس ہزار آٹھ سو گھنٹے اسکول کلاسز میں گذارتا ہے۔

عرب نیوز ایجنسیاں مجموعی طور پر ایک لاکھ پچاس ہزار الفاظ پر مشتمل خبریں اخباروں کو بھیجتی ہیں،نوے فیصد خبریں پانچ عالمی خبر رساں ایجنسیوں سے عرب اخبارات حاصل کرتے ہیں۔

یونیسکو کے ایک سروے کے مطابق پوری دنیا کے میڈیا سے روزانہ ایک سو بیس چینلز سے سترہ ہزار گھنٹے کا پروگرام پوری دنیا میں نشر کیا جاتا ہے،ان میں نو ہزار گھنٹے کا پروگرام عرب دنیا کے لیے مخصوص ہوتا ہے،اس کے اثرات کا تجزیہ کر کے یونیسکو نے بتایا ہے کہ پوری دنیا کے پچاسی فیصد لوگوں نے ٹی وی کی وجہ سے اپنے کھانے پینے ،سونے ،لکھنے پڑھنے اور کام کے پروگرام بدل دیئے ہیں ،ان کی قوت فیصلہ پر ٹی وی اثر انداز ہو گیا ہے،وہ آزادانہ طریقہ سے فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہے،شعوری،غیر شعوری طور پر وہ ٹی وی پروگراموں اور دوسرے ذرائع ابلاغ سے متاثرہ ہوتے ہیں۔

یونیسکو نے عربوں کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کا بنیادی عقیدہ کمزور ہو گیا ہے،نئی نسل میں دس سے پچیس سال تک بچوں کی اسی فیصد تعداد ایسی ہے جو ٹی وی کے مشرکانہ پروگراموں سے متاثر ہو چکی ہے،عیسائیوں اور یہودیوں کے افکار وشعار اور تہذیب وتمدن اور ان کے رائج کیے ہوئے فیشن کو احترام اور تقدیس کی نظر سے دیکھتی ہے،پندرہ سال کے اندر مصر وسعودی عرب اور کویت کو خاص طور سے نشانہ بنا کر منشیات کو رائج کیا گیا ہے،جنسی خواہشات کی ناجائز تکمیل کے واقعات ،جبر وتشدد،عصمت دری،مالی واخلاقی جرائم کی کثرت ہو گئی ہے،خواتین اور بچوں کے ذریعہ منشیات کو طلبہ طالبات میں ٹافی ،کیسٹ،ٹی وی گیمز اور البم کے ذریعہ فواحش کو عام کیا جارہا ہے۔(سعودی ٹی وی پر بچوں کے جو پروگرام دکھائے جاتے ہیں ان میں متحرک کارٹونز کے ذریعہ مشرکانہ عقائد اور بداخلاقی کے زہر بڑی مہارت سے ذہنوں،ان کے دل ودماغ اور جذبات میں اتارے جارہے ہیں ،مثال کے طور پر ''بابائے سیریز''،''عدنان ولینا سیریز'' میں قتل وغارت گری اور خوبصورت لڑکی پر اتنی بار مجرمانہ حملے کے مناظر دکھائے جاتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنے والے بچے بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ اس بار پھر اس لڑکی پر حملہ کیا جائے گا،ایک دوسرے منظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک شخص سمندر میں غوطہ لگاتا اور بادلوں تک اپنے دشمن کا سراغ لگاتا ہے، تیسرے منظر میں ہیرو ایک گدھے پر آسمان پر اڑ جاتا ہے، وہاں گھنے بادلوں سے ایک بدہیئت شخص نکلتا ہے جس کی لمبی داڑھی ہوتی ہے آنکھیں سرخ ہوتی ہیں، ہیرو اس کو عبدالرحمٰن کے نام سے پکارتا اور اپنے پاؤں تلے حقارت سے روندتا ہے، آخر میں اس کو قتل کر دیتا ہے۔)

دس سال سے بھی کم مدت میں سعودی معاشرہ پر ٹی وی کے جو غیر معمولی اثرات پڑے ہیں' ان کا تجزیہ ہم ریاض سے شائع ہونے والے موقر رسالہ الدعوہ کے صرف دو شماروں سے بغیر کسی تبصرے کے پیش کر رہے ہیں۔

رسالہ الدعوۃ نے چند خواتین کے ذریعہ ریاض میں مقیم سعودی خاندان کا سروے کرایا اور شمارہ (۱۵۷۷) جنوری ۱۹۹۷ء میں اس سروے کا نتیجہ شائع کیا، رسالہ نے ڈش انٹینا کی آمد کے بعد سے سعودی معاشرہ پر مرتب ہونے والے اخلاقی اثرات کا جائزہ اور اس موضوع پر خواتین سے جو جوابات ملے، اس کی حیثیت وشھد شاھد من اھلھا کی ہے۔

☆ چوالیس فیصد سعودی خواتین نے چار سال سے (یہ سروے جنوری ۱۹۹۷ء میں کرایا گیا ہے) فیشن ایبل لباس پہننا شروع کر دیا ہے۔

☆ ۳۷ فیصد یہ لباس پہن کر بازار جاتی ہیں۔

☆ ۸۱ فیصد خواتین کے والدین اور شوہر اس لباس کو پسند نہیں کرتے لیکن اس کے باوجود یہ خواتین ایسا لباس استعمال کرتی ہیں۔

☆ ۳۵ فیصد خواتین کے والدین اور شوہر ایسے لباس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

☆ ۳۵ فیصد نے کہا کہ ہم ایسا لباس ترک کرنے کے بارے میں سوچ رہی ہیں۔

☆ ۶۰ فیصد نے کہا کہ ہم صرف فیشن سمجھ کر پہنتی ہیں۔

☆ ایسی بھی خواتین ہیں جن کے عمریں پچاس سے متجاوز ہیں، وہ بھی ایسا لباس استعمال کرتی ہیں، ساٹھ باسٹھ سال کی بعض خواتین نے بتایا کہ وہ ایسا لباس ایک سال سے پہن رہی ہیں۔

☆ ۸۵ فیصد خواتین نے وجہ یہ بتائی کہ ان کے عزیز و اقارب ایسا لباس پہنتے ہیں، یا انہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ٹی وی دیکھ کر یا دوکانوں کے شوروم دیکھ کر یہ فیشن اختیار کیا۔

☆ ۶۱ فیصد نے کہا کہ ہمیں ایسے لباس کے استعمال سے شرمندگی نہیں ہوتی۔

☆ ۳۹ فیصد نے کہا کہ ہمیں شرم آتی ہے۔

☆ ۶۵ فیصد نے کہا کہ ان کے شوہروں اور والدین نے اس سے منع نہیں کیا۔

☆ فیشن ایبل لباس کی تعریف رسالہ نے یہ کی ہے کہ جو ساتر نہ ہو، مغربی طرز کا چست لباس ہو، رسالہ کی تحقیق کے مطابق خواتین اور بچیاں (چھ سال بیس سال) تنگ جینز استعمال کرتی ہیں، بازو ننگے ہوتے ہیں، اوپر سے باریک برقعہ ہوتا ہے۔ ۴۵ فیصد خواتین مغربی رقص اور گانے پسند کرتی ہیں۔

۶۵ فیصد خواتین مغربی طرز کے کھانے اور ۹۵ فیصد مغربی مشروبات پسند کرتی ہیں۔ خواتین کی دلچسپی کا دوسرا بڑا عنصر آرائش جمال کی اشیاء ہیں، جن میں نیل پالش، لپ اسٹک، پوڈر، شیمپو، عطریات اور آنکھوں کے کاجل ہیں۔

۲۷ اگست ۱۹۹۸ء کے شمارہ میں اس رسالہ الدعوۃ نے ریاض کے ایوان تجارت کے حوالے سے جو اعداد و شمار صرف ۱۹۹۷ء کی درآمد کے متعلق شائع کئے ہیں، وہ کسی مسلم معاشرہ کے لیے ناقابل یقین ہیں، لیکن ٹی وی اشتہارات اور فیشن کے پروپیگنڈے اور آرائش جمال کے لوازمات اتنے بڑھ گئے ہیں کہ یقین کرنا ہی پڑتا ہے۔

۱۹۹۷ء میں تین کروڑ بہتر لاکھ اٹھانوے ہزار ریال لپ اسٹک اور نیل پالش کی خریداری پر خرچ کئے گئے، ایوان تجارت نے اس کا وزن چار لاکھ انہتر ہزار تین سو چھیاسٹھ ٹن بتایا ہے۔

آنکھوں کی زینت اور جسم کے دوسرے اعضاء کو رنگین بنانے میں جو کاجل اور مہندی مغربی ملکوں سے منگوائی گئی، وہ وزن میں ایک لاکھ اٹھاون ہزار چھ سو سینتیس ٹن ہوئی، اس کی قیمت دو کروڑ چوالیس لاکھ چالیس ہزار سترہ ریال ہوئی۔ (رسالہ الدعوۃ شمارہ (1656)

۲۷ اگست ۱۹۹۸ء کے اسی شمارہ میں ایک تحقیقی مضمون ایسا بھی شائع ہوا ہے جس میں لپ اسٹک اور نیل پالش، شیمپوز، پوڈر کی تیاری میں شامل بنیادی اجزاء میں خنزیر، جنگلی کیڑے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکوڑے اور دیگر حرام جانوروں کی چربی کا ذکر ہے، رسالہ نے اس پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ ان حرام اشیاء کی خریداری پر عرب ممالک کروڑوں ڈالر کا زرمبادلہ خرچ کرتے ہیں اور ہماری مسلمان خواتین تزئین وآرائش میں ان حرام اشیاء کو استعمال کرتی ہیں۔

ذہن سازی اور کردار کی تشکیل میں ٹی وی کے بعد دوسرے نمبر پر سعودی روزنامے اور رسائل ہیں، جن میں روزنامہ الشرق الاوسط سرفہرست ہے، اپنے ترقی یافتہ وسائل نشرواشاعت اور تعداد اشاعت کے اعتبار سے یہ اخبار جزیرۃ العرب میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے، یہ روزنامہ شاہی گھرانے کی ملکیت ہے، اس کے ادارہ سے ماہنامہ ''المجلۃ'' خواتین کے مخصوص رسالہ ''سیدتی''ہفت روزہ المسلمون، عرب نیوز انگریزی روزنامہ، اور اردو نیوز کے علاوہ کھیل کود سے متعلق رسالہ شائع ہوتا ہے۔ نیز ہر ماہ مختلف موضوعات پر کتاب بھی شائع ہوتی ہے۔

روزنامہ الشرق الاوسط لندن سے شائع ہوتا ہے، مصنوعی سیاروں کے ذریعہ ظہران، ریاض، جدہ، کاسابلانکا (مراکش) مارسیلیا، قاہرہ، پیرس اور لندن سے بیک وقت شائع ہوتا ہے، کل صفحات سولہ ہیں۔

اخبار کی تقسیم موضوعات کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

پہلا صفحہ: عالمی سیاست اور عرب دنیا کی سیاسی خبریں۔

دوصفحے: عرب ممالک کی متنوع خبریں ہے

ایک صفحہ: اقتصادی مضامین اور اسٹاک ایکسچینج کی خبریں، پٹرول کی قیمتیں۔

ایک صفحہ: بین الاقوامی موضوعات۔

ایک صفحہ: عالمی صفحات سے ترجمہ، سیاسی موضوعات پر مقالات کا عربی ترجمہ۔

ایک صفحہ: قارئین کے خطوط اور مراسلات۔

ایک صفحہ: سیاسی تحلیل وتجزیہ۔

دوصفحے: تحقیقات، سروے، روزنامچے، سفرنامے، نئی کتابوں کا تعارف اور ان پر تبصرے۔

ایک صفحہ: دینیات، اسلامی ثقافت وتاریخ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک صفحہ: ادب وشاعری، ادیبوں، فلمی اداکاروں، مغنیوں اور ملحدوں کے انٹرویوز۔
دو صفحے: متنوع خبریں، کارٹون، جنسی لطائف اور صنف نازک کی شوخ و نیم عریاں تصاویر۔
دو صفحے: کھیل اور کھلاڑی سے متعلق، کبھی تین صفحات میں کھیل کی خبریں دی جاتی ہیں۔

اگرچہ ایک صفحہ دینی مضامین کے لیے وقف ہے، لیکن آدھے سے زیادہ صفحہ پر اشتہارات ہوتے ہیں وہ بھی خواتین کی تصاویر سے مزین ہوتا ہے، جن کو اشتہار کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ یعنی بقول شاعر: مسجد کے زیر سایہ خرابات (اخبار کے شمارہ ۳۳۸۹ میں لبنان یونیورسٹی میں مقابلہ حسن کی تصویر، منتخب ملکہ حسن کی نیم عریاں تصاویر کے مختلف پوز ۳۳۹۰: لبنان کی حسیناؤں کے دو گروپ فوٹو۔ اسی شمارہ کے صفحہ ۱۶ پر عریاں تصویر ہے۔ شمارہ ۳۳۸۹ میں کویت کی دو حسیناؤں کی تصویریں، اسی شمارہ کے صفحہ ۴ پر ایک تصویر کے نیچے لکھا ہے دلکش اور دلبر بیوی۔ اس شمارہ میں خواتین کی ۱۶ عریاں تصویریں ہیں۔)

دینی مضامین میں بھی نوجوانوں کی دینداری اور دین سے محبت کو غلو، تشدد اور عصر حاضر کے تقاضوں سے ناواقفیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، سحر، جنات، تعویذ گنڈے، مغربی سماج کی خوبیوں، اور عرب و امریکہ کے اداکاروں کی خبریں اور ان کی تصاویر بکثرت ہوتی ہیں، عراق و ایران جنگ میں اخبار کا کردار عراق کی ہمنوائی میں تھا...... فلسطین مسئلہ کشمیر کمبوڈیا، فلپائن ،کوسووو، بوسنیا کے مسلمانوں سے متعلق مضامین کی روح مغربی نیوز ایجنسیوں کی فراہم کردہ خبروں، فیچرز اور تصاویر و تبصرے پر مشتمل ہوتی ہے، بوسنیا اور کوسووا کے مسلمانوں کی نسل کشی کی امریکی پالیسی کو عدل وانصاف پر مبنی قرار دیا جاتا ہے، ناٹو کی بمباری پر اخبار نے یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے امریکہ کو خراج تحسین پیش کیا اور اس کو اسلامی دنیا کا محسن قرار دیا، اخبار نے بوسنیا اور کوسووا، صومالیہ اور سوڈان میں اقوام متحدہ کے گھناؤنے کردار کو نظر انداز کر دیا۔ اس کے بالمقابل عرب لیگ کا جب ذکر آتا ہے تو اس کے منفی رول کو تفصیل سے نمایاں کرتا ہے۔ کھیل اور کھلاڑی کے صفحات میں عام طور پر عرب قوم پرستی کو ہوا دیتا ہے، جب عرب ٹیموں کا مقابلہ مغربی ٹیموں سے ہو۔ اگر عرب ٹیمیں مقابلے میں ہوتی ہیں تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی کھلاڑیوں کو نمایاں کیا جاتا ہے۔

مغربی اداکاروں اور ہندوستانی فلمی شخصیتوں میں سے امیتابھ بچن، ملکہ برطانیہ، شہزادی ڈیانا، کلنٹن کی محبوباؤں کے تذکرے، تصویریں اور جزئی تفصیلات کو اہمیت کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے، غرض کہ اخبار کے کسی عنوان یا خبر یا بین السطور سے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی اسلام پسند ملک کا اخبار ہے۔ خود اخبار کا نام الشرق الاوسط بھی مغربی پروپیگنڈہ کی دین ہے۔

الشرق الاوسط کے ادارہ سے عرب خواتین کے لیے عموماً اور سعودی خواتین کے لیے خصوصاً ''سیدتی'' کے نام سے ماہنامہ شائع ہوتا ہے جس کی ادارت ایک سعودی خاتون کے ذمہ ہے تا کہ اس رسالہ کو ذریعہ بنا کر سعودی معاشرہ کا شیرازہ بکھیرا جا سکے۔

سعودی خواتین کے قلم سے مغربی فیشن، یورپی سوسائٹی اور اس کی شخصیات کی تعریف ہوتی ہے تا کہ نفسیاتی اور ذہنی اعتبار سے مغربی تہذیب کو قبول کرنے میں آسانی ہو، ٹائیٹل پر سعودی خواتین کی تصاویر، سعودی تعلیم گاہوں کی معلمات اور طالبات کی تصاویر، ان کے انٹرویو، مضامین اور مراسلے ہوتے ہیں، ان میں مخلوط تعلیم، برقعہ، نماز، مغربی ادب و شاعری اور فلمی اداکاروں سے متعلق ان کے خیالات، ذاتی ڈائری، بین السطور اور کہیں صراحت سے اس کا تذکرہ کہ آجکل کے دور میں معیار زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے مرد کے ساتھ خواتین کا بھی کام کرنا ضروری ہو گیا ہے، سعودی خواتین بھی زندگی کے تمام میدانوں میں مردوں کے شانہ بشانہ ملکی ترقی میں حصہ لینے کیلئے تیار ہیں، سعودی وزارت دفاع کے ترجمان ماہنامہ ''الحرس الوطنی'' میں ایک بڑے ذمہ دار کا یہ بیان بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے ''ہم کسی کو اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے کہ سعودی خواتین کے رول کو ثانوی حیثیت دیجائے''۔ اس بیان کے سال بھر بعد ہی خبر آ گئی کہ سعودی مجلس شوریٰ میں سعودی خواتین کو نمائندگی دے دی گئی ہے اور عملاً انہوں نے جلسہ میں شرکت بھی کی۔

ماہنامہ ''سیدتی'' کے شمارہ نمبر (۳۸) میں مصری خواتین کی جدوجہد آزادی (حجاب کیخلاف) پر تفصیلی مضمون ہے اور اس انداز میں کہ سعودی خواتین مصری خواتین کے نقش قدم پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلنے کیلئے تیار ہیں۔

اس رسالہ کے دو شماروں میں پیرس، لندن، نیویارک، بون اور میونخ میں عرب فلم فیسٹیول کا تفصیلی کا جائزہ، فلمی اداکاروں کی تصاویر انٹرویو کے ساتھ ہیں۔

ایک شمارہ میں خاتون خانہ کی بیکاری اور دوسرے میں تعدد ازدواج پر ناقدانہ مضمون اور مسائل و مشکلات اور غلطیوں کا ذکر ہوتا ہے۔

''سیدتی الجمیلۃ'' کے عنوان سے چار صفحات پر پھیلا ہوا مستقل کالم ہوتا ہے جس میں آرائش جمال کی اشیاء مختلف قسم کے کریم، پوڈر، شیمپو اور لپ اسٹک و کاجل کا ذکر ہوتا ہے اور یہ کہ فلاں امریکی اداکارہ کونسی خوشبو استعمال کرتی ہے اور جنس مخالف پر اس کے کیا اثرات ہوتے ہیں، آپ اپنے شوہر کو متوجہ کرنے کے لئے کیا کریں، کونسے لباس استعمال کریں اور کس خوشبو کو کب استعمال کریں۔

پسند و ناپسند کے عنوان کے تحت مستقل کالم ہوتا ہے جس میں کسی عرب ملک کی شادی شدہ یا غیر شادی شدہ خاتون کا انٹرویو ہوتا ہے، اس کا ایک نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

سوال: کیا بیس سال کی عمر میں لڑکی کو شادی کر لینی چاہیے؟

جواب: میں ذاتی طور پر یہ پسند کروں گی کہ فی الحال آزاد رہوں۔

س: لڑکی کو پہلے شادی کرنی چاہیے یا محبت؟

ج: محبت۔

س: ویڈیو فلم دیکھی ہے؟

ج: جی ہاں، سہیلیوں سے لے کر یا ویڈیو کی دوکان سے کرایہ پر۔

س: آپ جذباتی ہیں؟

ج: بہت زیادہ۔

س: گانے پسند کرتی ہیں یا موسیقی؟

ج: مغربی گانے زیادہ، کبھی موسیقی سے بھی دل بہلاتی ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س: اور کیا پسند کرتی ہیں؟
ج: ورزش پسند کرتی ہوں، اس کا لباس بھی پہننا پسند کرتی ہوں۔
رسالہ میں فقہی سوال و جواب بھی ہوتا ہے، لیکن سوالات کی نوعیت پر غور کیجئے۔
سوال: کیا مصافحہ یا بوسے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ (محرم یا نا محرم کا ذکر نہیں)
عرب خاندان میں غیر مسلم مرد اور عورت کو ڈرائیور اور خادمہ و آیا کے طور پر بھی اور دفاتر میں بطور سیکرٹری کے کثرت سے رکھا جا رہا ہے، اس کی وجہ سے عقائد، اخلاق، اور تہذیب کے جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں، وہ مستقل موضوع ہے اور اخبارات و رسائل میں برابر ان کے مضر اور خطرناک اثرات و نتائج پر بحث و تنقید ہوتی رہتی ہے۔

امریکی فلموں کے منفی اثرات پر اقوام متحدہ کی تشویش

امریکی فلموں اور ٹی وی پروگراموں کے منفی اثرات پر تشویش مسلم حلقے تو عرصہ سے ظاہر کرتے چلے آرہے ہیں۔ تاہم اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ یونیسکو کے زیر نگرانی کیے جانے والے ایک عالمی سروے میں بھی امریکی فلموں اور ٹی وی پروگراموں کو دنیا میں بڑھتے ہوئے جنسی اور جسمانی تشدد کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق عالمی کمیشن برائے ثقافت و ترقیات نے ایک سروے رپورٹ دی کہ امریکی ٹی وی پروگراموں اور فلموں کے نتائج دنیا میں بہیمانہ تشدد، جنسی جرائم، اور غیر شائستہ زبان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل جینو نیر پیریز کی نگرانی میں ہونے والے اس سروے میں بتایا گیا ہے کہ امریکی ٹی وی کی اٹھارہ گھنٹے کی نشریات میں تشدد کے دو ہزار چھ سو پانچ (۲۶۰۵) اور جنسی اختلاط کے ایک ہزار نو سو اٹھاسی (۱۹۸۸) واقعات دکھائے گئے جاتے ہیں، جو بعد میں امریکی معاشرے اور پوری دنیا کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

(یونیسکو کی ایک رپورٹ سے) ۱۲/۱۲/۱۹۹۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستانی میڈیا مغرب کے نقش قدم پر

ہندوستانی میڈیا عام طور سے مغربی نیوز ایجنسیاں کا محتاج ہے۔ داخلی امور سے متعلق جو خبریں فراہم کی جاتی ہیں' ان کا اسلوب اور رنگ مغربی ہوتا ہے۔ سانچہ وہیں سے بن کر آیا ہے، چند مثالیں پیش ہیں۔

روزنامہ ہندوستان ٹائمز نے ۱۶ جنوری ۱۹۹۷ء کو کشمیر سے متعلق ایک خصوصی مضمون شائع کیا جس کا عنوان ہے "اے" سے "اللہ"، "بی" سے "بندوق"، اس مضمون میں کشمیر کے اسلامی مدارس کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ یو، این، آئی کے نامہ نگار نے لکھا ہے کہ ان مدارس میں دین کی تعلیم جاری ہے۔ اردو کے ساتھ عربی بھی سکھائی جاتی ہے جو غیر ملکی زبان ہے۔ اور ان مدارس میں اتوار کے بجائے جمعہ کو تعطیل ہوتی ہے۔ ان مدارس میں معصوم بچوں اور نوجوانوں کو تشدد اور نفرت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور اساتذہ سب کے سب مشکوک کردار کے ہیں، اگرچہ گذشتہ حکومت نے ان دینی اداروں کو بند کر دیا تھا لیکن ان مدارس کے اساتذہ نے عدالت سے رجوع کیا، جس نے اس کے حق میں فیصلے دیئے، اب پھر یہ مدارس تشدد کی تعلیم دینے میں مصروف ہو گئے ہیں۔

اس اخبار نے راجستھان کے سرحدی علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں اور سکھوں کے کردار کو مشکوک قرار دیتے ہوئے ان کے دینی مدارس اور ان میں عربی اردو تعلیم کو مسلمانوں کے خلاف کردار کشی کے لیے استعمال کیا ہے، حتیٰ کہ مسلمانوں کی پسند و ناپسند کو بھی اخبار نے ہدف تنقید بنایا ہے۔

ہندوستان کے سرکاری و غیر سرکاری حلقوں سے یہ خبر بار بار مختلف اسالیب میں پھیلائی جاتی ہے کہ دینی و عربی مدارس آئی، ایس، آئی کا اڈہ ہیں، اسلامی ملکوں کے علاوہ کسی ملک میں کہیں بھی دہشت گردی کی کاروائی ہوتی ہے، تو اس کو صرف دہشت گردی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بابری مسجد کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈھانے والوں کو کار سیوک (رضا کار) کہا گیا جبکہ وہ سراسر غنڈہ گردی اور ڈکیتی تھی۔عراقی ایٹمی ری ایکٹر پر اسرائیلی حملہ کو یہودی دہشت گردی یا لبنان کے صابرا و شتیلا کیمپوں پر اسرائیلی بمباری کو یہودیوں سے منسوب نہیں کیا گیا اور نہ ہی آئرلینڈ کے عیسائیوں کی دہشت گردی کو عیسائی دہشت گرد قرار دیا گیا اور نہ ہی ہندو دہشت گردان غنڈوں کو قرار دیا گیا جنھوں نے پی اے سی کے تعاون سے ہمیشہ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا،اور جبل پور و جمشید پور، راوڑکیلا اور بھاگلپور، مراد آباد میرٹھ، ملیانہ کے قتل عام میں بھرپور حصہ لیا،اور آر، ایس،ایس نے اس مقصد کے لیے انہیں تیار کیا،ندوۃ العلماء پر چھاپہ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نیز دیگر مسلم قائدین اور دینی جماعتوں کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے، یہ سب یہودی مقاصد کی تکمیل کے اسالیب ہیں۔

اباحیت کی ترویج واشاعت میں ہندوستانی میڈیا کا کردار:

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے ہندوستانی معاشرہ کی ایک بنیادی کمزوری کو براہ راست بیان کرنے کے بجائے یہاں کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس کے ذہنوں اور اعصاب پر جنسیات کے غلبہ کا ذکر کیا ہے،اور یہ واقعہ بھی ہے کہ ہندوستان کی قدیم تاریخ نے جنسی پہلوؤں پر اپنی توجہ زیادہ مرکوز کی ہے، ایلورا، اجنتا اور کھجوراہو میں موجود مجسمے اور نقوش، یہاں کی مذہبی کتابوں اور اس مذہب سے متعلق شخصیات، دیوی، دیوتاؤں کی تصویر کشی اور ان کے جنسی مشغلوں میں بھی یہ پہلو غیر معمولی حد تک غالب ہے، بلکہ جنسی اتصال و تعلقات نے تقدس کا درجہ حاصل کرلیا تھا، جس کے اثرات لازمی طور پر ہندوستانی معاشرے پر پائے جاتے ہیں۔یہاں کے شعراء و ادباء اور جدید دور کے ترجمان اور قدیم ہندوستان کی تاریخ اور اس کی معاشرتی، مذہبی اور تہذیبی خصوصیات کی تصویر کشی کرنے والے فلم سازوں نے اپنی تخلیقات میں اس پہلو کو نئی سمتیں اور وسعتیں دی ہیں، ہم اسلامی اور اخلاقی نقطہ نظر سے جس چیز کو عریاں اور فحش اور بیہودہ قرار دیتے ہیں،اور اسلامی تصور عصمت و عفت کے خلاف سمجھتے ہیں وہ یہاں کی اکثریت کی نظر میں عین تقدس بلکہ مذہبی و ثقافتی وراثت ہے، جس کا سرچشمہ کام شاستر، ایلورا، اجنتا اور کھجوراہو کے غار ہیں،اور، مہادیو اور کرشن کی جنسی بوالعجبیاں ان کیلئے عملی نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں، بڑی حد تک یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال سچ نہیں ہے کہ ہندوستان میں عورتوں کی موجودہ عریانیت مغرب کی دین ہے، جو فلموں اور ٹی، وی کے وسیلوں سے ہم تک پہنچتی ہے، ہندوستان نے صدیوں قبل کام شاستر کو ایک ثقافتی وراثت اور اس کی تخلیق پر مبنی تعمیر ایلورا، اجنتا، کھجوراہو کی شہوت انگیز مورتیوں کو ثقافتی اور مذہبی زیارت کا درجہ دے رکھا ہے، اس کتاب کا برہمن مصنف آج بھی قدیم سیکس گرو کے نام سے ہندوستانی معاشرہ میں قابل تعظیم مانا جاتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی کی یہ تصنیف مغرب میں ایک صدی قبل تک شجر ممنوعہ تھی، ہندوستان سے اسمگل ہو کر جانیوالی یہ کتاب یورپی خاندانوں میں بہت چھپا کر پڑھی جاتی تھی، برطانیہ میں اس کی دستیابی ۱۹۶۲ء میں شروع ہو سکی، جبکہ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل ہندوستان میں کام شاستر کا مطالعہ نابالغ اسکولی بچوں کو سن بلوغت میں پہنچانے کا ایک ذریعہ تسلیم کیا جاتا تھا، کام شاستر کا ایک درس یہ بھی ہے کہ دوسروں کی بیویوں کو کیسے رجھایا جاسکتا ہے، غیر فطری جنسی حرکتوں، ہم جنسی، اور جسم فروشی کی ایسی ترکیبیں اس کتاب میں موجود ہیں کہ موجودہ دور کے تمام تر بیسوائی ادب شرم سے پانی پانی ہو جائیں گے، مبالغہ نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ ہندوستان تاریخی تہذیبی اور مذہبی اعتبار سے نظریہ لذتیت کا قائل اور داعی ملک رہا ہے۔

یہی نہیں بلکہ کام شاستر جنس کو مال وزر کے حصول کا ذریعہ بنانے کیلئے بھی کئی اصول پیش کرتا ہے، زر اور زن کا تعلق موجودہ زمانہ میں جو تباہیوں کا باعث ہے، کام شاستر کے نزدیک ایک قابل قبول شے ہے، اسی لیے یہاں کی فلموں، ٹی وی سیریز، ناولوں، ڈراموں، افسانوں اور اخبارات ورسائل میں جس طرح اس بیسوائی ادب کو مدلل اور مزین انداز میں مذہبی وتہذیبی اور تاریخی وثقافتی ورثہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے وہ یہاں کی معاشرتی ومذہبی زندگی کی عکاسی ہے، فحش رسائل، فلموں اور جنسی تعلقات پر مبنی سیریز کی تائید وحمایت میں ہندوستانی میڈیا بہت سرگرم اور اس کو تقدس کا درجہ دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔

آزادی کے بعد ہندوستان میں مغربی فلموں کی نقالی میں جو فلمیں تیار ہوئیں اور جو رسائل وناول شائع کئے گئے جاتے تھے، ۱۹۶۰ء کے بعد آزادانہ جنسی تعلقات پر مبنی ناول فحش انداز میں لکھے تو جاتے تھے لیکن ان کو خفیہ طور سے سپلائی کیا جاتا تھا، ایک خاندان کے لوگ صاف ستھری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلمیں (جو گھریلو تعلقات اور پاکیزہ معاشرتی پہلوؤں کو پیش کرتی تھیں) دیکھنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے، لیکن ثقافتی وتہذیبی تبادلوں کے نام پر مغرب کی جو فلمیں یہاں دکھائی جاتی تھیں ،انہوں نے ہندوستان کے ذوق ومعیار دونوں کو ہی بگاڑ کر رکھ دیا، ان مغربی فلموں کو پہلے بالغوں کے لیے مخصوص کر دیا جاتا تھا، لیکن اب تو زیادہ تر ہندوستانی فلمیں بالغوں ہی کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ پہلے یہ فلمیں سینما گھروں میں دکھائی جاتی تھیں، اب وی سی آر کی بدولت اور ڈش انٹینا اور انٹرنیٹ کی ایجاد کی وجہ سے دینی واخلاقی قدروں سے ناآشنا گھر سینما ہال اور عریاں کلب میں تبدیل ہو رہا ہے۔

عریاں فلموں کے علاوہ ہندوستان کے طول وعرض میں اس وقت کم از کم ایک سو ایسے رسائل نکل رہے ہیں، جو عورت کے تقدس اور ان سے وابستہ اخلاقی اقدار کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہیں ،اس نوع کے رسائل میں فینٹسی FANTASY ایک ایسا نام ہے جس نے فی الحال باقی ماندہ اقدار واخلاقیات کی تمام آوازوں کو دبا کر رکھ دیا ہے، یوں تو یہ رسالہ اپنی اشاعت کے ساتویں سال میں ہے تاہم ۱۹۹۴ء کے وسط میں یہ رسالہ اس وقت اخبارات کی سرخیوں میں آیا، جب اس میں ایک اسکول کی طالبہ کی عریاں تصویریں شائع کی گئیں، رپورٹ کے مطابق دہلی کی ایک سولہ سالہ طالبہ کو کچھ فوٹو گرافروں نے ورغلا کر اس کی ننگی تصویریں کھینچیں اور انہیں فینٹسی کے ایک شمارہ میں شائع کروا دیا، لڑکی کے والدین نے جب پولیس میں رپورٹ درج کروائی تب پولیس نے رسالہ کے ایڈیٹر وکی بھارگوا اور کچھ فوٹو گرافروں کو گرفتار کر لیا، لیکن جلد ہی معمولی ضمانت پر انہیں رہا بھی کر دیا۔

اس واقعہ سے ہندوستانی میڈیا میں یہ بحث چھڑ گئی کہ کیا ایڈیٹر کی گرفتاری آزادی پریس پر حملہ ہے یا ایک غیر اخلاقی اور غیر قانونی حرکت کے خلاف تادیبی کاروائی؟ نہ کہ یہ بحث کہ اس قسم کی اشاعتیں معاشرہ کے لیے کس قدر مسموم اور تباہ کن ہیں۔

اس واقعہ کے چند مہینے بعد ہی دہلی کی ایک خاتون وکیل انجلی کپور نے اپنی برہنہ تصویریں اس رسالہ میں چھپوائیں، اس نے دلیل یہ دی کہ اگر عورت اپنا چہرہ دکھا سکتی ہے تو جسم کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے حصے کیوں نہیں دکھا سکتی، بہر حال یہ میرا جسم ہے، میں اس جسم کے ساتھ جو چاہوں گی کروں گی، عورتوں کے حقوق کی مدافعت میں پیش پیش رہنے والی خاتون مدھو کشور نے کہا کہ ''ان فحش رسائل کے خلاف ہنگامہ آرائی کٹھ ملائیت ہے''۔

فینٹسی کے علاوہ ڈیبونیر (DEBONAR) نامی ایک اور انگریزی رسالہ ہے جو مدت سے شائع ہو رہا ہے، اپنی تمام تر عریانیت کے باوجود نام نہاد ترقی پسند حلقوں میں مقبول ہے، ان دو رسالوں کے علاوہ ڈیڑھ سو سے زائد رسائل گجراتی، ہندی، مراٹھی، ٹمل اور کنٹر زبانوں میں شائع ہو رہے ہیں اور تمام حدود پار کر کے ہندوستانی معاشرہ کو جنسی سمندر میں ڈبو رہے ہیں۔ یہ تعجب کی بات نہیں کہ ان رسائل کو رجسٹرار نیوز پیپر کی طرف سے رجسٹریشن حاصل ہے۔

فینٹسی کی اشاعت آٹھ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے، یہی حال ڈیبونیر کا ہے، ان کے علاوہ فحش ناولوں کی بھرمار ہے، اب تو ان ناولوں میں برہنہ تصویریں بھی ہوتی ہیں تا کہ قارئین فحش ادب سے تسکین نہ پا سکیں تو تصویریں دیکھ کر ہی آنکھیں سینک سکیں۔

جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے ایک ریسرچ اسکالر اروند کمار نے ان فحش ناولوں اور برہنہ تصاویر کو دیکھ کر کہا کہ ''یہ ننگی تصویریں اسمیک سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ یہ بتدریج مجھے ختم کرتی جا رہی ہیں'' تحقیقات میں اس نے یہ اعتراف کیا کہ میرے کمرہ میں درجنوں فحش رسائل اور ناولز کے علاوہ برہنہ تصاویر سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ میں انہیں پڑھتا، دیکھتا اور غیر فطری حرکتوں سے صحت تباہ کرتا ہوں۔

عریاں تصویریں اور ٹی وی فلموں سے تحریک پا کر دو اسکول طالبات نے دہلی کی ایک اسکول طالبہ کو اغوا کیا اور سنسان مقام پر لے جا کر اس کی عصمت دری کی، اور کیمرے میں انہوں نے اس بدفعلی کو محفوظ کر لیا تا کہ انہیں رسائل کو فروخت کر سکیں۔

جلگاؤں (مہاراشٹر) میں بھی ایک ایسا اسکینڈل منظر عام پر آ چکا ہے جس کا سلسلہ کئی سال سے جاری تھا، درجنوں لڑکیاں اس میں ملوث پائی گئیں، تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ آمدنی بڑھانے کے لیے دونوں فریقوں نے رضامندی سے یہ دھندا کیا تھا، جیسا کہ فینٹسی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایڈیٹر نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ ”ہم کیا کریں“ ہمارے پاس شادی شدہ عورتوں، طالبات، نجی اداروں میں اچھے عہدوں پر فائز لڑکیوں، یہاں تک کہ کچھ کنواری لڑکیوں کے والدین تک کے متواتر ٹیلی فون آتے رہتے ہیں، جن میں ہم سے لڑکیوں کی برہنہ تصویریں شائع کرنے کی درخواست کی جاتی ہے، اس لیے کہ ”انہیں آمدنی کا ذریعہ چاہیے“ بمبئی کی ایک شادی شدہ خاتون کہتی ہے کہ دولتمند ہوں، مجھے ننگی تصویریں کھینچوانے کا شوق ہے، میرے شوہر کہتے ہیں کہ جب تم خوبصورت ہو تو یہ جسم دوسروں کو بھی دکھاؤ تا کہ میں فخر کرسکوں کہ میں بھی ایک خوبصورت بیوی کا شوہر ہوں۔

دہلی کے خالصہ کالج کی ایک اکیس سالہ طالبہ کا کہنا ہے کہ جب ممتا کلکرنی اور پوجا بھٹ فلموں میں ننگے مناظر میں آتی ہیں اور اداکارہ کہلاتی ہیں اور معاشرہ میں وہ معزز شمار کے جاتی ہیں تو ہم کیوں اپنے جسم کی نمائش نہیں کرسکتے، اس طرح کے دلائل خشونت سنگھ جیسے نامور صحافی بھی دیتے ہیں، وہ فینٹسی اور ڈیبونیر جیسے فحش رسائل اور ناولوں کی مدافعت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان جیسے رسائل جنسی طور سے محروم لوگوں کی بڑی خدمت کر رہے ہیں، لیکن یہ شاید ان کو نہیں معلوم کہ اس طرح کے رسائل دولت مند طبقہ ہی پڑھتا ہے، دوسرے یہ کہ ان سے تسکین کے بجائے تحریک ملتی ہے، اس لیے زنا اور زنا بالجبر کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔

فحش ٹی وی سیریز اور جنسی اختلاط پر مبنی فلموں کو ٹی وی پر دکھانے کی مدافعت کرتے ہوئے جین ٹی وی کے مالک ڈاکٹر جے۔ کے جین کہتے ہیں کہ ہم سیکس سے لطف اندوز ہونے والی فلمیں دکھاتے ہیں، آخر اس میں غلط کیا ہے، اس طرح کی ننگی تصویریں دیکھ کر لوگ تھک جائیں گے تو زنا بالجبر کے واقعات خود بخود کم ہو جائیں گے۔

ان فحش رسائل اور ناولوں کے علاوہ ٹی، وی پر مانع حمل اشیاء کے اشتہارات ایسے انداز میں دکھائے جاتے ہیں کہ انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جائے۔ (ٹی وی پر جس طرح خاندانی منصوبہ بندی کا اشتہار عریاں انداز میں دکھایا جاتا ہے، وہ بیڈروم کا منظر ہوتا ہے۔ کم سن بچے، بچیوں پر جو اثر ہوتا ہے اور والدین سے وہ جس طرح سوال کرتے ہیں اور جس طرح ”ہم دو ہمارے دو“ کا تصور ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہنوں میں بٹھایا جاتا ہے، اس کا ایک رخ تو یہ ہوتا ہے کہ بچے تیسرے کی آمد پر ناگواری اور نفرت کا اظہار کرنے لگتے ہیں، مصر میں دو بچوں نے مل کر تیسرے نوزائیدہ بھائی کا گلہ گھونٹ دیا، ان معصوم بچوں نے جواب دیا کہ تیسرے کو ہم کبھی گوارہ نہیں کر سکیں گے، ہندوستانی ٹی وی پر کنڈوم کے اشتہار کو مذہبی رنگ دیدیا گیا ہے۔ اعتراض پر یہ جواب ملا کہ اس سے زیادہ ہیجان خیز تصاویر تو ہمارے مندروں میں ہیں، (ملاحظہ ہو ڈاکٹر رفیق خاں کا مضمون ''اشتہارات اور معاشرہ'' قومی آواز 12 جنوری 1996ء)

قومی اخبارات میں کام سوتر نامی کنڈوم کے اشتہار کی اشاعت میں خاصی بے باکی کا مظاہرہ کیا گیا ہے، اشتہار میں تقریباً ۹۵ فیصد برہنگی کے عالم میں ایک نوجوان جوڑا ایسی مصروفیات میں محو ہے جو صرف ایک بیڈروم کا منظر ہو سکتا ہے۔ مختلف زاویوں سے ان تصاویر کا تعلق کسی اصلاحی مہم سے نہیں سمندر کے ساحل پر وہ جوڑا جس حالت میں ہے' وہ پلے بوائے (PLAY BOY) (امریکہ کا فحش ترین رسالہ) اور لیس میگر جیسے فحش رسائل کے مضامین و تصاویر کو بھی شرمندہ کر کے رکھ دے۔

ان فحش رسائل اور فلموں کے علاوہ فحش ادب نے ہندوستانی معاشرہ کو فحاشی اور جنسی انار کی کا ایک اور تحفہ دیا ہے، جسے مغربی ممالک میں SPUOSE SWAP-HING یا COUPLE EXCHANGE کہتے ہیں۔ لیکن اب یہ ''فیشن'' مغرب پر موقوف نہیں رہ گیا ہے بلکہ ہندوستان اپنے قدیم نظریے ''سولہ شوہر ایک خاتون'' پر نئے انداز سے آگے بڑھ رہا ہے۔

انڈیا ٹوڈے کے ایک سروے کے مطابق ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں دھڑلے کے ساتھ اس پر عمل ہو رہا ہے، فحش رسائل کا اس عمل میں کتنا بڑا رول ہے' اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اشتہار سے ہو سکتا ہے جو ہر ماہ سینکڑوں کی تعداد میں شائع ہونے والے فحش رسائل میں چھپ رہے ہیں۔

اشتہار کا نمونہ:

میرا نام رویندر موہن ہے عمر ۲۵ سال، تعلیم ایم۔اے اور بیوی کا نام سنیتا ہے اس کی عمر 20 سال ہے، ہم لوگ نہایت وسیع النظر ہیں، ہمیں ننگی فلمیں اور فحش رسائل دیکھنے کا شوق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، میاں بیوی ہونے کے ناطے ہم ایک دوسرے کو جنسی اسرار و رموز سے واقف اور لطف اندوز کرا سکتے ہیں، اگر آپ اپنی بیوی کا تبادلہ ہماری بیوی سے کرنا چاہیں تو اس پتہ پر رابطہ کریں..........

فینٹسی کے صرف ایک شمارہ میں ایسے باون اشتہارات قلمی دوستی کے کالم میں شائع ہوئے ہیں، ایڈیٹر وکی بھار گوا کے مطابق ہر اشتہار کے جواب میں دس جوابی خطوط کم از کم ضرور ملتے ہیں۔ اپریل ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں ایسے ستر اشتہارات کے جواب میں چھ سو وسیع النظر میاں بیویوں کے جوابات آئے۔

بی ایم ،اڈلیس B.M.ADS بومبے آئیٹ (BUMBAY YETE) جیسے فحش رسائل کے ایک شمارہ میں اس نوعیت کے چھ سو اشتہارات شائع ہوئے ہیں ،فیسولیس ،پلے وتے، اور گائز اینڈ گالز میں چھپنے والے یہ اشتہارات فحاشی کے اس فن کو مزید فروغ دے رہے ہیں ،اس کا عملی مظاہرہ اور اونچے درجہ کے ہوٹلوں میں بیویوں کا تبادلہ کنجیوں کے تبادلہ کی شکل میں ہوتا رہتا ہے۔

اس عمومی جنسی اختلاط میں نہ عمر کی قید ہے اور نہ ہی رشتوں کی، متعدد نوجوانوں نے اس کا اقرار کیا کہ وہ اس تبادلہ میں سگی بہنوں، چچی، بھانجی، حتیٰ کہ اپنی اولاد سے بھی لطف اندوز ہو چکے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ زندگی تھوڑے عرصہ کے لیے ملی ہے، اس مختصر مدت میں جو لطف اٹھانا ہو وہ اٹھا لیا جائے، آخر ہماری اولاد بھی نوجوان ہے، اس کی بھی خواہشات کا احترام کرنا چاہیے، اور انہیں آزادانہ جنسی اختلاط کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں، ہم جب آزاد ہیں تو ہماری اولاد کو بھی آزاد رہنا چاہیے، وہ اپنی راہ اختیار کرنے میں اسی طرح آزاد ہیں جس طرح ہم۔ آخر میں انڈیا ٹوڈے کا نامہ نگار اس فقرے پر اپنی رپورٹ ختم کرتا ہے "بہر حال یہ تو ثابت کرنا ہی ہے کہ ہندوستان کام شاستر کی زمین ہے۔"

جس سرزمین میں جنسی آزادی اور میل جول کو تقدس کا درجہ دے دیا گیا ہو اس میں اگر اس طرح کے رسائل شائع ہوں، وہ بھی سرکاری سرپرستی اور "دانشوروں" کی تائید و حمایت سے۔ اور جنسی آزادی کی دعوت عام دی جائے تو تعجب کی بات نہیں! دوسرے اگر فریقین باہمی رضامندی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہ کام کریں تو بھی قابل گرفت نہیں جیسا کہ مغربی قوانین کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہندوستانی قانون کہتا ہے، ایسی صورت میں عصمت دری اور زنا بالجبر کی کثرت عمومیت اور اس پر احتجاج کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے، اور نہ ہی یہ اکثریت کے لیے کسی طرح خطرہ قرار دیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ ان کی نظر میں اس کو تقدس کا درجہ حاصل ہے، اور ان کے معبودوں کی ایک تعداد کو آزادانہ سرگرمیوں کے میدان میں بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے، سنگین مسئلہ تو مسلمانوں کے لیے ہے جو صدیوں سے ان کے پڑوسی اور رفیق ہیں، زندگی کے بہت سے معاملات، عقائد، اور سماجی واخلاقی امور میں ان سے متاثر ہیں، مغربی طرز تعلیم اور فحاشی کے سیل رواں نے مسلم معاشرہ کے شیرازہ کو بھی ایک حد تک بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

• ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد سے اکثریت عقائد، معاملات اور اخلاقی اور معاشرتی امور میں مسلمانوں سے متاثر ہوئی تھی، مسلمان جب تک حکمراں رہے ان کی تہذیب کے اثرات اکثریت پر پڑتے رہے، استعمار کی آمد کے بعد سے جہاں مسلمانوں کا معاشرتی ڈھانچہ متاثر ہوا وہیں ہندو معاشرہ بھی کام شاستر کے تیز دھارے کی زد میں آ گیا، مسلمانوں کے پاس تو اس گئی گذری حالت میں بھی خوف خدا، شرم وحیاء، اور عفت وپاکدامنی کے واضح تصورات اور مستحکم اخلاقی حدود وقیود اور ازدواجی زندگی کے ٹھوس اصول اور پیغمبرانہ نمونہ موجود ہے، حرام وحلال کی تعیین ہے، اکثریت کے یہاں نہ عبادات وعقائد ہیں نہ تعیین ہے اور نہ ہی حرام وحلال کی حدود متعین ہیں، جدید مغربی نظام تعلیم وتربیت نے مسلمانوں کے مستحکم خاندانی نظام میں رخنہ ڈالنے کی بڑی کوشش کی ہے، اسی طرح آزادانہ اور مخلوط نظام تعلیم نے غیر مسلموں کے ساتھ شادی کے کچھ مناظر دکھائے، سخت پردے کے بعد بے پردگی کا سیلاب آیا، جدید تعلیم نے جدید تعلیم یافتہ ہی نہیں روایتی طور پر دیندار گھرانوں کے مضبوط قلعوں میں شگاف لگانے میں کامیابی حاصل کر لی ہے، عرب ممالک میں کمائی ہوئی دولت اور ڈش انٹینا کے کلچر نے مسلم سماج کے تانے بانے کو کمزور کر دیا ہے، ہندوستانی مسلمان جنسی واخلاقی جرائم میں کتنے آگے ہیں اس کا کوئی ریکارڈ تو ہمارے پاس نہیں، لیکن پڑوسی پاکستان کے معاشرہ کے متعلق جو تازہ ترین اعداد وشمار دستیاب ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ پنجاب میں ایک سال کے اندر اخلاقی جرائم کا گراف غیر معمولی سرعت سے اوپر کی طرف جا رہا ہے اور وہ اپنے ہندو پڑوسی سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

عالمی تہذیب کے نقشہ میں ہندوستان کی جگہ:

دہلی سے شائع ہونے والے ماہنامہ یوجنا کے شمارہ اگست ۱۹۹۵ء میں ڈاکٹر سویتا باخری کی ایک سروے رپورٹ شائع ہوئی جس میں انہوں نے دہلی کی حد تک معاشرہ پر سینما کے مثبت اور منفی اثرات کے سلسلہ میں لوگوں سے جو سوالات کیے' ان کے جوابات کا تجزیہ کرتے ہوئے انہوں نے مندرجہ ذیل نتائج نکالے ہیں:

مثبت: تفریح، معلومات میں اضافہ، جذبات کی تسکین۔

منفی: غلط اقدار کی تعلیم و تلقین، سماجی اور جنسی تشدد اور اخلاقی جرائم کی تخلیق، حقیقت کے بجائے خیالات کی دنیا میں پہنچانا، بجائے اس کے مسائل و مشکلات کا سامنا کیا جائے اور انہیں حل کیا جائے، تخریبی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی، غنڈوں، قاتلوں، زانیوں، اور دیگر اخلاقی مجرموں کے ساتھ ہمدردی، اور سماجی و تعلیمی اداروں کے تئیں حقارت پیدا کرنا۔

۳۳ فیصد کی رائے تھی کہ فلموں کو دیکھنے سے سکون ہوتا ہے۔

۶۷ فیصد کی رائے یہ تھی کہ سینما کا رول سماجی اور جنسی تشدد بڑھانے میں بہت زیادہ ہے۔

۳۴ فیصد کی رائے یہ تھی کہ دس سال پہلے تک سینما تفریح کا ذریعہ تھا، مگر اب جنسی و اخلاقی انحراف اور تشدد سکھانے کے ادارے بن گئے ہیں۔

اس سروے رپورٹ کی روشنی میں صرف دہلی کی حد تک جو سروے رپورٹیں اور حکومت کی طرف سے فراہم کئے ہوئے حقائق شائع کیے جاتے ہیں، ہم بغیر کسی تبصرے کے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، انہیں پڑھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہندوستانی سماج کس دلدل میں دھنستا جا رہا ہے۔

سہ روزہ دعوت دہلی نے "یہ خبریں ہندوستان کی ہیں" کی سرخی کے تحت مندرجہ ذیل خبریں درج کی ہیں۔ پچھلے دنوں میں خبر آئی تھی کہ مرکزی حکومت کے ایک اعلیٰ عہدیدار بیوروکریٹ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی صاحبزادی کے ساتھ منہ کالا کیا، اسی طرح کی ایک خبر ایک مرکزی وزیر باتدبیر کے سلسلہ میں بھی آئی کہ وہ بھی عرصہ تک اپنی لڑکی کو تباہ و برباد کرتے رہے ہے، تیسری خبر نئی دہلی کی عدالت کے مجسٹریٹ ایس۔ ایس ملہوترا کے بارے میں آئی ہے کہ موصوف نے زنا بالجبر کی تحقیق کے بہانے مظلوم خاتون کے ساتھ اپنے سرکاری چیمبر میں دست درازی کی، چوتھی خبر بھی نئی دہلی کے سیتہ پرکاش یادو کی ہے، جو ایک سیاسی پارٹی کے بڑے اہم رکن ہیں، موصوف کو پولیس نے اس الزام میں گرفتار کیا کہ انہوں نے خود اپنی ہی بیٹی کے ساتھ منہ کالا کیا پھر اسے قتل کر کے اپنے مخالف کے گھر کے قریب پھینکوا دیا، یہ بچی آٹھ سال کی تھی۔ یہ لیڈر صاحب اس سے پہلے مالک مکان کی دو بہنوں کی آبروریزی کر چکے تھے۔

قریبی رشتہ داروں کے ساتھ جنسی جرائم کا دوسرا نمونہ یوپی کے شہر اناؤ کا ہے، جہاں قومی آواز کی رپورٹ کے مطابق ضلع تھانہ بارہ سگور کے ایک گاؤں میں ایک عیاش شخص، جنگ بہادر سنگھ نے پہلے اپنی بیوہ بہو کے ساتھ ناجائز جنسی تعلقات قائم کئے، اس کے بعد اپنی مطلقہ جوان بیٹی اور اپنی نواسی سے بھی جنسی تعلقات زبردستی قائم کر لیے، عیاش باپ کی یہ حرکت دیکھ کر مطلقہ بیٹی نے کرایہ کے ایک قاتل کے ذریعہ اسکو قتل کرا دیا۔ (روزنامہ قومی آواز ۵ ستمبر ۱۹۹۶ء)

دہلی کے پولیس کمشنر نے سال ۱۹۹۵ء کے اختتام پر اپنی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ ۱۹۹۴ء کی نسبت ۱۹۹۵ء میں جرائم کے واقعات میں ۲۴ فیصد کا اضافہ ہوا۔ یہ واضح رہے کہ صرف بیس فیصد جرائم کے واقعات پولیس ریکارڈ میں درج کرائے جاتے ہیں، پولیس کمشنر نے یہ بھی بتایا کہ پولیس کی حراست میں لیے جانے والے تقریباً ۸۸ فیصد مجرمین ایسے تھے جنھوں نے پہلی بار جرم کیا تھا، پہلے سے ان کا جرائم کا کوئی پس منظر نہ تھا۔

جرائم کے اضافہ کے اسباب و محرکات اگر تلاش کئے جائیں گے تو مندرجہ ذیل اسباب و محرکات ملیں گے، فحش اور عریاں فلمیں، اور ٹی وی سیریل، گندی اور مخرب اخلاق کتب اور رسائل، نائٹ کلبوں اور ہوٹلوں میں نیم عریاں رقص، شہوت انگیز سینما پوسٹر اور تصاویر، جنسی اشتعال پیدا کرنیوالے اشتہارات، جسم کی ساخت کو نمایاں اور عریاں کرنے والے مختصر اور تنگ زنانہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لباس، مخلوط تعلیم، بازاروں، کلبوں، کالجوں، اسکولوں، اور تفریح گاہوں میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل ملاپ، نیز ام الخبائث اور دیگر منشیات کا بے دریغ استعمال۔

چھوٹے بڑوں کے نقش قدم پر:

روزنامہ پائنیر دہلی (۷ دسمبر ۱۹۹۴ء) اور روزنامہ ٹائمز آف انڈیا لکھنو نے (دسمبر ۱۹۹۶ء) دہلی اور اتر پردیش میں کمسن بچوں میں جرائم کے متعلق تفصیلی رپورٹیں شائع کی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ نئی نسل کس راہ پر جا رہی ہے۔

روزنامہ پانیر نے جو سروے شائع کیا ہے اس کے مطابق دہلی میں ہر ماہ دو ہزار غیر شادی شدہ لڑکیاں اسقاط حمل کراتی ہیں، دہلی کی مختلف عدالتوں میں عصمت دری کے ۸۹۳ واقعات پر مقدمے چل رہے ہیں۔ پورے ملک میں ۱۹۹۶ء میں ایک سال کے اندر عصمت دری کے چالیس ہزار واقعات ہوئے، جبکہ ۹۰ فیصد عصمت دری کے واقعات بدنامی کے خوف سے پولیس میں درج نہیں کرائے جاتے۔ (1994 میں یہ تعداد ۲۷۰۰۰ تھی۔ انڈیا ٹوڈے ۱۶ جنوری ۱۹۹۷ء کے جائزہ سے معلوم ہوا کہ امریکہ کی طرح یہاں بھی گھنٹہ اور منٹ کے حساب سے جرائم ہو رہے ہیں۔ مثلاً ہر ۴۵ منٹ پر ایک زنا بالجبر، ہر چھبیس منٹ پر جنسی چھیڑ چھاڑ ہر ایک گھنٹہ پندرہ منٹ پر ایک عورت جہیز کی خاطر جلادی جاتی ہے۔ اور ہر تینتیس منٹ پر ظلم و زیادتی کا شکار ہوتی ہے ہفت روزہ سنڈے نے یکم جون ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں Help Line نامی سماجی تنظیم کے ذریعے کئے جانے والے سروے میں ان اعداد و شمار پر اپنی توجہ مرکوز کی ہے۔ جن میں باپ، بیٹی، ماں بیٹے، بھائی بہن اور چچا ماموں وغیرہ کے درمیان جنسی تعلقات قائم ہو رہے ہیں۔ یہ تعداد بھیانک حد تک بڑھ رہی ہے۔)

دہلی میں جرائم کا تجزیہ واقعات اور اعداد کی روشنی میں کرتے ہوئے اخبار دہلی کے کرائم کمشنر کے حوالے سے لکھتا ہے کہ ایک تیرہ سالہ طالب علم اپنے بستہ میں چاقو رکھ کر اس اسکول کے بینک گیا اور خزانچی کو چاقو دکھا کر کہا سب کچھ حوالے کر دو۔

تین کم عمر لڑکوں نے ایک بائیس سالہ طالبہ کی عصمت دری کی، لڑکیوں کو چھیڑنا، شادی شدہ اور غیر شادی شدہ لڑکیوں کو تفریحاً کاروں میں اغوا کر کے لے جانا، تفریح اور پیسوں کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاروں کی چوری، عورتوں کے گلے سے سونے کی زنجیریں کھینچنا، یہ دہلی کے کم سن لڑکوں کے روز مرہ کے جرائم ہیں، پولیس کے بقول جنسی جرائم اور تشدد کو سٹیلائٹ اور ٹی وی میں اجاگر کیا جاتا ہے، کھیل ٹی وی اور انٹرنیٹ نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے، عریاں لٹریچر کم قیمتوں پر اور بلیو فلموں کے کیسٹ کی لائبریری ہر گلی اور چوراہے پر موجود ہے۔

مالدار گھرانوں کے سات نوجوانوں کو اجتماعی جرائم میں اور آٹھ کو کاروں کی چوری میں گرفتار کیا گیا، دو کم عمر لڑکوں نے ایک ماہ کے اندر اپنے علاقے سے گیارہ کاریں چوری کیں، لڑکیوں پر رعب جمانے کے لئے، صرف مغربی دہلی میں 1993ء میں نوجوانوں میں جرائم کی رفتار حیرت انگیز ہے، گرفتار ہونے والے نوجوانوں کی تعداد ایک سو دس ہے، ان میں 24 پر عصمت دری، 25 پر قتل، 27 پر اقدام قتل، 20 پر ڈکیتی 14 لڑکوں پر گلے سے زنجیر کھینچنے کے جرائم میں مقدمات چلائے گئے، ان نوجوانوں میں 95% مالدار گھرانوں کے تھے، 1991ء میں پانچ بچوں کو قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا، چار بچوں کی عمریں 12 سے 16 برس کی تھیں، پھر 1992ء میں نو بچوں کو قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا، ان میں سات بچوں کی عمریں سولہ سال سے کم تھیں، پولیس کمشنر نے ان جرائم کی وجوہات واسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ بچوں کو گھروں میں تحفظ حاصل نہیں ہوتا، والدین اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں، خاندانی شیرازہ بکھرتا جا رہا ہے، سماجی واخلاقی قدریں ختم ہوتی جا رہی ہیں، کیبل ٹی وی نے رہی سہی کسر پوری کر دی ہے، ادھر ایک سال سے انٹرنیٹ نے تباہی میں مزید اضافہ کیا ہے، ہماری پیشنگوئی ہے کہ حالات بد سے بدتر ہوتے جائیں گے۔

دوسری رپورٹ ٹائمز آف انڈیا لکھنؤ کی ہے جو اس کی خاتون نامہ نگار منجری مشرا نے مرتب کی ہے جو چونکا دینے والی بھی ہے اور عبرت انگیز بھی، اس رپورٹ کا خلاصہ جو یوپی کا اخلاقی گراف ہے پیش ہے تاکہ سند رہے۔ لکھنؤ 29 نومبر 1996ء۔ ابھی تو ان میں بیشتر کے سبزہ کا آغاز نہ ہوا ہوگا، مگر ان کا دماغ خوب کام کرتا ہے۔ مغرب کی نقل میں وہ سب سے بہتر چیز چاہتے ہیں اور فوری طور پر چاہتے ہیں، چاہے وہ جس طرح ملے، غنڈوں کے باقاعدہ اور منظم گروہ تو اب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زوال پذیر ہیں، ان کی جگہ کم سن نوجوان لڑکوں کی بریگیڈ نے لے لی ہے، چنانچہ ہر بڑے ریاستی شہر میں جرائم کے منظر نامہ پر بیس سال سے کم عمر والے لڑکوں کی بریگیڈ جرائم میں سب سے آگے نظر آتی ہے۔ اس رجحان کو اعداد وشمار بتاتے ہیں، ۱۶ سے اٹھارہ سال نوجوان مجرموں کی تعداد جنہیں آئی، پی، سی کی مختلف دفعات کے تحت جرائم کا ارتکاب کرنے پر ریاست اتر پردیش جیل میں بھیجا گیا ہے، ۱۹۹۳ء میں یہ تعداد نظر انداز کرنے کے قابل تھی، یعنی کل ۱۶ لڑکے۔ لیکن ۱۹۹۵ء کے آتے ہی یہ تعداد ایک ہزار تین سو پچھتر تک پہنچ گئی یعنی ایک ہزار فیصد کا اضافہ ہو گیا، تیس سال اور اس سے اوپر والے عمر کی تعداد کم وبیش اپنی جگہ برقرار رہی، ۱۹۹۳ء میں پورے ملک میں ایسے مجرموں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار چار سو بیالیس تھی، ۱۹۹۵ء میں معمولی اضافہ ہو کر یہ تعداد ایک لاکھ چھبیس ہزار نو سو اکہتر ہو گئی۔

لکھنو میں عورتوں کے گلے سے سونے کی زنجیر کھینچنے کے تقریباً ۹۰ فیصد واقعات اور موٹروں کی چوری کے ۷۵ فیصد واقعات میں مجرم سب کے سب کم سن لڑکے ہی تھے، اور وہ بھی مالدار گھرانوں کے، اندرا نگر بینک ڈکیتی، اور دیگر بارہ ڈکیتیوں میں لکھنو یونیورسٹی اور اس کے ملحقہ کالجوں کے طلبہ تھے، ایک سترہ سالہ طالب علم نے اعتراف کیا کہ عورتوں کے گلے سے زنجیر کھینچنا صرف اس لئے تھا کہ اس کے پاس موٹر سائیکل ہو جائے، جب یہ خواہش پوری ہو گئی تو لڑکیوں کے ساتھ اونچے ہوٹلوں میں ڈنر کھانے ان کو تفریح کرانے کے مقصد سے زنجیریں چرانے لگا۔

جنسی جرائم میں ایسے نوجوان آگے ہیں، بلکہ ان میں بھی روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے، یہ سب بقول رپورٹر کے کیبل ٹی وی اور انفارمیشن دھماکہ کا نتیجہ ہیں۔

دہلی کے جرائم کے بارے میں ہر سال پولیس کمشنر (کرائم) اپنی رپورٹ جاری کرتے ہیں اور گذشتہ سال سے موازنہ بھی کرتے ہیں ۱۹۹۵ء اور ۱۹۹۶ء میں جرائم کا موازنہ کرتے ہوئے پولیس کمشنر نے بتایا کہ ۱۹۹۶ء میں جرائم میں ۲۵ فیصد کا اضافہ ہوا ہے، ۱۹۹۵ء میں دہلی کی عدالتوں میں مقدمات کی تعداد (بم دھماکوں، قتل، اغوا، قحبہ گری، بردہ فروشی، عصمت دری) پینتالیس ہزار تین سو چونسٹھ تھی (۴۵۳۶۴) ۱۹۹۶ء میں یہ تعداد پینسٹھ ہزار تک پہنچ گئی۔ دو برس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اندر ایف۔ آئی۔ آر کی تعداد میں ۸۸ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔

ہمارے ملک میں جرائم میں کس تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے' اس کا اندازہ نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کے ۱۹۹۴ء تا ۱۹۹۶ء کے لئے تیار کردہ ریکارڈ سے ہوتا ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ انڈین پینل کوڈ کے تحت جرائم کی تعداد ملک کے ۲۳ بڑے شہروں میں تشویشناک حد تک زیادہ ہے ،ریکارڈ میں بتایا گیا ہے کہ ان شہروں میں ۱۹۹۴ء میں جرائم کے واقعات کی تعداد دو لاکھ تیس ہزار چار سو انتہر تھی جو ۱۹۹۵ء میں دو لاکھ سینتالیس ہزار نو سو تیں اور ۱۹۹۶ء میں دو لاکھ ترپن ہزار ستاون ہوگئی۔

ملک کے جن چار بڑے شہروں میں جرائم کا ریکارڈ سب سے زیادہ تھا ان میں دہلی، بمبئی، احمد آباد، اور بنگلور شامل ہیں۔ دہلی میں 4ء21% بمبئی میں 8ء12% بنگلور میں 4ء11% اور احمد آباد میں 6% تھا۔ یعنی ان چار بڑے شہروں میں جرائم کے جتنے واقعات ہوئے وہ پورے ملک میں ہونے والے جرائم کے نصف تھے۔

1997ء میں صرف دہلی میں جرائم کی نوعیت اور تعداد مندرجہ ذیل ہے۔

☆ عصمت دری کے واقعات: چودہ ہزار نو سو اٹھانوے (جبکہ صرف 10% واقعات کی سرکاری رپورٹ لکھوائی جاتی ہے)

☆ جنسی چھیڑ خوانی اور آبروریزی کی کوشش: ستائیس ہزار نو سو۔

☆ گھریلو ملازماؤں اور قریبی رشتہ داروں کی عصمت دری: ستر ہزار چھ سو بانوے۔

☆ جہیز میں اموات: چار سو بیس۔

دہلی میں خواتین مخالف جرائم کی شرح فی لاکھ آبادی میں ۱ء۳۲% ہوگئی، جبکہ پورے ملک کا اوسط فی لاکھ ۵ء۹% فیصد ہے، یعنی قومی شرح کے مقابلے میں دہلی میں خواتین کی بے حرمتی کا اوسط دوگنا اور بچیوں کی بے حرمتی کا اوسط چار گنا ہے، ۱۹۹۶ء کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ زنا کے یہ واقعات زیادہ تر (۸۸%) رشتہ داروں اور لوگوں کے کرتوت ہوتے ہیں۔

پورے ملک میں خواتین کو ستانے کے جتنے واقعات ہوتے ہیں' ان میں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸ افیصد واقعات صرف دہلی میں ہوتے ہیں۔ مزید برآں لڑکیوں کے اغوا، ان کی عصمت دری اور چھیڑ خوانی کے واقعات کی شرح ملک گیر اوسط کے مقابلہ میں چھ گنا پائی گئی ہے۔ (دہلی کی ۹۰ فیصد خواتین نے رپورٹ دی کہ جنسی بدسلوکی، کارخانوں، دفاتر، شاہراہوں حتیٰ کہ بسوں میں بھی بہت بڑھ گئی ہے، دہلی کی ایک ہزار خواتین کے سروے سے معلوم ہوا کہ ان میں 96% تعداد کسی نہ کسی جرم کا نشانہ بنی ہے، دہلی و جواہر لال یونیورسٹی کے سروے سے معلوم ہوا کہ یہاں کی 67% طالبات کو کبھی نہ کبھی جنسی بے حرمتی کا شکار ہونا پڑا، ان میں 7ء58% کی تعداد ہوسٹل میں رہنے والیوں کی تھی، گھروں میں ملازماؤں اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ 1996ء میں زنا کاری میں 68% کا اضافہ ہوا۔)

اسقاط حمل کی کثرت کی وجہ سے دہلی میں مرد و خواتین کے تناسب میں بھی فرق آ گیا ہے۔ مردوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ ایک ہزار مردوں کے مقابلے میں ۹۲۹۔ (اور کیوں نہ ہو جبکہ ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات میں اس طرح کے اشتہارات شائع کئے جاتے ہیں پانچ ہزار روپے خرچ کر کے مستقبل میں پچاس ہزار بچایئے (ڈاکٹر بھنڈاری امرتسر کا اشتہار) یعنی اگر پیٹ میں لڑکی ہے تو اس کا حمل ضائع کر کے شادی کے اخراجات سے بچیے، لڑکی کے حمل کو ضائع کرنے کی کوشش میں امرت سر میں 95% عورتوں نے اپنے حمل ضائع کروائے۔ 1995ء میں منظور شدہ سرکاری اداروں کے ذریعہ تیس لاکھ حمل ضائع کئے گئے، 1991 میں مجموعی طور سے عورتوں کی پیدائش میں ساڑھے سات لاکھ کی کمی ہوئی، جہیز کی خاطر ہر سال سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پورے ملک آٹھ ہزار نو سو ستاسی عورتوں کو جلا دیا جاتا ہے، یہ تعداد الگ ہے، تیسری طرف ہم دو ہمارے دو چکر میں خاندان کو محدود کرنے کے لیے نس بندی کے ذریعہ قتل اولاد کا مشغلہ الگ جاری ہے۔

وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ

دہلی میں دوسرے اخلاقی جرائم میں منشیات میں بھی دہلی کا مقابلہ واشنگٹن اور لندن سے ہے، سرکاری اعداد و شمار سے ۱۹۹۶ء میں شراب نوشی کے نتائج کا تجزیہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اعداد و شمار ہمارے سامنے رکھے گئے ہیں۔

دہلی میں ۳۵% سے ۷۰% تک قیدی شراب کی وجہ سے سزا کاٹ رہے ہیں۔

جنسی جرائم کے ۶۰% واقعات شراب کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصمت دری کے ۶۹% حادثات نشہ آور اشیاء کے استعمال کی بنا پر ہوتے ہیں۔

چوری کے ۵۰% واقعات میں شراب نوشی کی لت کو دخل ہے۔

طلاق کے ۸۰% واقعات شراب کی وجہ سے پیش آئے۔

سڑک کے ۹۰% حادثات شراب پی کر گاڑی چلانے سے پیش آئے۔

یہ تو وہ جرائم ہیں جو سرکاری اعداد و شمار بتاتے ہیں، اور وہ بھی دہلی کے ایک شہر کے جو صوبہ کے برابر ہے۔ان جرائم میں دھوکہ دھڑی، رشوت ستانی، سرکاری خزانوں کی لوٹ، کام چوری، بجلی، ٹیلیفون، تجارت وزراعت اور دوسرے سرکاری وغیر سرکاری اداروں اور کمپنیوں میں کروڑوں اربوں روپے کے گھٹالے ان کے علاوہ ہیں۔(بی، بی، سی کے بقول: اب چلتے ہیں گھٹالوں کی سرزمین بھارت کی طرف......")

ہندوستانی معاشرہ پرٹی وی کے اثرات:

ہندوستانی سماج پر میڈیا خصوصاً فلموں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں' یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، ناچنے گانے والوں کا جو مقام ایک ہندوستانی کے دل میں ہے شاید وہ مقام کسی اور کے لیے نہ ہو، ایک فلمی اداکار نے خان ڈریس پہن لیا تو بلا تفریق مذہب وملت ہر نوجوان نے وہ ڈریس پہننا شروع کر دیا، ایک فلم میں ایک لڑکی اپنے محبوب کے ساتھ گھر سے بھاگ جاتی ہے اور دیوار پر لکھ جاتی ہے "جب پیار کیا تو ڈرنا کیا" پھر درجنوں ایسے واقعات پیش آئے، اور نئی نسل نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا، چوڑی مہری کی پتلون یا تنگ پتلون فلمی اداکار نے پہنی تو یہ دونوں فیشن بن گئے، فلم میں ڈکیتی کے مناظر دیکھ کر کمسن بچوں نے بینک پر ڈاکہ ڈالا' بسوں کو لوٹا، دہلی حکومت کی خود اپنی رپورٹ کے مطابق زنا اور زنا بالجبر کے واقعات میں ڈش انٹینا کی آمد کے بعد سے ۷۰% اضافہ ہو گیا ہے۔

ایک سروے رپورٹ دہلی کی حد تک ٹی وی کے اثرات ونتائج کے بارے میں ملاحظہ فرمایئے: بہت دیر تک اور نزدیک سے ٹی وی دیکھنے سے بچوں میں مرگی، اور موٹاپا جیسا اعصابی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جسمانی عوارض پیدا ہو سکتے ہیں، بے خوابی، اعصابی تناؤ، چڑچڑا پن، ایسے بچوں میں پیدا ہوتا ہے جو دیر تک نزدیک سے ٹی وی دیکھتے ہیں، دماغی، نفسیاتی اور اعصابی امراض کے ماہر ڈاکٹر نینا ووہرا، ڈاکٹر منورنجن سہائے، ڈاکٹر نیلم کمار ووہرا، نیز لیفٹیننٹ کرنل ایم، سی سریواستوا، اور ڈاکٹر ستیش اگروال بھی اس تحقیق کی تائید کرتے ہیں، ٹی وی پر کوکا کولا کے اشتہار کی نقل کرنے کی دھن میں لکھنو کے چھ سالہ رنکو کی موت تین منزلہ عمارت سے گرنے سے (جون ۱۹۹۶ء) ہو چکی ہے، اسی طرح ٹی وی پر دکھائی جانے والی فلم میں ایک اداکارہ کو خودکشی کرتے ہوئے دیکھ کر دہلی کے سیلم پور کی نو سالہ پوجا کی افسوس ناک موت کے واقعہ نے ٹی وی کے بڑھتے ہوئے مضر اثرات کو اجاگر کر دیا ہے، ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ ٹی وی پر دکھائے جانے والے مناظر بچوں کے ذہن میں گہرائی سے گھر کر لیتے ہیں، جس کا اثر کسی بھی وقت ہو سکتا ہے، ماہرین نفسیات کے مطابق ٹیلی ویژن کا سب سے مضر اثر بچوں پر ہوتا ہے کیونکہ وہ استدلال کے بغیر ٹیلی ویژن کے پیغامات اور مناظر صحیح سمجھ کر ان کی نقل کرتے ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق دہلی میں بچے ہفتہ بھر میں اوسطاً سترہ گھنٹے ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں، ایسے بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو گھر میں پڑھائی، ہوم ورک، کھانا، سونے اور شوقیہ کاموں میں جتنا وقت لگاتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ ٹیلی ویژن کے پردے سے چپکے رہتے ہیں۔

اس اندازہ کے مطابق ۸ برس کا ایک بچہ اپنے آئندہ دس برسوں کے دوران ہر مہینے ۶۸ گھنٹے ٹی وی دیکھنے میں گذارے گا۔

پنت ہسپتال کے ماہر نفسیات ڈاکٹر منورنجن سہائے کے مطابق ٹیلی ویژن دیکھنا بجائے خود ایک نشہ ہے، جن بچوں کو اس کی لت لگ جاتی ہے وہ گھنٹوں ٹی وی دیکھتے ہیں، خواہ اکتا دینے والے پروگرام ہی کیوں نہ دکھائے جا رہے ہوں۔

آسٹریلیا کے محققین کے مطابق ٹی وی سے نکلنے والی تابکار شعاعیں دماغ کے نظام عمل کو متاثر کرتی ہیں، بچوں کا دماغ ٹی وی کی تابکاری برداشت نہیں کر پاتا اور جب ایک بار دماغ ماؤف ہو جاتا ہے تو پھر نگاہ ٹی وی کے پردے پر لگ جاتی ہیں۔ اس طرح بچہ ٹی وی دیکھتے وقت گویا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محصور ہو جاتا ہے اور ٹی وی دیکھتا رہتا ہے چاہے کوئی بھی پروگرام آ رہا ہو۔

ڈاکٹر رام منوہر لوہیا ہسپتال کے ڈاکٹر نینا ووہرا (صدر شعبہ امراض اعصابی) کے مطابق ٹی وی دیکھتے وقت دماغ کے وہ خلیات جو روشنی سے اثر پذیر ہوتے ہیں' بہت تیزی سے کام کرنے لگتے ہیں، جس سے دماغ کے سالمیاتی توازن میں غیر معمولی تبدیلی ہونے لگتی ہے، اور ذہنی توانائی درہم برہم ہو جاتی ہے، دماغ میں غیر معمولی طور پر سالمیاتی مادہ گردش کرنے لگتا ہے جو مرگی کی شکل اختیار کر سکتا ہے، ایسے مرض کا پتہ بڑی مشکل سے لگتا ہے، کیونکہ اس میں منہ سے جھاگ نہیں نکلتا، لوگ اس سے بروقت واقف نہیں ہوتے، بعد میں چل کر یہ ناقابل علاج ہو جاتا ہے۔

ایک سروے کے مطابق ہندوستان میں باون لاکھ مرگی کے مریض ہیں، جن میں 3 لاکھ مسلسل ٹی وی دیکھنے کی وجہ سے مرگی کا شکار ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر منورنجن کے مطابق جن بچوں کو ٹی وی کی لت جاتی ہے، اگر ان کو منع کیا جاتا ہے تو وہ چڑچڑے ہو جاتے ہیں اور انہیں جلد غصہ آ جاتا ہے (سروے یو، این، آئی ۲ مئی ۱۹۹۶ء) اس رپورٹ کے اشاعت کے ایک ماہ بعد ۳ جون ۱۹۹۶ء میں دوسری رپورٹ ہندوستانی اخبارات میں شائع ہوئی جس میں ہندوستانی معاشرہ پر فلم اور ٹی وی کے اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے "اب ہندوستانیوں کو اس حقیقت کا اعتراف ہونے لگا ہے کہ پردے پر دکھائے جانے والے تشدد اور عملی زندگی کے تشدد میں زیادہ فرق نہیں رہ گیا ہے بلکہ روز بروز یہ فرق کم ہوتا جا رہا ہے۔

فلموں اور ٹیلی ویژن کی طرف انگلیاں اٹھائی جا رہی ہیں، خاص کر ٹی وی کو مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے، کہ اس کے ذریعے تمام شیطانی خیالات اور افعال براہ راست گھروں تک پہنچ رہے ہیں۔

جنوبی دہلی میں ایڈیشنل پولیس کمشنر مسٹر مکسویل پر میرا کا کہنا ہے کہ فلمیں اور ٹی وی دونوں ہی جنس اور تشدد کو قابل مذمت بتانے کے بجائے خوشنما بنا کر پیش کرتے ہیں، کم سن بچوں کو جرائم کی طرف راغب کرنے کے اصل ذمہ دار ہیں۔

انہوں نے کہا کہ فلموں میں ضرورت سے زیادہ تشدد دکھایا جاتا ہے' اس کا نئی نسلوں کے ذہنوں پر منفی اثر پڑ رہا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے مزید کہا کہ نئی نسل کے رویہ میں بغاوت اور انحراف کے لیے ایک طرف یہ فلمیں ذمہ دار ہیں تو دوسری طرف سخت قوانین کا فقدان، انہوں نے کہا کہ کیبل ٹی وی کے رواج پاتے ہی جنس اور تشدد سے متعلق فلمیں عام آدمی کے گھروں تک پہنچ گئی ہیں، ان فلموں کی وجہ سے ننھے ذہن گمراہی کی جانب راغب ہورہے ہیں۔

دہلی کی ایک خاتون جو درآمد برآمد کا کام کرتی ہیں، کہتی ہیں کہ سینما کا پہلا کام اور اہم مقصد یہ طے کیا گیا تھا کہ مشاہدین کو صاف ستھری تفریح کا سامان مہیا ہوسکے گا۔ مگر یہ مقصد بہت پہلے ہی فوت ہوچکا ہے کہ لوگوں کو باشعور اور باخبر بنایا جائے اور وہ انسانی زندگی کی مثبت قدروں کا درس دینے کی طرف توجہ نہیں دے رہا ہے۔

فلم ''بازی گر'' بہت کامیاب رہی، اس فلم سے متاثر ہوکر بمبئی کے ایک نوجوان دانش قاضی نے اپنی معشوقہ بھارتی رام چندرن کو قتل کرنے سے پہلے اس سے خودکشی کی تحریر لکھوائی تھی، اس کے بعد وہ بھارتی کو ایک بلند عمارت کے چھجے پر لے گیا اور وہاں سے اس کو نیچے موت کے منہ میں دھکیل دیا، اسی طرح فلم ''رگھوبیر'' کے ایک منظر سے متاثر ہوکر ایک کم سن نوجوان نے ایک ہم عمر کو قتل کرڈالا۔ یہ دو مثالیں ہیں ورنہ فلموں کے منفی اثرات کے تحت عوام، خاص کر نوجوان نسل کے جرائم کی طرف راغب ہونے کے بے شمار واقعات سامنے آئے ہیں۔

ڈاکٹر ایل۔ کے۔ بھگت ماہر نفسیات (دہلی) نے کہا کہ فلموں میں صرف دو پہلو ہوتے ہیں ، ہیرو خوبیوں سے پر اور ولن برائیوں سے، لیکن زندگیوں میں اعتدال کا پہلو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ فلمی اداکار شاہ رخ خان متعدد قتل کرکے بچ جاتا ہے، اس کا نوجوانوں کے ذہن پر بہت اثر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کرداروں کو اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ لوگ خود کو ان کرداروں سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، اور کبھی کامیاب ہوتے ہیں تو جرم کی وہ خبر بنتی ہے جو تقریباً ہر روز پڑھنے کو مل جاتی ہے۔

ایک غیر سرکاری تنظیم ''لو اینڈ کیئر'' کے ڈائریکٹر مسٹر انل کالیا کا کہنا ہے کہ منشیات کے استعمال کے ساتھ ٹیلی ویژن باغیانہ رویہ پیدا کرتا ہے، ان دونوں چیزوں کی آمیزش نوجوانوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تحریک دیتی ہے کہ بغاوت کرنا ان کی ضرورت ہے۔

مسٹر کالیا کا خیال ہے کہ فلموں کا صرف متوسط اور اونچی آمدنی کے گھرانوں کے لڑکے لڑکیوں پر اثر پڑتا ہے، وہ لوگ فلموں میں جو مناظر دیکھتے ہیں خود کو ان کے زیادہ قریب کرتے ہیں اور نتیجے میں جرائم کی راہ پر نکل پڑتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک تازہ جائزے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سینما معاشرہ میں سماجی اور جنسی تشدد کو بڑھاوا دے رہا ہے، اور اس سے بھی زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ نوجوانوں کو زندگی کے مسائل کا سامنا کرنے کی ہمت دینے کی بجائے انہیں ان سے فرار کی راہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔

دہلی پولیس نے حال ہی میں سات نوجوانوں کو کئی مہینے تک ایک کم سن لڑکی کی اجتماعی آبرو ریزی اور بلیک میلنگ کے الزام میں گرفتار کیا ہے، نوجوانوں نے اس کا اعتراف کیا کہ انہوں نے ٹی وی کی ایک فلم سے اثر قبول کیا تھا۔

تاہم سابق ایڈیشنل کمشنر جرائم آر۔ کے۔ تیواری کا کہنا ہے کہ ان تمام جرائم کے لیے والدین بھی اسی طرح ذمہ دار ہیں جس طرح فلم اور فحش رسائل۔ (سروے رپورٹ یو۔ این۔ آئی جون ۱۹۹۶ء)

دہلی کی عدالت نے خواتین کی ایک تنظیم ''جاگرتی مہیلا سمیتی'' کی صدر مسز نرملا شرما کی درخواست پر زی، ٹی وی اسٹار ٹی وی اور دور درشن کو نوٹس دیا ہے کہ وہ عدالت کو کمپنی کے اعلیٰ افسران، پروگراموں کے ہدایت کاروں، پروڈیوسروں، اور مینجنگ ڈائریکٹروں کے نام بتائے، عدالت نے کہا کہ وہ ان کمپنیوں کے خلاف ایکشن لے سکتی ہے، جاگرتی مہیلا سمیتی کی صدر مسز نرملا نے ایک انٹرویو میں ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار کا بتایا کہ کوئی بھی شریف انسان ان پروگراموں کو اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ ان میں عریاں مناظر دکھائے جاتے ہیں، انہوں نے کہا کہ بچے ان پروگراموں کے ذریعہ فحش باتیں سیکھ رہے ہیں، نیز ان میں تشدد کے رجحانات بھی پنپ رہے ہیں۔ مسز نرملا نے یہ بھی کہا کہ اکتیس پروگراموں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آٹھ پروگرام ایسے ہیں جن کو دکھائے جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، اس کے باوجود بھی دکھائے جارہے ہیں، زی ٹی وی، اور اسٹار ٹی وی کے وکیلوں نے کہا کہ چونکہ یہ پروگرام ہانگ کانگ سے نشر کیے جاتے ہیں، اس لیے ان کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی جاسکتی۔ (سہ روزہ دعوت جون ۱۹۹۶ء)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستانی میڈیا پر ایک نظر

تاریخی پس منظر

پاکستان میں ٹیلی ویژن کی آمد سے پہلے جب اس الیکٹرانک میڈیا کی پالیسی وضع کرنے کے لیے ذوالفقار بخاری کی صدارت میں مخصوص فنکاروں، لکھنے والوں، اور متوقع پروڈیوسروں کو مدعو کیا گیا تو بخاری صاحب نے پاکستانی ٹی وی کے دو بنیادی مقاصد بیان کیے، اول یہ کے صدر ایوب کے کارناموں کی گھر گھر تشہیر کرنا، دوسرے آپ سب کا سب سے اہم مقصد یہ ہوگا کہ ''قوم اور پہلے متوسط طبقہ کو فرسودہ مذہبی تصورات سے آزاد کرائیں، اور اس مقصد کو اس خوبی سے سر انجام دیں کہ لوگوں کو شعوری طور پر اس کا پتہ نہ چلے کہ آپ جدید نسلوں کو مذہبی اثرات سے پاک کرنے کی کوئی مہم چلا رہے ہیں، اگر آپ نے یہ کام کر لیا تو یاد رکھئے کہ ہم ہمیشہ کے لیے مذہبی جنونیوں اور ملاؤں سے اپنی معاشرت اور سیاست کو پاک کر دیں گے''۔

بنیادی مقاصد بیان کرنے کے بعد بخاری صاحب نے شرکائے محفل کو علیحدہ علیحدہ مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ ''میں آپ میں سے ہر اس لکھنے والے کو اپنے پروگراموں کے معاوضہ کے علاوہ دو سو روپے ماہوار دوں گا جو عربی پڑھے گا، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ٹی وی اور ریڈیو سے ایسے افراد کو بحیثیت عالم اور جدید مفکر کے پیش کر سکیں اور ان تمام ملاؤں کے اثرات کو دور کر سکیں جو مذہب کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں، اور جنہیں ہم طوعاً کرہاً پیش کرنے پر مجبور ہیں، آپ کو مذہب کی خرافات سے معاشرہ کو نجات دلانے کا کام کرنا ہے، اس لیے ہم اس ادارہ کے ذریعہ بالکل جدید ذہنوں کو آگے لانا چاہتے ہیں، نئے میڈیا کی آمد کے ساتھ نئے ذہنوں کو نہ صرف فرسودہ اور مردہ تصورات سے نجات دلانے کے لیے استعمال کیا جائے گا، بلکہ ان کو پوری قوم کے محسوسات اور طرز فکر کو بدلنا ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ اس مقصد کو اس طرح پورا کر سکتے ہیں کہ منافقت اور متضاد کردار کے لیے منفی ڈرامہ کرداروں کی داڑھی لگائیے، مضحکہ خیز کرداروں اور افراد کو مشرقی لباس پہنائیے، یہ یاد رکھیے کہ آپ کو اپنے تمام کرداروں اور اناؤنسروں کو وہ لباس پہنانا ہے جو ہمارے ترقی یافتہ معاشرہ میں سو سال بعد رائج ہونا چاہیے، اور جو ایک فیصد اوپر کے طبقہ میں رائج ہے''۔

ہدایات مسٹر بخاری کے لبوں سے جاری ہوئی تھیں مگر حقیقت میں یہ اس بنیادی پالیسی کا حصہ تھیں جس کو مغرب زدہ لادین نوکر شاہی اور صاحب اقتدار طبقہ نے ہی بنایا تھا، اور جس کے حصول کے لیے کروڑوں ڈالر قرضے لے کر ٹی وی میڈیا کو پاکستان میں لایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ شروع ہی سے اس پالیسی پر عمل کیا جا رہا ہے۔ جنرل ضیاء الحق شہید کے دور میں اس پالیسی میں تھوڑی سی تبدیلی کی گئی تھی، لیکن بے نظیر کی حکومت نے قومی پالیسی کے نام سے میڈیا کے لئے جو پروگرام جاری کیا، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ پاکستان کو پوری طرح مغربی سانچے میں ڈھالنے کا پروگرام جاری رہے گا اور جو کچھ کسر رہ جائے گی اس کو مغربی میڈیا کے ذریعے پورا کیا جائے گا۔

پاکستان کی ''ثقافتی پالیسی'' کے عنوان سے بے نظیر کی حکومت نے اپنی ثقافتی پالیسی کا اعلان اگست 1995ء کے پہلے ہفتہ میں کیا، اس ثقافتی پالیسی کے اہم نکات اس جوش و خروش سے بیان کیے گئے جس کا مظاہرہ 1968ء سے 1975ء کے دوران نام نہاد کمیونسٹ دانشور اور اباحیت پسند لادینی عناصر کر رہے تھے۔

اگر پالیسی کا اعلان نہ بھی کیا جاتا' تب بھی عوام کو پاکستان کے تمام سرکاری ذرائع ابلاغ اور تمام سرکاری تقریبات کے انداز اطوار واضح طور پر بتا رہے تھے کہ اس قوم پر لادین عناصر کی ثقافتی یلغار بڑی تیز رفتاری سے شروع کی جا رہی ہے اور نئی نسل کو ایک خاص سمت میں لے جانے کی شعوری کوشش کی جا رہی ہے، بالخصوص ٹی وی کے ذریعہ جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے' وہ قومی مسائل سے اپنی ہی قوم برباد کرنے کی کوشش ہے۔

ثقافتی پالیسی کے اہم نکات میں موسیقی، رقص، لوک گیت، فلم، ٹیلی ویژن، موسیقار، گلوکار،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رقاص، اور ساز ندے وغیرہ کے الفاظ کو کم از کم سترہ مرتبہ استعمال کیا گیا ہے، گویا کہ تمام تر ثقافتی پالیسی کا اصل رقص و سرود اور موسیقی وغناء ہے، پالیسی میں دوسرا زور علاقائیت، علاقائی زبانوں، علاقائی کلچر، مقامی و علاقائی دانشوروں، شہروں اور صوبوں کی تاریخوں وغیرہ پر دیا گیا ہے، پالیسی کا تیسرا جز ثقافت کا بین الاقوامی تبادلہ ہے جس میں پاکستان اور ''علاقے'' کے دیگر ممالک کے مابین ثقافتی ارتباط کو فروغ دینا شامل ہے (ظاہر ہے کہ علاقے میں سب سے قریبی اور بڑا ملک ہندوستان ہے، جس کی برہمنی ثقافت سے ارتباط کے لئے پاکستانی ارباب اقتدار بے تاب نظر آتے ہیں۔ پاکستان میں ہنوستانی فلموں کی غیر معمولی مقبولیت اس کا ثبوت ہے۔)

پالیسی کا چوتھا اہم نکتہ غیر سرکاری تنظیموں (NGOS) انسان دوست اداروں اور افراد کی سرپرستی پر مشتمل ہے۔ (ترقی پذیر ممالک میں این، جی، او زیعنی غیر سرکاری تنظیموں اور ''انسانیت دوست اداروں'' کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے، یہ ادارے فری میسن کے ماتحت لائنز کلب، روٹری کلب، ریڈ کراس سوسائٹی، اور مختلف ثقافتی اور سماجی اداروں کے نام سے کام کرتے ہیں۔ ان کی سرپرستی بیرونی طاقتیں کرتی ہیں اور بڑے پیمانے پر مالیاتی فنڈز مہیا کئے جاتے ہیں، گزشتہ سال بنگلہ دیش اور پاکستان میں ان سماجی ثقافتی اداروں کی تحقیقات کا مطالبہ ہوا تو بڑی طاقتوں کے سفارت خانوں نے دباؤ ڈال کر تحقیقات کو رکوادیا، البتہ دینی مدارس پر یہ الزامات زور وشور سے عائد کیے جارہے ہیں کہ بیرون ملک سے انکو امداد ملتی ہے، بھارت میں بھی دینی مدارس پر یہ الزامات عائد کئے جارہے ہیں، دوسری طرف عرب ممالک پر دباؤ ڈال کر دینی مدارس اور رفاہی اداروں کو چندہ دینے سے روک دیا گیا ہے، پروپیگنڈہ یہ کیا جارہا ہے کہ اس امدادی رقم سے فنڈا منٹلسٹوں اور تشدد پسندوں کو قوت فراہم ہوتی ہے۔)

ثقافتی پالیسی میں پانچواں نکتہ یہ ہے ۱۸۷۲ء میں سنسر کے نام سے جو قانون بنایا گیا تھا' وہ چونکہ ثقافت کے فروغ میں سدراہ ہے' اس لیے اس کو ختم کردیا جائے گا، اب فلموں اور ڈراموں کے اسکرپٹ کو مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر استعمال کیا جاسکتا ہے، بالفاظ دیگر فلموں کو بغیر کسی سنسر کے دکھایا جائے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ثقافتی پالیسی کے رہنما اصول تو مذکورہ بالا پانچ نکات ہی ہیں۔ ورنہ تینتیس نکات بیان کیے گئے ہیں جو سب کے سب تصویر بتاں ''اور چند حسینوں کے خطوط'' پر مشتمل ہیں۔

''چہ دلاور است وزدے'' کی دلچسپ مثال یہ ہے کہ اس ثقافت اور اس سب لچر پن کو کلچر کا نام دے کر اسے علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ (ثقافتی پالیسی تیار کرنے والے بزرجمہروں نے ثقافت یا کلچر کو صرف ناچ رنگ، ترنگ، مصوری، موسیقی، مجسمہ سازی کے معنوں میں لیا ہے حالانکہ دنیا کی کسی بھی ڈکشنری میں ان الفاظ کا یہ مفہوم نہیں اور نہ معروف بین الاقوامی دانشوروں کے نزدیک کلچر کا دائرہ اتنا محدود ہے، لفظ ثقافت عربی لفظ ثقف سے بنا ہے، اس کا مفہوم ''تراش خراش'' یعنی شاخوں کو کانٹ چھانٹ کر ایک ترتیب دینا، اس طرح تہذیب کے لفظ میں بھی درختوں کے خزاں رسیدہ پتوں کی کانٹ چھانٹ کا مفہوم شامل ہے، آج کل علوم عمرانیات میں تہذیب سے مراد ہے کسی فرد یا معاشرہ کا پاکیزگی اور شائستگی سے بہرہ مند ہونا۔ ثقافت کے لیے انگریزی میں کلچر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس یونانی الاصل لفظ کو مغربی دنیا میں بیکن نے متعارف کرایا، کلچر میں بھی کاٹ چھانٹ اور تراش خراش کا مفہوم موجود ہے، ایگری کلچر بھی اسی سے نکلا ہے، ایمرسن کے نزدیک کلچر کا نصب العین انسانیت میں جمالیاتی شعور کو بیدار کرنا ہے، آرنلڈ کے مطابق کلچر ایک ایسا باطنی و داخلی عمل ہے جس کا کام حیات انسانی میں تابانی و درخشانی پیدا کرنا ہے، گوئٹے کے نزدیک ثقافتی کلیہ کے تین اجزاء ہیں، نظم عالم سے باخبر ہونا، حسن اخلاق کا نمونہ بننا اور مذاق لطیف سے بہرہ مند ہونا، مذکورہ تمام تشریحات مغربی دانشوروں کی ہیں، ہم نے قرآن وحدیث اور اسلامی مفکرین کے حوالے نہیں دیئے، تاکہ مغرب سے مرعوب اور وہاں کی ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھنے والے نام ونہاد دانشوروں پر واضح ہو جائے کہ جس رقص وسرود اور آثار قدیمہ کے کاٹھ کباڑ کو وہ ثقافت کہنے پر بضد ہیں، وہ مغربی مفکرین کے نزدیک بھی ثقافت کے اصل مفہوم کا ایک فیصد بھی نہیں۔)

ثقافتی پالیسی میں سے چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

ادب، تعمیرات، کھیل، موسیقی، ڈانس، لوک گیت، پرفارمنگ آرٹس، مصوری، فلم، ٹیلیویژن،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریڈیو نشریات، اور ثقافت سے متعلق دوسرے تمام شعبوں میں پاکستان کے ثقافتی ورثے کو محفوظ کرنا ہے۔

فنکاروں، موسیقاروں، گلوکاروں، اسٹیج اور فلم کے اداکاروں، رقاصوں کو قومی یکجہتی کے عمل سے مربوط رکھنا، اداکاروں، پروڈیوسروں اور ڈائریکٹروں کی فہرست تیار کرنا، موسیقی، لوک موسیقی، کلاسیکی، اور مقبول موسیقی مع غنائی نوٹس، سازوں اور ادائیگی کی قدر پیمائی ثقافتی شو اور موسیقی کی محفلوں کا انعقاد یہ ثقافتی پالیسی میں درج محض چند عزائم کی تصویر کشی ہے ورنہ پوری پالیسی اس طرح کے عزائم سے بھری ہوئی ہے، اب اس پر عمل درآمد کا نقشہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

پاکستانی ٹیلی ویژن کے تمام چینلز کے علاوہ مغربی ٹی وی کمپنیوں S.T.N, C.N.N, B.B.C اور N.T.M سے ان دنوں جو کچھ پیش کیا جارہا ہے' وہ قوم کو طاؤس ورباب میں بدمست کرنے کی منظم کوشش ہے، اس وقت پاکستانی ٹی وی پروگراموں میں جو تبدیلیاں آئی ہیں' وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ٹیلی ویژن کا وقت بڑھا دیا گیا ہے، اب تقریباً چوبیس گھنٹے میں ٹیلی ویژن کا کوئی نہ کوئی چینل رواں دواں رہتا ہے، پاکستانی ٹی وی کے چینل نمبر دو کو تعلیمی چینل کہا گیا ہے، لیکن اس میں تعلیمی اور تدریسی پروگرام صرف بیس فیصدی ہوتے ہیں، جبکہ تفریحی پروگرام اسی فیصد ہوتے ہیں، پرانے ڈرامے بار بار دکھائے جاتے ہیں، یوں نئی نسل کے تعلیمی و تدریسی اور آرام کے اوقات کو تفریحی پروگراموں پر لگا دیا گیا ہے، ٹی وی کے یہ پروگرام اخلاق و کردار کی تباہی کے علاوہ صحت کی بربادی کا بھی سبب بن رہے ہیں، اسکولوں کے بچوں میں سے اب ۴۲% طلبہ ایسے ہیں جنہیں عینک لگ چکی ہے، جبکہ ماہرین طب کی نظر میں ٹی وی نشریات کی بہتات کینسر جیسے موذی مرض کا سبب بھی بنتی ہیں، جسمانی صحت کے علاوہ نفسیات اور کردار سازی کے اعتبار سے بھی ٹی وی پروگراموں کے مہلک اثرات پاکستانی معاشرہ پر پڑ رہے ہیں، تشدد اور جرائم سے بھرپور فلمیں پہلے سینما ہالوں میں دکھائی جاتی تھیں' اب وی سی آر کی وجہ سے ہر محلے میں کیسٹ کھلے عام فروخت کیئے جاتے ہیں، پھر ڈش انٹینا نے تو ہر گھر کو قحبہ گری کی تعلیم کا مرکز بنا دیا ہے، ایک مغربی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹی وی تو چوبیس گھنٹے ایسے جنسی پروگرام دکھاتا ہے جو مغرب میں بھی ممنوع ہیں۔

(2) پاکستانی ٹی وی، اور این۔ٹی۔ایم کے پروگراموں میں موسیقی چینل بن گئے ہیں، پوری قوم کو ناچنے تھرکنے کی تربیت دی جا رہی ہے، موسیقاروں اور گلوکاروں اور فلم اسٹاروں کو ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے، اور مغربی معاشرہ کی طرح بے ہنگم اور پر شور موسیقی کے ساتھ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو مل کر ناچتے، گاتے، ٹکراتے ایک دوسرے پر گرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے، اس وقت دو چینلوں سے اس انداز کے جو پروگرام پیش کئے جا رہے ہیں، ان میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں''۔

ینگ ترنگ، ہرتان ہے دیپک، سر کنارے، سارے گائیں مست مست ساتھیو، راگ رنگ، آبشار، میری پسند، غزل کا سفر، سلمیٰ آغا شو، فرمائشی خطوط، ٹاپ ٹن، سبر سا میرا، آنگن تارے، میوزک چیلنج، نیو میوزک چینل، وی۔ جے، ویڈلا جنکشن، پیپسی ٹاپ آف پاپس، ٹیک ٹو، کے علاوہ انگریزی اردو ہندی فلموں کی بھرمار۔

علاوہ ازیں پاکستانی سینما ہالوں میں مغرب کی درآمد شدہ قتل غارت گری، فحاشی بے حیائی اور جنسی ہیجان سے بھرپور انگریزی فلمیں کھلے عام دکھائی جاتی ہیں، اور ان ہی کی نقل پر پشتو، اردو، پنجابی، زبانوں میں فلمیں اور کیسٹ تیار کر کے پھیلائے جاتے ہیں، بھارتی فلموں کے علاوہ مغربی غلاظت سے آلودہ ڈرامے اور ناچ گانوں کے پروگرام تفریح کے نام پر دکھائے جاتے ہیں، حکومت پاکستان ان پر پانی کی طرح پیسہ بہاتی ہے۔

یہ فلمیں اور پروگرام حساس نوجوانوں کے ذہنوں کو محض ایڈونچر کے طور پر یا دیگر نفسیاتی وجوہ کے باعث جرائم، بے حیائی وفحاشی پر اکساتی ہیں، اس بات کا اعتراف جسٹس نعیم الدین کی سربراہی میں قائم شدہ سپریم اپیلٹ عدالت سفارشات میں ایک دوہرے قتل کے مقدمہ کے دوران اکتوبر ۱۹۹۱ء میں کیا گیا ہے، اس کی روشنی میں عدالت نے اس وقت کی حکومت کو تجویز پیش کی تھی کہ فوری طور پر جرائم وجنس پر مبنی تمام فلموں پر پابندی لگا دی جائے، لیکن پاکستان کے بکس اسٹالز اور گلی کوچوں میں ویڈیو کی پھیلی ہوئی دوکانوں پر آپ نظر ڈالیں گے تو معلوم ہوگا کہ ملکی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیر ملکی جرائد و رسائل اور گھروں میں پڑھی جانے والی کتابوں اور رسالوں اور خصوصی میگزین ایسے اخلاق سوز مضامین وتبصرے، رنگین صفحات، ماؤں، بہنوں بیٹیوں کی برہنہ اور نیم عریاں تصاویر سے بھرے ہوئے ہیں، ان سب کا بنیادی مقصد معاشرہ میں مغربی تہذیب کی آلائشوں، آزاد خیالی، آزادانہ جنسی کلچر کو فروغ دینا ہوتا ہے، پاکستان کے ایک بڑے نامور انگریزی روزنامے کے جمعہ ایڈیشن (نومبر ۱۹۹۲ء) میں ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس کا مقصد قارئین کو یورپ خاص طور سے ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈیم کی عیش وعشرت گاہوں اور جنسی لذت کے مقامات سے متعلق معلومات مع سڑکوں اور گلیوں کے نام وغیرہ فراہم کرنا تھا، یہ ایسا اخبار ہے جو ہر تعلیم یافتہ گھر میں پڑھا جاتا ہے۔

پاکستانی معاشرہ پر مغربی میڈیا کے اثرات

مغربی معاشرہ پر میڈیا کے تباہ کن اثرات کے بارے میں خود مغربی دانشوروں کی رائے میں اختلاف نہیں، یہ عجیب بات ہے کہ مشرقی ملکوں کے لئے بھی وہ ان فلموں کو پسند نہیں کرتے جیسا کہ امریکن انٹر پرائز انسٹی ٹیوٹ کی زیر سرپرستی منعقد ہونے والی ۱۰ مارچ ۱۹۹۳ء کی کانفرنس میں جارج ٹاؤن یونیورسٹی واشنگٹن کے پروفیسر ڈاکٹر والٹر برنس کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کی رائے ہے کہ:

راک میوزک، ہالی ووڈ کی فلمیں اور دوسرے تفریحی پروگرام جو امریکہ باہر کے ملکوں میں بھیجتا ہے' وہ نہ صرف وہاں کے معاشرہ پر بہت مضر اثرات چھوڑتے ہیں بلکہ امریکی معاشرہ کے تصور کو بھی داغدار کرتے ہیں۔ (کرسچین سائنس مانیٹر مارچ ۱۹۹۲)

پاکستانی دانشور جمیل الدین عالی پاک ٹی وی کے پروگراموں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اس وقت پاکستانی سوسائٹی کے اعلیٰ طبقہ کے وہ لوگ تو قابل ذکر ہی نہیں جو اپنی ذات اور مفادات کے سوا کسی اور بات کو اہمیت ہی نہیں دیتے، ان کے باب میں تو نظیری نیشا پوری بڑا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوبصورت منظر کھینچے گئے ہیں۔

ہمہ مے نوشی و مستی و نشاط طرب است

کس نداند کہ شب و روز کدام است ایں جا

مجھے تو اس زمانہ میں متوسط طبقہ کے ان پڑھے لکھے شہریان کراچی پر رشک آتا ہے جن کے "ثقافتی معمولات" دنیا کی کسی مصیبت (کراچی، بوسنیا، کشمیر) سے متاثر نہیں ہوتے، وہی بڑی بڑی سینکڑوں مہمانوں پر مشتمل شادیوں کی تقریبات وہی ہفوات، وہی بڑے بڑے تفریحی جلسے، وہی کسی نہ کسی محترم حوالہ سے رقص و سرود کی مجلسیں، مثلاً، یوم آزادی (۱۹۹۵ء) کے موقع پر پاکستانی بینکاری کے کارکنوں کی ایک تعداد نے ایک ایسی ہی محفل موسیقی منعقد کی، جس پر صرف آٹھ لاکھ روپے خرچ ہو گئے۔ پاکستانی ٹی وی بھی ماشاء اللہ ایسے ایسے شو منعقد کراتا ہے کہ پورا پاکستان ایک خوشحال پرستان لگنے لگا ہے (روزنامہ جنگ کراچی ۲۲ ستمبر ۱۹۹۵ء)

فحاشی اور عریانیت کے سیلاب کی تندی و تیزی میں سب سے اہم اور موثر رول ذرائع ابلاغ ادا کر رہے ہیں، میڈیا نے عورت کے جسم کو، اس کے حسن و جمال کو، اس کے چہرے کو، اور اس کی برہنگی کو اپنی تجارت بڑھانے کا ذریعہ بنا لیا ہے، کتنے ہی رسالے ہیں جو چٹپٹی خبروں، اور فحش کہانیوں اور خبروں کے ذریعہ چل رہے ہیں، دنیا کے کسی بھی ملک میں بے حیائی کا کوئی واقعہ رونما ہو یا کسی فلمی اداکار کا کوئی اسکینڈل ہو یا کسی کھلاڑی کا معاشقہ چل رہا ہو، پاکستانی اخبارات و رسائل اسے مرچ مسالہ لگا کر چھاپنا اپنا منصبی فرض سمجھتے ہیں، شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی اسکینڈل سے قوم واقف نہ ہوگی تو ہماری قوم ترقی کے میدان میں پیچھے رہ جائے گی۔

عریانیت کو فروغ دینے میں اشتہارات کا بنیادی رول ہے، دنیا کی کسی چیز کا اشتہار عورت کی تصویر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، ملبوسات میں عورت، مصنوعات میں عورت حتیٰ کہ وہ چیزیں جو خاص مردوں کے استعمال کی ہیں' ان میں بھی عورت، موٹر سائیکل اور ٹریکٹر کا اشتہار ہوگا مگر ساتھ عورت کی تصویر بھی ہوگی، اس کے ایک ایک عضو کی نمائش کر کے دولت حاصل کی جا رہی ہے۔

ماڈلنگ ایک منافع بخش کاروبار بن گیا ہے، جس میں بڑے بڑے گھرانوں کی نوجوان بیٹیاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے جسم کی نمائش کا منہ مانگا معاوضہ وصول کرتی ہیں، مگر فحاشی و عریانیت کو فروغ دینے میں ان سب سے بڑھ کر فلموں اور ڈراموں نے کردار کیا ہے، اب تو وی سی آر اور ٹی کی موجودگی نے ہر گھر کو ایسے سینما ہال میں تبدیل کر دیا ہے کہ اب شرفاء اور دیندار خاندانوں کے لوگ بھی محفوظ نہیں رہے، ڈش انٹینا اور انٹرنیٹ ورک کی وجہ سے تمام دنیا کے غلیظ ترین فلمیں صرف ایک بٹن دبانے پر آپ کے سامنے ہاتھ باندھے موجود ہوں گی، چوبیس گھنٹے کے لیے مشاہدین پروگراموں کے لیے وقف ہو کر رہ جاتے ہیں۔

پاکستانی صوبہ پنجاب کی تصویر

لاہور میں ۱۹۹۶ء میں جرائم سے متعلق جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق پچھلے پانچ برسوں کے اوسط کے مقابلے میں تین سو پچانوے فیصد، قتل کے واقعات میں انتالیس فیصد، نقب زنی کے واقعات میں ترپین فیصد، اغوا کے واقعات میں اکیس فیصد، عصمت دری کے واقعات میں اکیس فیصد اضافہ ہوا ہے، یہ واضح رہے کہ عصمت دری کے صرف دو فیصد واقعات کی رپورٹ درج کرائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں بینک ڈکیتیوں میں بھی چار سو فیصد اضافہ ہوا ہے، جبکہ پٹرول پمپ لوٹنے، شاہراہوں پر لوٹ کے واقعات میں بھی علی الترتیب ۱۶۷% کا اضافہ ہوا ہے، صرف یہی نہیں موٹر گاڑیوں کی چوری بھی کافی بڑھ گئی ہے، ایک سینئر پولیس آفیسر کا کہنا ہے کہ پولیس کے علاوہ بااثر افراد بھی نظم و نسق کی بگڑی صورتحال کے لیے یکساں طور پر ذمہ دار ہیں، پولیس محکمہ میں مجرمانہ ریکارڈ رکھنے والے لوگ بھی خاصی تعداد میں آ گئے ہیں۔ (یو پی ڈائریکٹر جنرل پولیس کے بیان کے مطابق یو پی پولیس میں جرائم پیشہ پولیس والوں کی تعداد دس ہزار ہے۔ جن کا تبادلہ دور دراز علاقوں میں کر دیا گیا ہے۔ غالباً مزید ریاضت اور مشق و مہارت حاصل کرنے کے لئے۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والآخرة، واللہ یعلم وانتم لاتعلمون. (صدق اللہ العظیم)
جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں کے سماج میں بے حیا باتوں کے چرچے جاری ہوں تو ایسے لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت میں بہت دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (سورۃ النور)

ٹی۔وی کے منفی اثرات

ریڈیو، سینما اور ڈرامے کے مقابلہ میں ٹی وی اور انٹرنیٹ نے مشاہدین کو اپنی طرف پوری طرح جذب کرلیا ہے۔ ٹیلی ویژن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ انانیت پسند ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے آدمی کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ ٹی وی پروگرام کو تنہا دیکھنے والے کے جذبات اجتماعی جذبات سے الگ ہوتے ہیں،، مشاہد جب تنہائی وی پروگراموں کو دیکھتا ہے تو کلی طور پر اس کے اندر مستغرق ہوجاتا ہے' اسے اپنی رائے کے اظہار یا تنقید کا موقع نہیں ملتا۔

چوبیس گھنٹے چلنے والے ملکی وغیر ملکی ٹی وی چینلز کے ذریعہ مغربی تہذیب وثقافت کی تشہیر سے ہماری نوجوان نسل کے کردار وسیرت پر جو منفی اثرات پڑ رہے ہیں اور مزید آئندہ اس کے متعلق اثرات ظاہر ہوں گے' وہ اظہر من الشمس ہیں۔ نئی نسل پر ٹی وی دیکھنے کے جو منفی اثرات پڑ رہے ہیں' اس سلسلہ میں مغربی ممالک خصوصاً امریکی معاشرہ میں بچوں پر ٹی وی سے رونما ہونے والے اثرات کے متعلق خاصی تحقیقات ہوچکی ہیں، ان کا سلسلہ ہمارے ملک میں بھی جاری ہے۔ ہم یہاں فقہ وفتاویٰ کی زبان استعمال کرنے کے بجائے خود مغربی ملکوں کے ماہرین تعلیم ونفسیات اور سماجی کارکنوں کے جائزے اور میدانی سروے کے نتائج کے کچھ اقتباسات پیش کررہے ہیں:

ڈاکٹر جان کونڈری (کارنیل یونیورسٹی۔ امریکہ۔ انسانی اور خاندانی نشوونما کے پروفیسر) اپنے ایک تحقیقی مقالہ میں لکھتے ہیں: کم سن بچے ٹی وی کو مستند سمجھتے ہیں، وہ جو کچھ دیکھتے ہیں اس پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقین کر لیتے ہیں اور اکثر و بیشتر یہ سمجھتے ہیں کہ ٹی وی کے کردار بھی ان کو دیکھ رہے ہیں۔

☆ ڈاکٹر جان۔ ایم۔ ہیلے۔ (ماہر نفسیات) اپنی مشہور زمانہ کتاب میں بچوں پر پڑنے والے ٹی وی کے اثرات کا تجزیہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اوسطاً اٹھائیس گھنٹے فی ہفتہ عادتاً ٹی وی دیکھنے والے کمسن بچوں کے دماغ کی نشوونما میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اور یہ تبدیلی بہتری کی سمت میں نہیں ہوتی۔

(رسالہ پریوی ٹیشن۔ مارچ ۱۹۹۱ء)

☆ بچوں کے پڑھنے کی استعداد اور تعلیمی قابلیت پر ٹی وی کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر جیروی سنگر (ماہر نفسیات کارنیل یونیورسٹی) تحریر کرتے ہیں:

ٹی وی کی وجہ سے امریکی بچوں کی تعلیمی قابلیت اور پڑھنے کی مہارت میں انحطاط کی پوری ذمہ داری امریکی ٹی وی پر ہے، جو بچے زیادی ٹی وی دیکھتے ہیں وہ کم علم، زیادہ بے چین اور پڑھائی میں کمزور پائے جاتے ہیں۔ (ٹائم۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

اسی قسم کے نتائج کا اظہار نیلسن میڈیا ریسرچ کے شعبہ تعلیم نے کیا ہے۔

''جتنا زیادہ بچے ٹی وی دیکھتے ہیں، اتنا ہی ان کے لکھنے کی قدرت کمزور ہوتی ہے۔ ایک تحقیقاتی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو نوجوان چھ یا دس سے زائد گھنٹے ہر ہفتہ ٹی وی دیکھتے ہیں۔ انہوں نے دس فیصد کم نمبر حاصل کئے۔ بہ نسبت اپنے ان ہم جماعت کے جو صرف دو گھنٹے فی ہفتہ ٹی وی دیکھتے ہیں۔

تعلیمی قابلیت کے علاوہ بچوں کی صحت پر بھی مضر اثرات پڑتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر کرٹ دی گولڈ (ماہر امراض اطفال۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی) کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے، وہ اپنے مقالہ میں تحریر کرتے ہیں:

''جو بچے دو سے چار گھنٹے ٹی وی دیکھتے ہیں' ان کے خون میں کولیسٹرول کی مقدار دوگنی ہو جاتی ہے۔ بہ نسبت ان بچوں کے جو ٹی وی کم دیکھتے ہیں۔ بڑے ہو کر آدھے سے زیادہ بچوں کو کولیسٹرول کی زیادہ کے باعث وقت سے پہلے دل کی بیماریاں پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسمانی صحت کے علاوہ نفسیاتی صحت اور کردار سازی کے اعتبار سے بھی ٹی وی کے بہت مہلک اثرات ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر ڈینیل۔ اے۔ انڈرسن میساچوٹس یونیورسٹی میں نفسیات کے پروفیسر اپنی سترہ سال تحقیق کے نتائج کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:

ٹی وی کے تشدد سے بھر پور پروگرام بچوں کی حقیقی زندگی میں جنگجویانہ مزاج پیدا کرتے ہیں، وہ بچے جو ٹی وی پر زیادہ تشدد اور مار دھاڑ سے ملے جلے پروگرام دیکھتے ہیں زیادہ جارحانہ مزاج کے پائے گئے ہیں۔ اور طویل مدت پر محیط تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تشدد آمیز پروگرام دیکھنے سے آئندہ زندگی میں بھی ان کے مزاج میں تشدد اور لڑائی جھگڑے کا رجحان فروغ پاتا ہے۔ (ٹی وی گائڈ۔ مارچ ۱۹۹۳ء)

ایسی تحقیقات کے نتائج اس سروے سے بھی معلوم ہوتے ہیں جو ٹی وی پر جنسی ہیجان پر مبنی پروگرام کے بارے میں کیئے گئے تھے۔ امریکیوں کی اکثریت اب یہ محسوس کرنے لگی ہے کہ ایسے پروگراموں کی روک تھام کے لئے قانون بنانا ضروری ہے۔ ایسے پروگراموں پر تشویش اور پریشانی کا اظہار نیوٹن مینو نے (کینیڈی کے دور صدارت میں فیڈرل کمیونیکیشن کے چیئر مین اور کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم کے سابق ڈائریکٹر) امریکی ٹی وی پر تقریری کرتے ہوئے ٹی وی اسٹیشن کو انتہائی بدکار ادارہ قرار دیتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ:

میں ۱۹۶۱ء میں پریشان ہوا کرتا تھا کہ میرے بچے امریکی ٹی وی سے کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اب ۱۹۹۲ء مجھے یہ تشویش لاحق ہوگئی ہے کہ میرے بچوں کی اولاد اس ٹی وی سے کتنا نقصان اٹھا رہی ہے۔ امریکہ میں جب بچہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو وہ ڈھائی ہزار مرتبہ قتل غارت گری اور جنسی ہیجان سے بھر پور مناظر دیکھ چکا ہوتا ہے۔ (لندن آبزرور ۱۹۹۲ء)

ڈاکٹر والٹر پرنس (پروفیسر جارج یونیورسٹی واشنگٹن) نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ "راک میوزک" ہالی ووڈ کی فلمیں اور دوسرے تفریحی پروگرام جو امریکہ باہر کے ملکوں کو بھیجتا ہے وہ نہ صرف وہاں کے معاشرہ پر مضر اثرات چھوڑتے ہیں بلکہ امریکی معاشرہ کے تصور کو بھی داغدار کرتے ہیں۔ (کرسچین سائنس مانیٹر۔ مارچ ۱۹۹۲ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واشنگٹن پوسٹ، نیویارک ٹائمز اور لاس اینجلس ٹائمز کے نامہ نگاروں کے قلم سے ایک تحقیقاتی مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا "ٹی وی اور فلمیں کس طرح امریکی سوسائٹی میں ظلم وستم کا سبب بن رہی ہیں، اور حکومت اس سلسلہ میں کیا کر سکتی ہے، ان نامہ نگاروں نے امریکی سینٹ کی کامرس کمیٹی کا ذکر کیا ہے جس کی ایک نشست میں امریکی میڈیا کے خطرناک اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے اٹارنی جنرل نے بڑے غصہ کے عالم میں کہا بلکہ دھمکی بھی دی کہ اگر ٹی وی نے سال کے آخر تک ہوش کے ناخن نہ لیے تو کلنٹن انتظامیہ کانگریس سے مل کر ٹی وی کے پر تشدد پروگراموں کو بذریعہ قانون محدود یا بند کر دے گی۔

ان امریکی صحافیوں کے مطابق امریکی ایسے دور میں زندگی گزار رہے ہیں جبکہ تمام ملک میں قتل وغارت گری اور ڈاکہ زنی کی کوئی حد نہیں ہے۔ نوجوانوں کو بدتمیزیوں کو خوش وقتی قرار دیا جا رہا ہے۔ آج کے دور میں مقبول عام میوزک، ظلم، شہوت پرستی، صنف نازک کی تذلیل وتحقیر اور نفرت پھیلنے کا سبب بن رہا ہے۔ ان امریکی صحافیوں نے ٹی وی کے مضر اثرات کے متعلق امریکی سماج کے مختلف طبقوں کے تاثرات معلوم کیے ہیں، ان کی بڑی تعداد نے ٹی وی کو فساد پھیلانے کی یونیورسٹی قرار دیا ہے۔ امریکی معاشرہ میں ایسے لوگوں کی تعداد خاصی ہوگئی ہے جو اپنے گھر میں ٹی وی نہیں رکھتے۔

امریکی اٹارنی جنرل جینیٹ رینو نے سینٹ میں یہ بھی کہا کہ اب امریکہ تشدد کے سلسلہ میں اکثر بے حسی کا مظاہرہ کرتا ہے اس لیے کہ وہ شب وروز تشدد ہی میں ڈوبا رہتا ہے۔ آگے چل کر اٹارنی جنرل اس کا اعتراف کرتا ہے کہ کسی ایک فلم کے مناظر حذف کر دینے سے کام نہیں چلے گا اور نہ ہی کسی ایک چینل پر پابندی لگانا ممکن ہے، اس لیے کہ مسئلہ پانچ سو چینلوں کا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ امریکی قانون ساز ادارے اور عدالتیں تاریخی طور سے آرٹ کے سلسلہ میں آزاد خیالی کی حامی رہی ہیں۔ (نیوز ویک یکم نومبر ۱۹۹۳ء)

شہرہ آفاق رسالہ ریڈرز ڈائجسٹ نے ۱۹۶۱ء میں ایک مضمون شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا "ٹی وی، تشدد اور جرائم اور وہ جرائم جو آپ کے گھروں میں ہوتے ہیں" اس مضمون کے آغاز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آرک بشپ کا بیان دیا گیا ہے کہ ٹی وی کے ذریعہ اس بات کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ قتل ولوٹ مار معمول کے مطابق چیزیں ہیں۔ یہ بات ٹی وی عملاً لوگوں کے ذہن نشین کراتا ہے۔

ایک امریکین سرجن نے ٹی وی کے اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ ٹی وی پر تشدد کے مناظر دیکھ کر (خواہ متحرک کارٹون ہی کیوں نہ ہو) بچوں میں تشدد کے واقعات میں اضافہ ہوتا ہے جدید تحقیق سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ میڈیا میں تشدد سے سوسائٹی میں تشدد کی آبیاری ہوتی ہے۔

ایک صحافی فرانسس کا کہنا ہے کہ ٹی وی پر تشدد سوسائٹی کا پرتو ہے اور تشدد کی ہمت افزائی بھی۔

واشنگٹن یونیورسٹی کے ماہر نفسیات ڈاکٹر کارل بٹس بچوں کے پروگراموں کے اثرات کا تحلیل وتجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فلموں، ٹی وی سیریز اور فرضی وافسانوی کہانیوں اور متحرک کارٹونوں پر مشتمل پروگرام دیکھنے کا اثر بچوں پر بہت بھیانک ہوتا ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ جو ادارے ویڈیو گیمز اور متحرک کارٹون پروگرام تیار کر رہے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ پہلے ان پروگراموں سے پیدا ہونے والے منفی اثرات اور مشکلات کا حل سوچیں اور یہ بتائیں کہ ان کے مضر اثرات کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر کی تحقیق یہ ہے کہ ویڈیو گیمز اور متحرک کارٹون جیسے پروگرام دیکھنے سے بچوں کے اندر مندرجہ ذیل امراض پیدا ہوتے ہیں۔ ہتھیلی پر پسینہ چھوٹتا ہے، دردسر، متلی، مرگی کے علاوہ بدہضمی اور اعصابی تناؤ پیدا ہوتے ہیں۔ افسانوی اور فرضی پروگرام دیر تک دیکھنے سے بچوں کو اس وقت نفسیاتی اور ذہنی صدمہ اٹھانا پڑتا ہے۔ جب یہ پروگرام ختم ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت کی دنیا میں واپس آ جاتے ہیں۔

اسٹینفر ڈانسٹی ٹیوٹ کے زیر نگرانی ہونے والے متعدد میدانی سروے اور جائزے سے مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں: انسان اپنی پیدائش کے بعد سے ایک متعین طریقہ پر زندگی گزارنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ ٹھوس حقائق سے ہر دم اس کا واسطہ پڑتا ہے، لیکن جب واقعات وحقائق اور اوہام وخیالات کے درمیان تصادم ہوتا ہے تو ذہنی اور نفسیاتی طور پر بچہ کو صدمہ ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں اس کو چکر آتا ہے، حقائق سے گریز کرنے لگتا ہے، ایک بٹن دبا کر خود کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین رنگین خیالی دنیا میں پہنچا دیتا ہے، وہ پوری کوشش کرتا ہے کہ یہ خیالی دنیا اس کے لیے حقیقت بن جائے، جب عملاً ایسا نہیں ہوتا تو وہ ذہنی واعصابی کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے، جن آنکھوں سے وہ ان خیالی مناظر کو دیکھتا ہے' انہیں بھی صدمہ ہوتا ہے، اسی لیے اس کو چکر اور مرگی کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔

کنساس یونیورسٹی میں سماعت اور آواز کے ماہر استاد مائیکل نے ایک سروے میں یہ انکشاف کیا کہ چودہ مہینے کے کمسن بچے بھی اگر ٹی وی اسکرین دیکھتے ہیں تو ان مشاہدات کا اثر قبول کرتے ہیں۔ یہ بچے بڑے ہو کر سرکش، تشدد پسند اور قاتل ہوتے ہیں۔

امریکی ماہر نفسیات لیونارڈ اریی نے اپنی تحقیقات کا دائرہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۹۶ء تک بڑھا دیا۔ اس نے اپنے سروے میں اس کا اہتمام کیا کہ جو بچے ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوئے، ان کی زندگی ۱۹۹۶ء تک کیسے گزری۔ مشی گن یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹر لیونارڈ نے نیویارک میں پیدا ہونے والے چھ سو پچاس بچوں کا جائزہ لیا تو یہ نتیجہ سامنے آیا کہ ان تمام نے اس کا کھل کر اعتراف کیا کہ انہوں نے تشدد، قتل، بداخلاقی اور چوری ڈکیتی میں ٹی وی پروگراموں سے اثر قبول کیا، یا سینما کے پردے سے۔ ایسے بچے تعلیمی میدان میں ناکام رہے۔ سولہ سترہ سال تک پہنچتے پہنچتے وہ قاتل اور ڈاکو بن گئے۔ اپنی بیویوں کو انہوں نے مارا پیٹا، بدکاری کا راستہ اختیار کیا۔ اور نشہ آور اشیاء کے عادی بن گئے۔

برطانیہ کی ماہر نفسیات خاتون سوزان بیل نے برطانیہ کے قاتلوں سے جو انٹرویو لیے اور ان کی زندگی کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان قاتلوں میں سے ۴۵ فیصد تشدد سے بھری ہوئی فلمیں دیکھتے تھے۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۹۴ء میں ایک امریکی نوجوان نے ٹی وی پر ایک فلم دیکھتے ہوئے اپنی ماں، باپ، بہن اور بیوی کو قتل کر دیا۔ ایک فرانسیسی فلم دیکھ کر ایک نوجوان نے اپنے خاندان کے پانچ افراد کو کھڑے کھڑے گولی ماردی، اس فلم میں یہ الفاظ بار بار دہرائے گئے تھے کہ اگر تمہارے پاس ریوالور ہے تو ہر چیز تمہاری ملکیت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لندن کے ماہر نفسیات نے اپنے سروے سے یہ نتائج اخذ کیے کہ پندرہ سولہ کے لڑکیوں کے نفسیاتی تجزیہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ فلموں میں بے حیائی اور بداخلاقی کے مناظر کو فراموش کر جاتے ہیں، لیکن تشدد کے مناظر ان کے ذہن سے کسی طرح محو نہیں ہوتے، خوفناک مناظر دیکھ کر ان کی نیند اڑ جاتی ہے، حالانکہ وہ انہیں بھلانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ بچے تشدد سے بھرپور فلموں کو بڑی تعداد میں اور دیر تک دیکھنا پسند کرتے ہیں جن کے مضر اثرات ان کی سیرت و کردار پر پڑتے ہیں۔

برطانوی میڈیکل کے زیر اہتمام شائع ہونے والے رسالہ نے میڈیا پر الزام لگایا ہے کہ ویڈیو گیمز اور متحرک کارٹونز جیسے پروگرام دکھا کر نئی نسل کو تباہ و برباد کیا جا رہا ہے۔ ٹی وی انجینئر، پروگرام ڈائریکٹر اور مشاہدین سب اس کے شاکی ہیں کہ وہ دماغی اور اعصابی طور پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ اس وقت برطانیہ میں بچوں کے پروگراموں میں چالیس فیصد متحرک کارٹون دکھائے جاتے ہیں جن میں تشدد ہوتا ہے۔ تعلیمی پروگراموں کا تناسب اب گھٹ کر صرف سات فیصد رہ گیا ہے۔ ڈش انٹینا کے ذریعہ بچوں کے جو پروگرام پوری دنیا میں نشر کیے جاتے ہیں ان میں متحرک کارٹونوں کے پروگرام کا تناسب 70 فیصد تک پہنچ گیا ہے۔

مندرجہ بالا سروؤں سے الگ ایک نئے انداز کا سروے ایک امریکی شہری بل میکن نے ٹی وی پروگراموں کا کیا، اور اس کو ''قتل وقت'' کا نام دیا۔

اس محقق نے ریاست ورجینیا کے ایک شہر کو اس کے لیے منتخب کیا جہاں ایک سو چینلز پر ہر طرح کے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ بل نے طے کیا کہ ٹیلی کاسٹ ہونے والے تمام پروگرام چوبیس گھنٹے تک دیکھے گا، چنانچہ اس نے چوبیس گھنٹے سو چینلوں پر ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام کو ویڈیو کیسٹ پر ٹیپ کر لیا۔ اس کے بعد ان تمام پروگراموں کو یکے بعد دیگرے دیکھنا شروع کیا جو دو ہزار گھنٹے پر مشتمل تھے۔ آخر میں وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ ٹی وی سے صرف تفریح ہوتی ہے۔ جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اس سے علم یا معلومات میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوتا۔ اس محقق نے امریکی ماہر نفسیات ڈاکٹر بلومر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امریکی فلموں نے پوری دنیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں عام طور پر جنسی خواہشات ابھارنے میں بڑا بنیادی کردار کیا ہے۔ اس لئے کہ 99 فیصد امریکی فلموں میں جنس کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ نوجوان لڑکے، لڑکیاں ان فلموں سے جنسی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ منشیات کے استعمال، چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت گری اور بداخلاقی کی تعلیم ان فلموں سے ملتی ہے۔

کولمبیا یونیورسٹی کے ماہر نفسیات ڈاکٹر اسٹیفن نے کہا ہے کہ جیلوں کو جرائم کی یونیورسٹی قرار دیا جاتا ہے لیکن فی الحال تو ٹی وی جرائم سکھانے کا ابتدائی اسکول ہے جہاں مجرموں کو بڑی فنکاری اور منصوبہ بندی سے تیار کیا جاتا ہے۔

آسٹریلیا کے محققین کے مطابق ٹی وی سے نکلنے والی تابکار شعاعیں دماغ کے نظام عمل کو متاثر کرتی ہیں۔ بچوں کا دماغ ٹی وی کی تابکار شعاعوں کو برداشت نہیں کر سکتا اور جب ایک بار دماغ ماؤف ہو جاتا ہے تو پھر نگاہیں ٹی وی کے پردے پر لگ جاتی ہیں۔ اس طرح بچہ ٹی وی دیکھتے وقت گویا محصور ہو جاتا ہے اور ٹی وی دیکھتا رہتا ہے چاہے کوئی پروگرام آ رہا ہو۔

ٹی وی کے اثرات ہندوستانی ماہرین کی نظر میں

ڈاکٹر نینا دوہرا کی تحقیق کے مطابق ٹی وی دیکھتے وقت دماغ کے وہ سیل جو روشنی سے اثر پذیر ہوتے ہیں بہت تیزی سے کام کرنے لگتے ہیں۔ جس سے دماغ کے سالمیاتی توازن میں غیر معمولی تبدیلی ہونے لگتی ہے۔ اور ذہنی توانائی درہم برہم ہو جاتی ہے۔ دماغ میں غیر معمولی سرعت سے سالمیاتی مادہ گردش کرنے لگتا ہے جو مرگی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ایسے مرض کا پتہ بڑی مشکل سے لگتا ہے۔ کیونکہ اس میں منہ سے جھاگ نہیں نکلتا۔ لوگ اس سے بروقت واقف نہیں ہوتے، بعد میں چل کر یہ ناقابل علاج ہو جاتا ہے۔

دماغی اور نفسیاتی اور اعصابی امراض کے ماہرین ڈاکٹر نینا دوہرا، ڈاکٹر منور نجن سہائے، ڈاکٹر کمار دوہرا، لیفٹیننٹ کرنل سی۔ ایم۔ سی سری واستو اور ڈاکٹر ستیش اگروال کی ٹیم نے ہندوستانی بچوں پر ٹی وی کے اثرات کے متعلق جو سروے کیا ہے اس میں وہ اس بات پر متفق ہیں

www.KitaboSunnat.com

کہ بہت دیر تک اور نزدیک سے ٹی وی دیکھنے سے بچوں میں مرگی اور موٹاپا جیسے اعصابی امراض اور جسمانی عوارض پیدا ہوتے ہیں، ان ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ ٹی وی پر دکھائے جانے والے مناظر بچوں کے ذہن میں گہرائی سے گھر لیتے ہیں جس کا اثر کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔ بچے بغیر کسی استدلال کے ٹی وی کے پیغامات اور مناظر صحیح سمجھ کر ان کی نقل کرتے ہیں اور تشدد کے مناظر دیکھ اپنے طور پر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ طاقت میں حق ہے۔ یہ پیغام نمایاں طور پر کارٹونوں کے ایکشن میں ملتا ہے جنہوں نے ان زندہ تماشوں کی جگہ لے لی ہے جو بچوں کو پہلے دکھائے جاتے تھے۔ امریکی سروے کے مطابق آج کل نوجوانوں کی بہ نسبت بچوں کو تشدد کے مناظر 25 فیصدی زیادہ دکھائے جاتے ہیں۔ یعنی تشدد کی شرح 25 واقعات فی گھنٹہ۔ اس لیے تشدد اور جنسی عمل میں بچے بہت تیز ہوتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذرائع ابلاغ کا علمی وفنی تجزیہ

یہ سوال عرصہ ہوا خارج از بحث ہو چکا ہے کہ ذرائع ابلاغ (میڈیا) عوام الناس کی زندگی پر اثر انداز ہو سکتے ہیں، یا نہیں، اس قضیہ کے نظریاتی مسائل اب نظریات سے بڑھ کر عملی میدانوں میں داخل ہو چکے ہیں، اس لیے کہ واقعات ومشاہدات اور نتائج کو دیکھ کر اب اس قضیہ پر بحث ومناقشہ ہو رہا ہے کہ عوام پر میڈیا کے اثرات کس حد تک ہو رہے ہیں، اس تاثیر کی نوعیت اور گہرائی سے متعلق سوالات ہو رہے ہیں، جو اس بات کی واضح دلیل ہیں اور ایک اعتبار سے ضمنی اعتراف ہے کہ میڈیا کے گہرے اور دور رس اثرات ہوا کرتے ہیں، اس دور کو ہم میڈیا کے ایسے دور سے تعبیر کر سکتے ہیں، جس میں قوموں کو اسلحہ اور فوجوں کے ذریعے قتل کرنے کے بجائے میڈیا کے ذریعے قتل کیا جا رہا ہے، اس ثقافتی اور تہذیبی اور نفسیاتی جنگ کی منصوبہ بندی صحافت، ریڈیو، اور ٹی وی کے ماہرین کرتے ہیں، نہ کہ فوجی ماہرین، آج کی دنیا میں برتری اور غلبہ اسی کو حاصل ہے جس کے پلڑے میں پروپیگنڈہ کا وزن ہے، ایسا وزن جس کے مقابلہ میں اعلیٰ اخلاقی وثقافتی اور تہذیبی وسیاسی قدروں اور خوبیوں اور افضل ترین آراء وافکار کی ادنیٰ اہمیت اور ذرہ برابر قیمت نہیں، اب تعلیم یافتہ انسان بھی کسی چیز کی اہمیت اور قدر وقیمت کا اندازہ پروپیگنڈہ اور اشتہار کی بدولت کرتے ہیں، اس کو پروپیگنڈہ یا میڈیا کا کمال بھی کہا جائے گا کہ پروپیگنڈہ کے ماہرین نے لوگوں کی نگاہوں میں قائد ورہنما اور مخلص وخیر خواہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے، حالانکہ اس حقیقت سے سب ہی واقف ہیں کہ اس پروپیگنڈہ کے پس پردہ بڑی بڑی حکومتیں اور انکی سیاسی واقتصادی مصلحتیں ہیں جو میڈیا کے ماہرین کے ذریعہ متعین مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے پلاننگ کراتی ہیں، یا میڈیا کے ماہرین کو انہوں نے ہراول دستہ کی صورت دیدی ہے۔ اسکا نتیجہ لازمی طور پر یہ سامنے آتا ہے کہ نہ صرف سیاسی واقتصادی زندگی بلکہ خود انسانی زندگی بھی میڈیا کے تابع ہو کر رہ گئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماجی زندگی اور رابطہ عامہ کے ماہرین کو میڈیا کے غیر معمولی گہرے اور ہمہ گیر اثرات پر اتنا بھروسہ ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں' اپنے متعین مقاصد و اغراض کو حاصل کرنے کے لیے کسی ملک و قوم کی اخلاقی و سیاسی قدروں کو تہ و بالا کر دیتے ہیں، وہ جب ایسا اقدام کرتے ہیں تو انہیں اس کی بجا طور پر توقع ہوتی ہے کہ ان ملکوں اور قوموں کے لوگ ان کے پھیلائے ہوئے دام تزویر میں پھنس جائیں گے، اس لئے کہ ان کے پاس میڈیا کی غیر معمولی طاقت اور اس کے گہرے اثرات کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں، نہ تو ذرائع ابلاغ کی بھاری بھرکم طاقت ہے، اور نہ ہی فنی اور تکنیکی صلاحیت اور منصوبہ بندی ہے کہ وہ اس پروپیگنڈہ کا توڑ کر سکیں۔

میڈیا کی رہنمائی اور اس کے دباؤ سے، جس سے اجتماعی زندگی کی تعمیر و تشکیل ہوتی ہے' وہ عام طور پر پروپیگنڈے کے اندر موجود رجحان اور منصوبہ کے مطابق ہوتی ہے، اس میں جو اخلاقی قدریں پیش کی جاتی ہیں' وہ بھی اس سے ہم آہنگ ہوتی ہیں، کبھی اس کے برعکس اجتماعی زندگی اور اخلاقی قدروں سے ٹکراتی ہیں یا کم از کم اعلیٰ اخلاقی قدروں اور اجتماعی زندگی کی صورت کو وہ مسخ کر کے رکھ دیتی ہیں، میڈیا کے اندر اس کی پوری صلاحیت موجود ہے کہ وہ حقائق کو بدل کر رکھ دے، پھر جب یہ حقائق تبدیل ہوتے ہیں تو اس طرح کہ انہیں ایسے ناقابل تردید حقائق سمجھ کر قبول کر لیا جاتا ہے جن کے بارے میں کوئی بحث و مناقشہ ممکن نہیں، اور جو وحی کا درجہ رکھتے ہیں، میڈیا کی اس شہنشاہیت کا پورا نظام ''ون دے ٹریفک'' کے اصول پر چلتا ہے جس میں ''جمہور'' یا بقول اکبر الہ آبادی ''جمعوں'' کو اپنی کہنے اور مؤثر ڈھنگ سے پہنچانے کا کوئی حق نہیں، یعنی میڈیا یہ اعلان کرے کہ آپ صحت مند ہیں تو ہزاروں بیماریوں اور ایڈز کا مجموعہ ہوتے ہوئے بھی آپ صحتمند اور پہلوان ہیں، میڈیا کی اس نفسیات کو قدیم زمانہ کی اس کہانی میں بڑی خوبی سے بیان کیا گیا ہے، وہ کہانی یہ ہے کہ ایک راہب نے کہیں سے ایک بکرا خریدا، راستہ میں عیاروں اور شاطروں کی ایک جماعت نے فوری طور پر ایک منصوبہ بنایا تا کہ اس بھولے بھالے جمن کی آنکھوں میں دھول جھونک کر وہ بکرا حاصل کر لیں، پروگرام کے مطابق ایک شاطر نے مسکین صورت بنا کر جمن سے کہا کہ یہ کتا آپ نے کتنے میں خریدا؟ کیا گھر کی دیکھ بھال کے لیے آپ یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتا لیے جا رہے ہیں؟ اس بیچارے جمن نے تردید کی کہ یہ کتا نہیں بکرا ہے، تھوڑی دیر میں دوسرا عیار انتہائی مخلص اور عقیدت مند کی شکل میں سامنے آیا، اس نے زیادہ پر از اعتماد لہجہ میں جمن سے کہا کہ یہ کتا تو بڑا خوبصورت اور اچھی نسل کا ہے، یہ گھر کی رکھوالی کے لیے موزوں رہے گا، تیسرے اور چوتھے شاطر نے بھی یہی بات اسلوب بدل بدل کر کہی، اب تو بیچارے جمن کو یقین ہو گیا کہ یہ بکرا نہیں کتا ہے، اور اس کے ہاتھ جس نے فروخت کیا ہے، اس نے بکرے کے بجائے کتا فروخت کیا ہے، جمن اس مسلسل پروپیگنڈہ کے جال میں پھنس گیا اور بکرے کو کتا سمجھ کر چھوڑ بھاگ کھڑا ہوا، اس کہانی کو دور جدید کے ایک شاطر گوئبلز نے اس طرح ادا کیا کہ اتنی بار جھوٹ بولو کہ وہ سچ ہو جائے، آج کے میڈیا اور قدیم دور کے شاطروں اور عیاروں میں کوئی فرق اگر ہے تو صرف یہ ہے کہ اس وقت ایک جمن اپنے بکرے سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا جبکہ آج قومیں اور ممالک اپنے عقائد، تہذیب، معاشرت اور تاریخ اور قیمتی اخلاقی قدروں سے ہاتھ دھو رہے ہیں، اور بڑی خوشی سے اپنے تاریخی اور قومی ورثہ سے دستبردار ہو رہے ہیں۔

انسانی زندگی پر میڈیا کے اثرات کے مختلف پہلو ہیں، اس سب کا احاطہ ممکن نہیں، یہاں صرف چند اہم پہلوؤں کی طرف اجمالی طور سے اشارہ کیا جا رہا ہے۔

آج کے دور جدید میں میڈیا نے ایک انسان کے لیے ایسے ثقافتی ادارہ کی حیثیت حاصل کر لی ہے جس کے بغیر زندگی کا سفر ممکن نہیں، اجتماعی زندگی کے دونوں عنصر، مرد و عورت۔ اسی میڈیا سے معلومات و تجربات حاصل کرتے ہیں، اور اس کے فراہم کردہ توشہ کو اپنی غذا بناتے ہیں، بالفاظ دیگر انسانی زندگی سے کتابوں اور علمی مراجع و مصادر کی وہ اہمیت ختم ہو کر رہ گئی ہے جو بیسویں صدی کے آغاز میں کتابوں کی طباعت اور نشر و اشاعت کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی، علمی و تحقیقی معلومات کے قابل اعتماد سرچشموں کی طرف رجوع کرنے اور براہ راست ان سے استفادہ کرنے کے بجائے میڈیا کے ذریعہ پیش کی جانے والی ہلکی پھلکی معلومات پر لوگ زیادہ بھروسہ کرنے لگے ہیں، اس کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ میڈیا سے استفادہ کرنے والوں کے افکار و خیالات، عادات و اطوار، رجحانات اور ثقافت و تہذیب، طرز عمل اور سلوک میں یکسانیت پائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے، اور وہ سب ایک ایسے قالب میں ڈھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جس کا سانچہ میڈیا نے تیار کیا ہے، یہ لوگ بذات خود نہ تو خیر محض ہیں، اور نہ ہی خالص شر ہی شر ہیں، سب لوگ یکساں کیسے ہوسکتے ہیں کہ ان کے پیدا کرنے والے نے انسانوں کو مختلف صلاحیتوں اور عقلوں اور درجات وطبقات کی شکل میں بنایا ہے، انسانی سماج کو ایسے چمن سے تشبیہ دی جاتی ہے جس میں رنگ برنگ کے پھول کھلتے ہیں، ان ہی سے چمن کی بہار اور زیب وزینت ہوا کرتی ہے، اگر انسانی سماج بھی ایک کتاب کی طرح ہو جائے تو پھر انسانی عقلوں اور صلاحیتوں، وعظ ونصیحت اور علم وثقافت کا کیا فائدہ۔

آج کا میڈیا لوگوں کے سامنے زندگی سے متعلق جو حقائق پیش کرتا ہے' ان پر لوگ غیر معمولی اعتماد اور یقین کرتے ہیں، وہ ہلکی پھلکی معلومات اور وقتی وعارضی چیزوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں، ایسے دور میں جو تخصص کا دور کہا جاتا ہے' لوگ اصل مصادر ومراجع کی طرف رجوع نہیں کرتے، سوال یہ ہے کہ کیا علمی تخصص کے اس دور میں متفرق معلومات اور وقتی چیزیں ہمارے لیے مفید اور کار آمد ثابت ہوسکتی ہیں، جبکہ ہر علم کی سینکڑوں شاخیں اور جزئیات ہوگئی ہیں، اور ہر موضوع پر ایک کتب خانہ تیار ہو گیا ہے، اس سے پریشان ہو کر بڑے بڑے ملکوں نے معلوماتی بینک قائم کر دیئے ہیں، تو کیا ان معلوماتی بینکوں کی موجودگی میں اب لائبریریوں اور تحقیقاتی مراکز میں جانے کی ضرورت باقی نہیں رہی، پھر ہم قدیم علوم سے کیسے فائدہ اٹھا سکیں گے۔

میڈیا اور قومی ترقیات کے درمیان اس دور میں چولی دامن کا ساتھ ہے، جیسا کہ یونیسکو کے زیر اہتمام ایشیائی اخبارات کے ایڈیٹروں کی دوسری گول میز کانفرنس کی منظور شدہ تجاویز اور قرارداد سے ظاہر ہوتا ہے، اس کانفرنس نے اپنی تجاویز میں کہا تھا ''قومی ترقیات کے منصوبہ کی کامیابی کا سارا انحصار قومی شعور پر ہے، اور یہ بھی اس وقت ممکن ہے جبکہ میڈیا کا اسے بھرپور تعاون حاصل ہو''۔

یہ تجویز گویا اس بات کا اعتراف ہے کہ میڈیا کے بغیر قومی ترقیاتی منصوبے کامیاب نہیں ہوسکتے، اس لیے کہ دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی اقتصادی اور سماجی ترقی کے پروگرام بنائے جائیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے وہاں مادی اور معنوی جدوجہد کی ضرورت ہوگی۔ظاہری جدوجہد میں ترقیاتی منصوبوں کی تیاری میں حکومت اور ماہرین فن کی محنت وکوشش تاکہ صنعتی اور زرعی وتعمیری پروگرام بنا کر قومی امنگوں اور آرزوؤں کی تکمیل کی جائے لیکن یہ قومی ترقیاتی منصوبے خواہ کتنی محنت اور فنی ماہرین کی جانفشانیوں سے تیار کیے جائیں، جب تک میڈیا کے ذریعہ قومی شعور کو بیدار نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک قومی پیمانے پر ان منصوبوں کی کامیابی ناممکن ہوگی۔

میڈیا کی غیر معمولی تاثیر ونفوذ اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات کا اندازہ ان اشتہارات اور اعلانات سے لگایا جاسکتا ہے جو غیر معمولی فنی مہارت سے عوامی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر تیار کیے جاتے ہیں، چونکہ میڈیا کے اعلانات اور اشتہارات خود ان کے وجود اور صنعت کاروں کے لیے زبردست مالی منفعت کا ذریعہ ہیں، اس لیے اس پہلو پر پروپیگنڈہ ماہرین نے غیر معمولی توجہ دی ہے، میڈیا کے اشتہارات نے زندگی کے معیار اور پیمانے بدل ڈالے ہیں، پورا معاشرہ ضروری اور غیر ضروری مصنوعات کی خریداری کے بخار میں اس طرح مبتلا ہوگیا ہے کہ کہ اسے ان مصنوعات کی نوعیت، معیار اور اچھی بری کی بھی تمیز کرنے کا ہوش نہیں ہے، بالفاظ دیگر ہمارے معاشرہ پر ایک طرح سے مسمریزم کا عمل کردیا گیا ہے، یا ایک کشش کا وہ شکار ہوکر رہ گیا ہے، جس میں اس کے ارادہ کا کوئی دخل نہیں، معاشرہ کے ہر فرد کی صلاحیتِ کار اور عقل وتمیز کی قوت شل ہوچکی ہے، غالباً اسی غیر معمولی تاثیر کے پیش نظر میڈیا کو اس دور کی منشیات اور افیون سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دور جدید کے تمدن نے آج کے انسانوں کو معاشرہ سے کاٹ کر الگ تھلگ کردیا ہے، ہمارے معاشرہ کا ہر فرد اپنے افکار وخیالات، مشکلات ومسائل اور بحران کی وجہ سے ایک دوسرے سے بیگانہ اور اجنبی بن کر رہ گیا ہے، اس لئے کہ اس کے اردگرد جتنے لوگ ہیں وہ سب اسی جیسے ماحول میں سانسیں لے رہے ہیں، ایسی صورت میں میڈیا کے اشتہارات واعلانات کی اثر انگیزی نقطہ عروج پر پہنچ جاتی ہے، پھر تو ہر شخص مسحور اور مسمریزم کا شکار آسانی سے ہوجاتا ہے' اس لیے کہ اس نے میڈیا کا نشہ آور انجکشن لیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''ذرائع ابلاغ کا وضاحتی نقشہ''

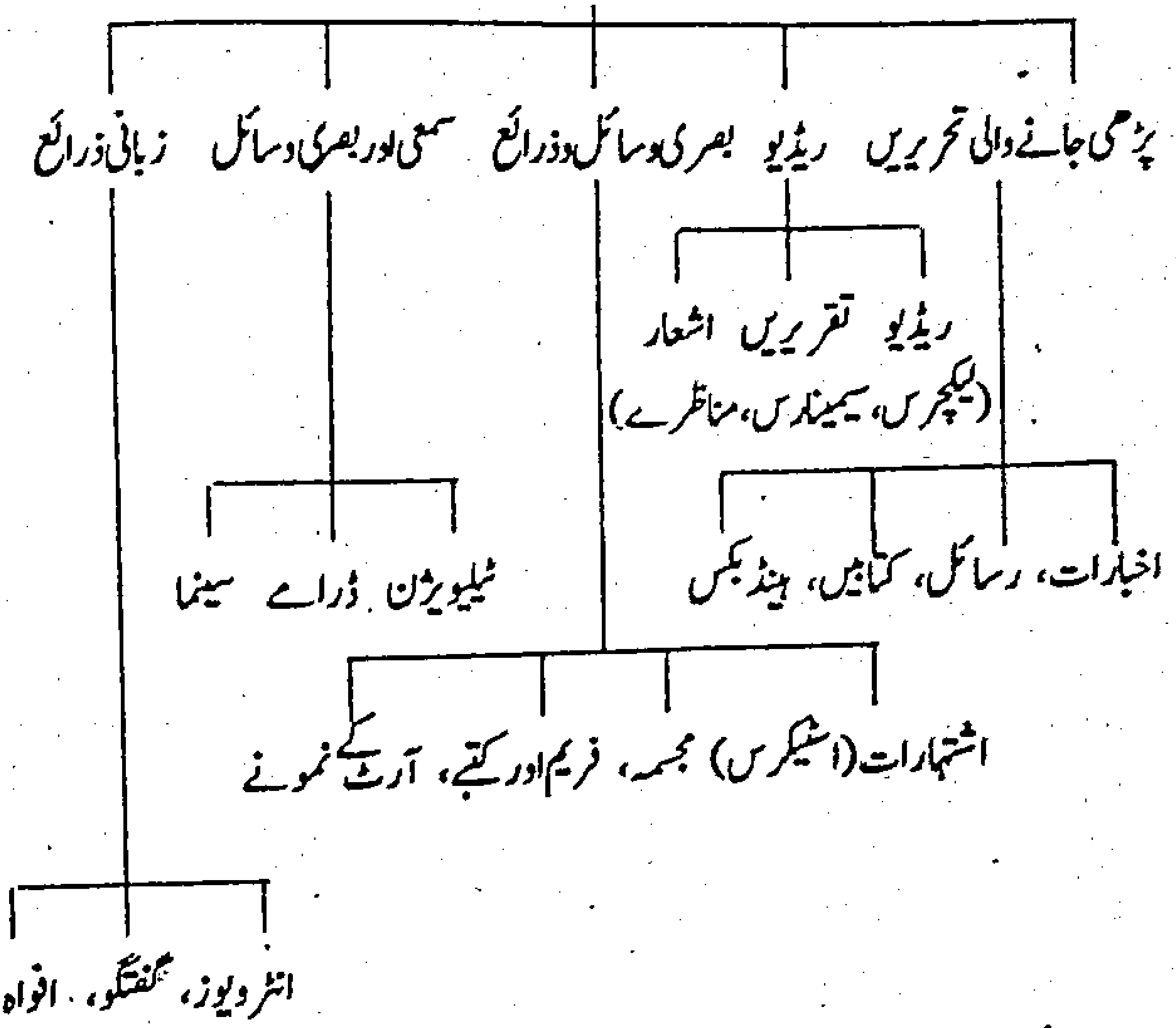

دماغی غسل

برین واشنگ یا دماغی تطہیر پر ماہرین نے جو کتابیں لکھی ہیں' ان میں گستاؤلی بان کی کتاب ''سائیکالوجی گیدرنگ'' بھی ہے، جس میں اس نے انسانی مجمع کی نفسیات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''انسان خواہ کتنا ہی مہذب اور باشعور و تعلیم یافتہ ہو، اگر وہ کسی گروپ یا مجمع کے ساتھ رہے گا تو وہ مجمع ہی کی نفسیات اور اسکی کیفیت کے تابع بن کر رہے گا، اچھے خاصے معقول اور بااخلاق لوگ بھی مجمع کے پیچھے جذباتی انداز میں بھاگنے لگتے ہیں، دوسروں کو وہ جو کچھ کرتے دیکھتے ہیں، وہ وحشیانہ انداز میں بغیر سوچے سمجھے کرنے لگتے ہیں، گویا ان پر مسمریزم کا عمل کردیا گیا ہے۔

فرائڈ جیسے ماہر نفسیات نے بھی مجمع کی نفسیاتی کیفیت کی تصویر کشی اور اسکی تحلیل و تجزیہ کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ ایسے رہنما کی ضرورت ہوتی ہے جو پورے مجمع کو مسحور کردے۔

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں مصنفین کے بعد سینکڑوں ماہرین نفسیات نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں، اس حد تک تحقیقاتی کام ہوئے کہ دماغی غسل کے موضوع پر ماہرین نفسیات میں دو مکتب فکر ہو گئے، ایک مکتب فکر جس کا تعلق انگلستان سے تھا اس نے انسانی تعلقات کی نفسیات کا مطالعہ کیا، دوسرے مکتب فکر نے، جس کا مرکز فرینکفرٹ تھا، اس نے سماجی نفسیات پر اپنی توجہ مرکوز کر دی۔ اس نے دماغی غسل کے وسائل اور ذرائع کا مطالعہ اور تجزیہ کیا، اور ان کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی، مثال کے طور پر پرنسٹن پلان کے تحت اس مکتب فکر نے ریڈیو کے اثرات کا جائزہ لے جو نتائج نکالے وہ آج ٹیلیویژن کے پروگرام تیار کرنے والے ماہرین کے کام آرہے ہیں، پہلی عالمی جنگ میں برطانیہ اور جرمنی دونوں نے ماہرین نفسیات کی خدمات حاصل کر کے ریڈیو کے ذریعہ زبردست نفسیاتی جنگ ایک دوسرے کے خلاف لڑی، اس گروپ کے اخذ کردہ نتائج سے استفادہ کر کے عملی پروگرام کی شکل دے دی۔

دماغی تطہیر کا عام طور پر سارا دارومدار اس بات پر ہوتا ہے کہ فرد کی نفسیات کو مسلسل کشمکش اور اضطرابی کیفیت میں مبتلا رکھا جائے، اس حد تک کہ وہ اظہار کرب کے راستے تلاش کرنے پر مجبور ہو جائے، یا پھر مضطرب اور پریشان کن فضا کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے لئے خود کو تیار کرلے، لیکن جب نفسیاتی کشمکش کا ماحول مسلسل ہو اور اضطرابی کیفیت ہر لحہ اس پر مسلط ہو تو ایسی صورت میں یہ فرد اپنے ماحول کے ساتھ مثبت طور پر ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے، اور وہ خود کو ایسی صورتیں اختیار کرنے پر مجبور پاتا ہے جو اس کی شخصیت اور کردار کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیں، پھر وہ حیوانات سے بھی نیچے کی سطح پر آجاتا ہے جہاں اخلاقی قدریں بڑی بے دردی سے پامال کر دی جاتی ہیں، بشرطیکہ دماغی تطہیر کا پروگرام منظم طریقہ سے نافذ کیا جائے، انسانی نفسیات کو کشمکش اور اضطراب میں مبتلا کرنے کے ایسے طریقے استعمال کئے جائیں جو منصوبہ بند ہوں، اس کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ ایسی فضا بنا دی جائے کہ بار بار وہی منظر اس کے سامنے آئے اور ایک طویل عرصے تک منصوبہ بندی کے ساتھ طرز بدل کے اس کے دل و دماغ اور جذبات پر ان کو حاوی کر دیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریڈیو کی ایجاد کے بعد برین واشنگ کے ماہرین نے قوموں اور ملکوں کے دماغوں کی ڈھلائی کا موقع غنیمت جانا، چنانچہ پرنسٹن پلان کے تحت ریڈیو کے انفرادی واجتماعی اثرات کا مطالعہ وجائزہ لیا گیا، اس تجزیہ کے مطابق یہ حقیقت سامنے آئی کہ سامعین خبروں یا کسی تجویز اور فنی چیزوں کو قبول کرنے میں موضوع اور اس کے مضامین سے قطع نظر اس بات سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں کہ ان خبروں کے اعادہ وتکرار اور ان کو پیش کرتے وقت لب ولہجہ کا انداز اور اسلوب کیسا رہتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ اگر معمولی خبر کو طاقتور اور موثر لب ولہجہ میں پڑھا جاتا ہے، تو سامعین اس خبر سے بہت زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں لیکن اگر ہزاروں انسانوں کے قتل عام کی خبر کو ٹھنڈے لب ولہجہ اور غیر موثر ڈھنگ سے پڑھا جاتا ہے تو لوگ قطعاً متاثر نہیں ہوتے۔ جب ٹیلی ویژن کا دور آیا تو برین واشنگ کرنے والے ماہرین کو وہ ہتھیار مل گیا جس کا انہوں نے خواب بھی نہیں دیکھا ہوگا، چنانچہ ٹی وی کے اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے برین واشنگ کے ایک ماہر تھیوڈر ایڈورڈ نے کہا کہ ٹیلی ویژن کی صورت میں انسانی دل ودماغ اور جذبات پر مکمل کنٹرول کرنے کا ایک زبردست وسیلہ ہمارے ہاتھ آگیا ہے جس کا ہم خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

ٹیلی ویژن کی بنیادی اور غیر معمولی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آواز اور تصویر دونوں کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ اس سے نفسیاتی کشمکش اور مضطرب فضا کو تیار کرنے کا سب سے بہترین کام لیا جاسکتا ہے، اور اسکے ازالے کی بہترین تدبیر بھی اس سے ہوسکتی ہے۔ ٹیلی ویژن آپ کے سامنے ایسی چیز پیش کرتا ہے کہ آپ چاہیں یا نہ چاہیں، ان کو پسند کرنے پر خود کو مجبور پائیں گے، وہ اس انداز سے پیش کرے گا گویا اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں، اس طرح کہ آپ کے قوائے فکریہ کو معطل کر کے رکھ دے گا، ایسی فضا میں آپ عقل کی بجائے اپنے اندر مشتعل جنسی جذبات وخواہشات کو بھڑکتا ہوا پائیں گے، بچگانہ جذبات واحساسات اپنے اندر موجزن پائیں گے، آپ کو احساس ہوگا کہ ہر شخص یہی سوچ رہا ہے، ہر شخص یہی کہہ رہا ہے، اور یہی کر رہا ہے، متدریجی طور پر پسندیدہ چیزیں آپ کے سامنے پیش کی جائیں گی، خبروں کو اس ڈھنگ سے پیش کیا جائے گا گویا یہ رائے عامہ ہے، مثلاً خبروں کو مختلف ٹی وی اسٹیشنوں سے تقریباً یکساں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقے سے پیش کیا جاتا ہے، اس طرح کہ سب سے پہلے ملکی، پھر عالمی خبریں ہوتی ہیں، پھر خصوصی رپورٹ نمائندوں کی ہوتی ہیں، ان کے بعد آرٹ، ادب اور کھیل وتفریح سے متعلق خبریں پیش کی جاتی ہیں، لیکن ان تمام خبروں میں بڑی مہارت اور فنکاری سے پروپیگنڈہ کی روح جاری وساری رہتی ہے، ہر لفظ اور جملہ کا انتخاب ایسا ہوتا ہے جو مشاہدین اور سامعین کے دل ودماغ پر دیرپا اثرات چھوڑے، ان فقروں کے لیے بھی محدود لمحے اور منٹ مقرر ہوتے ہیں۔

برین واشنگ کرنے والے ماہرین جب خبریں مرتب کرتے ہیں، تو ان کے پیش نظر وہ بنیادی مقصد ہوتا ہے جس کو کسی حال میں بھی وہ نظر انداز نہیں کرتے، ہر ہر لفظ اور ہر تصویر کا زاویہ اپنے اندر اور باہر پیغام رکھتا ہے، عام طور پر عالمی خبروں کو اس زاویہ سے پیش کیا جاتا ہے جیسا دماغی غسل کے ماہرین کی مرضی ہوتی ہے، دنیا کی ایسی تصویر جو کشمکش واضطراب سے اور پریشان کن مناظر سے بھری ہوئی ہے، جس کے دیکھنے سے اعصابی تناؤ میں اضافہ ہوتا ہے، ٹی وی کی ہر تصویر تیس سیکنڈ سے زیادہ نہیں رہتی، مثلاً ایک منظر میں کسی بچے کو گھر کی چھت سے گرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے، کسی قاتل کا پیچھا کرتے ہوئے پولیس کو دکھایا جاتا ہے، اس کے ساتھ جرائم کے واقعات میں خون بہتے اور لوگوں کو روتے دکھایا جاتا ہے، بڑی عمارتوں میں آتش زدگی کے ہولناک مناظر دکھائے جاتے ہیں، موٹروں کے حوادث، جنگ اور قحط وبھک مری کے مناظر میں بیشتر مناظر اور خبروں کی تفصیل نہیں دی جاتی کہ لوگوں کے لئے ان کا یاد کرنا مشکل ہو جائے، بلکہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ مشاہدین اور سامعین دونوں ہی خبروں کی تفصیلات کو نظر انداز کر کے صرف یہ تاثر لیتے ہیں کہ قتل ہوا، یا بڑی بھیانک آتش زدگی کا واقعہ پیش آیا، ان خبروں کے بعد اقتصادی خبریں ہوتی ہیں، جن میں ڈالر اور سونے کے بھاؤ ہوتے ہیں، ان خبروں سے بھی اعصابی تناؤ کا ہونا فطری ہے، پھر ایسی خبریں پیش کی جاتی ہیں جو اعصابی تناؤ کو کم کرتی ہیں، مثلاً گھٹیا درجے کی جنسی کہانیاں، عصمت دری کی خبریں، فلمی اداکاروں کے عشق وعاشقی کے واقعات نمک مرچ لگا کر پیش کرنا اسی طرح فیشن شو کے عریاں مناظر وغیرہ۔

پھر ٹیلی ویژن اپنے مقصد کو پیش نظر رکھ کر ان سیاستدانوں کے اقوال اور اخباری بیانات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کرتا ہے جو اس کے نقطہ نظر کی تائید کریں، ٹیلی ویژن ان خبروں کو اہمیت دے گا اور بتائے گا کہ یہ خبر کس درجہ قابل توجہ اور غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ لاکھوں مشاہدین نے ان مصور خبروں کو دیکھا جو مغربی میڈیا نے اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کی تھیں۔

دماغی تطہیر کے ایک ماہر فریڈرک ایمرے نے ٹیلی ویژن کی تصویروں کے گہرے اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ اس درجہ موثر اور سحر انگیز ہوتی ہیں کہ مشاہد کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کر لیتی ہیں، ٹیلی ویژن خاص طور سے آنکھوں اور دماغوں کو غیر معمولی حد تک متاثر کرتا ہے، اس طرح کہ آنکھ...... آواز اور تصویر اور سابقہ معلومات کے درمیان ربط و ہم آہنگی کا کام بڑی تیزی سے انجام دیتی ہے، ایسی صورت میں دماغ، جس کا کام واقعات کا تجزیہ و تحلیل اور خبروں اور تصویروں کو مسلسل دیکھنا اور نتائج نکالنا ہے، اپنا کام اس لیے انجام دینے سے قاصر رہتا ہے کہ ہر لحظہ مناظر بدلتے رہتے ہیں، اس لیے وہ تیزی سے بدلتے ہوئے مناظر و مشاہدات کا تحلیل و تجزیہ کسی صورت میں کرنے کے قابل نہیں رہتا، اس لئے کہ ایسی صورت میں دماغ کے خلئے تیزی سے بدلتے مناظر کو کسی تجزیہ اور کسی نتیجہ تک پہنچے بغیر ہی جوں کے توں قبول کر لیتے ہیں، بالفاظ دیگر مشاہدین مقناطیسی عمل کا شکار ہو جاتے ہیں۔

فریڈرک ایمرے کم عمر بچوں کے دل و دماغ اور اعصاب پر ٹیلی ویژن کے اثرات کا تحلیل و تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایسے بچوں کے لیے جو ٹی وی پروگرام تیار کیے جاتے ہیں، وہ سادہ انداز میں اعادہ و تکرار کی بدولت تدریجی طور پر انسانی اعصاب کو مکمل طور پر بند کر دیتے ہیں، یا تھوڈرا ایڈورڈ کے الفاظ میں میڈیا کے ذریعہ لوگوں کو عقلی پسماندگی پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ بالغ اور مہذب انسانوں کو آسانی سے بچوں کی سطح پر لایا جا سکتا ہے۔ ٹیلی ویژن ایسا ماحول اور ایسی فضا تیار کرتا ہے جس میں جذبات کو مشتعل اور متحرک کرنے میں عقل سے بہت کم کام لیا جاتا ہے، دماغی غسل کا سب سے کامیاب اور موثر بلکہ آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کو جنسی ماحول اور فضا سے مربوط کر دیا جائے، اور ایسی کیفیت پیدا کر دی جائے کہ اگر وہ سراب کی طرح ہو لیکن انسان اس کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنے پر مجبور ہو جائے، مغربی فلموں میں بچپن کے ماحول کو اس طرح پیش کیا جاتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جیسے وہ بہت اچھے اور خوشگوار دن تھے، مثلاً چھٹی دہائی میں بچپن سے متعلق ایک فلم پوری دنیا میں دکھائی گئی جس میں بچپن کے دور کو ایک مراہق کے نقطہ نظر سے دکھایا گیا تھا، کہ وہ نوجوان کس طرح پڑوس کی لڑکی سے تعارف حاصل کرتا ہے، اور کس طرح دونوں جذبات کے دھارے میں بہنے لگتے ہیں، ساتویں دہائی میں ایسی فلم دکھائی جاتی ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ پانچویں دہائی میں کس قسم کے نوجوان ہوا کرتے تھے، اس طرح ستر سال کے انسانوں کے اندر بیس سال کے نوجوانوں کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

رائے عامہ

دینی اور اخلاقی قدروں کی عدم موجودگی میں واقعات اور حقائق کو پرکھنے کا ذریعہ رائے عامہ یا اکثریت کا رجحان ہی قرار پاتا ہے، ایک ماہر نفسیات رائے عامہ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''ہمارا گمان عام طور پر یہ ہوا کرتا ہے کہ ہم اپنی رائے بذات خود قائم کرتے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس یہ ہے کہ ہم یہ فرض کر کے اپنی رائے قائم کرتے ہیں، کہ رائے عامہ ہمارے تصرفات اور آراء کی تائید کرے گی، ہماری فطرت کے اندر یہ بات داخل ہے۔

خبریں علم و معلومات کے لیے نہیں ہوتیں وہ تو دماغی غسل دینے والوں کے تصورات کے مطابق دماغ کے اندر موجود تصویروں کو دوسروں تک پہنچانے کا نام ہے، اس کو وہ رائے عامہ سے تعبیر کرتے ہیں، اس کی تکمیل وہ اس طرح کرتے ہیں کہ متعین تصویروں کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، اس کے لیے وہ عام رائے شماری کا خوبصورت نام دے کر اس کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں۔

پہلی عالمی جنگ عظیم کے بعد رائے عامہ کے جائزہ کے لئے بہت سے ادارے وجود میں آئے جن میں بڑے بڑے ماہرین نفسیات اور برین واشنگ کے ماہرین کام کرتے ہیں۔

ہال بیکر اس طرح کے عام جائزوں اور رائے عامہ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''اگر آپ چاہتے ہیں کہ امریکی کسی خاص خیال یا نظریہ کو قبول کر لیں تو آپ کو صرف یہ کرنا ہوگا کہ رائے عامہ کا سہارا لیں اور یہ کہیں کہ رائے عامہ کا یہ کہنا ہے، پھر ٹیلی ویژن اور میڈیا کے دوسرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذرائع ابلاغ میں شائع کر دیں۔اس کی آسان صورت یہ ہوتی ہے کہ آپ جتنی مہارت اور ذہانت سے رائے عامہ جاننے کے لیے سوالات کا سانچہ بنائیں گے، اسی لحاظ سے آپ کی پسند کے مطابق جواب مل جائے گا، مثال کے طور پر یہ سوال کریں کہ 85% امریکیوں کا خیال ہے کہ وہ مستند خبروں کے لیے ٹیلی ویژن پر اعتماد کرتے ہیں، آپ کی کیا رائے ہے؟ متوقع جوابات مثبت صورت میں آپ کو ملیں گے، اب اس سے بحث نہیں کہ ٹیلی ویژن کی کن خبروں کے متعلق یہ سوال ہے، آیا سیاسی خبریں مراد ہیں یا صحت وتندرستی اور کھیل سے متعلق خبروں کے بارے میں یہ سوال کیا جارہا ہے، راہ چلتے کسی شخص سے اس طرح کے سوالات و جوابات نشر کر کے اس کو رائے عامہ کا نام دے دیا جاتا ہے، عام طور پر لوگ رائے عامہ کے ایسے جائزوں سے بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں، خاص طور پر جب کسی شخص کی کامیابی یا ناکامی سے اس کا تعلق ہو، آج کل ٹیلی ویژن اور روزناموں کے اشتراک وتعاون سے صرف ایک دن میں رائے عامہ کا جائزہ لے کر اسی دن اس کو نشر بھی کر دیتے ہیں، تاکہ مطلوبہ منزل تک لوگوں کی رہنمائی ہو سکے۔

(ملاحظہ ہو یہودی پروٹوکول کی دسویں دستاویز)

تھا جو ناخوب، بتدریج وہی خوب ہوا

سینما، ڈراموں، لٹریچر (افسانے، ناول) نے پانچویں دہائی سے غیر معمولی سرعت لیکن تدریجی انداز میں عوام وخواص کے طرز فکر کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا، یعنی بقول علامہ اقبال:

تھا جو ناخوب، بتدریج وہی خوب ہوا

کاؤبوائز سیریز میں سخت قوانین کے خلاف احتجاج کرنے والوں کو پولیس اپنی گرفت میں لیتی ہے، پولیس کو ہیرو کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، لیکن دینی واخلاقی خلاف ورزی کرنے والوں اور مجرموں کو پناہ دینے والوں کو توقیر کی جاتی ہے، اس مخالفت کو کسی زاویہ سے بھی جرم نہیں سمجھا جاتا۔ ایک مظلوم انسان کا جو قانون کی گرفت سے بچنے کے لئے راہ فرار اختیار کرتا ہے، قانون تعاقب کرتا ہے، لیکن سفید پوش مجرموں کو یہی قانون تحفظ عطا کرتا ہے، ان فلموں میں انصاف کرنے والوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، اور انہیں رشوت خور اور بدکردار ثابت کیا جاتا ہے، ڈنڈے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے زور اور دولت کے بل پر سیاسی اثر ورسوخ کے ذریعہ دباؤ ڈال کر فیصلہ بدلوانے والوں کو ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

پانچویں دہائی سے پہلے فلموں میں جنسی معاملات کی طرف اشارے کنائے بھی نہیں ہوتے تھے، لیکن پانچویں دہائی میں پہلے اشارے کنائے سے، پھر حرکات وسکنات، اس کے بعد جنسی تعلقات کو عملی طور سے فلموں میں پیش کیا جانے لگا، ان فحش مناظر کو امریکی محبت کا نام دیا گیا ''امریکی طرز محبت، نامی فلمی سیریز میں جنسی مناظر کھلے عام پیش کیے گئے، 1975ء میں ہر ہفتے جنسی مناظر پیش کرنے کا تناسب 15% تھا جو 1978ء میں بڑھ کر 24% ہو گیا، اب ہر روز ٹی وی سیریز میں تشدد کے مناظر پیش کرنے کا تناسب 60% اور جنسی اختلاط کے مناظر پیش کرنے کا تناسب 35% تک پہنچ گیا، بسا اوقات ایک ہی فلم میں یہ تعداد پوری ہو جاتی ہے۔ (اتر پردیش کی راجدھانی لکھنؤ کے سات سینما گھروں میں سات ایسی فلمیں دکھائی جارہی ہیں جن پر (بالغوں کے لیے) لکھا ہوا ہے (قومی آواز ۱۹ ستمبر ۱۹۹۶ء) ان فلموں کے علاوہ ہندوستانی اور بیرونی ٹی وی چینلوں سے جو جنسی مناظر پر مشتمل دکھائی جاتی ہیں' ان کی تعداد پچیس اور اٹھائیس کے درمیان ہے۔ (۲۰ دسمبر ۱۹۹۶ء)

نوخیز نسل سے متعلق جو سیریز یا متحرک کارٹون دکھائے جاتے ہیں یا ویڈیو گیمس ان سب میں جانوروں کو اشرف المخلوقات کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے، ستاروں، سیاروں کی پرستش، آفتاب وماہتاب اور زمین کی تقدیس کے لیے ذہن سازی کی جاتی ہے، قوت اور تشدد کو استعمال کر کے یہ باور کرایا جاتا ہے کہ طاقت اور دولت ہی سے ہر چیز حاصل اور ناممکن ہو جاتی ہے، اصل طاقت دولت ہے نہ کہ حق پر ہونا، گھروں میں والدین کو بچوں سے غافل، ماں کو اپنے دوستوں اور باپ کو اپنے گرل فرینڈز کے ساتھ مصروف دکھایا جاتا ہے، اور یہ بتایا جاتا ہے کہ اولاد پر والدین کا تسلط بے جا اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ وہ ان کی آزادی میں رکاوٹ ہیں۔ ایک فلم میں بتایا جاتا ہے کہ دولت مند باپ کو اتنی مصروفیتیں گھر کے باہر ہوتی ہیں کہ اس کو گھر اور بیوی بچوں کے حالات کا قطعی علم نہیں ہونے پاتا، رات کو دیر گئے گھر آتا ہے، اور صبح سویرے چلا جاتا ہے، محبت وشفقت سے محروم بیوی بچے اس خلا کو اپنے پسندیدہ طریقہ سے پورا کرتے ہیں، اور اپنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنا دوست تلاش کر لیتے ہیں، اور ایسا کرنے میں وہ حق بجانب ہوتے ہیں، دوسری فلم میں ایک لڑکی اپنے غبی باپ پر حاوی دکھائی دیتی ہے، تیسری فلم میں گھر پر والدین کو کوئی اقتدار واحترام باقی نہیں رہتا، شیاطین بچے اس پر حکمراں بن جاتے ہیں، اور والدین انانیت پسند ہوتے ہیں، ایک فلم میں بھائی بہن دوسری میں باپ بیٹی کو جنسی تعلقات قائم کرتے ہوئے، اسی طرح ماں کو اپنے بیٹے کے ساتھ اختلاط کرتے دکھایا جاتا ہے۔ (پہلے یہ بات صرف مغربی فلموں میں دکھائی جاتی تھی اب ۱۹۹۳ء سے ہندوستانی فلموں میں بھی ایسے مکالمے اور مناظر دکھائے جاتے ہیں، گانے کے ذریعہ فحاشی کی تعلیم تو ۱۹۶۰ء ہی سے شروع ہو چکی تھی ''سنگم ہوگا کہ نہیں''، ''جب پیار کیا تو ڈرنا کیا'' جیسے گانوں کا سلسلہ ۱۹۶۰ء سے شروع ہوا ہے، نوبت بایں جا رسید کہ باپ بیٹی کے درمیان ایسے فحش قسم کے جنسی مکالمے اور گانے ہونے لگے ہیں جو شاید میاں بیوی بھی بولنا پسند نہ کریں، بینڈٹ کوئن کے مناظر اور کھلنا تک کے گانے مغربی فلموں کا نقش ثانی ہیں۔ مارچ ۱۹۹۷ء کے پہلے ہفتہ میں دہلی میں جاپانی فلموں کا ہفتہ منایا گیا تھا۔ روزنامہ قومی آواز میں ایک فلمی تبصرہ نگار نے اس فلم فسٹول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ''دو جاپانی فلموں میں سگے بھائی بہنوں کے درمیان جسمانی تعلقات کے مناظر پیش کیے گئے ہیں، ہدایت کاروں نے کہانی اور واقعات کو منطق کی بنیاد پر ٹکائے ہوئے جواز بھی پیش کیا ہے اور ایسے تعلق کا انجام بھی پوری مہارت سے دکھایا ہے، یہاں بھائی کی یادداشت چلی گئی، چھوٹی بہن چونکہ بھائی سے انتہائی پیار کرتی ہے، اس لئے اپنا جسم اس کے حوالے کر دیتی ہے'' وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (قومی آواز ۱۰ مارچ ۱۹۹۷ء۔ (ملاحظہ ہو دستاویز ۱۲، ۱۳)

پانچویں دہائی تک فلموں میں دینی واخلاقی قدروں اور ان کے رموز پر تنقید سے گریز کیا جاتا تھا۔ البتہ دین واخلاق کا براہ راست تذکرہ کرنے کے بجائے ان رسوم ورواج اور تقالید کا ذکر کیا جاتا تھا جن کا قدیم زمانہ سے تعلق تھا، عائلی زندگی میں دین واخلاق کا جو سرگرم رول ہے اس کا اشارے اور کنایے میں بھی ذکر نہیں ہوتا تھا، چھٹی دہائی سے ایسی فلمیں بننے لگیں جن میں براہ راست دین پر تنقید اور اخلاقی قدروں کو نشانہ بنانے کے بجائے گرجا گھر کے پادریوں کی ذاتی زندگی میں اخلاقی انحراف، جنسی بے راہ روی، اور اخلاقی گراوٹ کا ذکر ہونے لگا، اس طرح دماغی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنسل کی مسلسل مہم کے جب خاطر خواہ نتائج سامنے آنے لگے تو فلموں اور ٹی وی سیریز میں مشاہدین کے سامنے تین صورتیں پیش کی جانے لگیں:

(۱) اونچی سوسائٹی اور بلند معیار زندگی تک رسائی میں ناکامی سے مایوس ہو کر نفسیاتی اعتبار سے خود کو شکست خوردہ تسلیم کرلیں، اور آخری چارہ کار کے طور پر منشیات کا سہارا لیں، بجائے اس کے کہ شدید مقابلہ اور سخت کوشی کی زندگی اختیار کریں، مغربی مصنف الڈس ہکسلے کی کتاب ''جرأت وشجاعت سے بھرپور ایک نئی دنیا'' میں ایسی سوسائٹی کی تصویر پیش کی گئی ہے جس میں کسی اصول وبنیاد اور اخلاقی قدروں کی کوئی حکمرانی نہیں ہوتی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ بڑی سوسائٹی کو چھوٹی سوسائٹیوں میں تقسیم کردیا جائے تاکہ فرد سوسائٹی کے تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کرسکے، اس لئے کہ معاشرے کی وحدت تشدد کے استعمال کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی، اس تجویز کو عملی شکل میں اس طرح لایا جارہا ہے کہ بڑے بڑے ملکوں کو علاقائی، قبائلی، نسلی، قومی، اور لسانی بنیادوں پر تقسیم کیا جارہا ہے۔(ہندوستان و پاکستان، افغانستان، روس، یوگوسلاویہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔عراق وایران اور ترکی کی سرحدوں، پاکستان اور ہندوستان کی مشرقی سرحدوں پر بسنے والوں کے درمیان تقسیم در تقسیم کا عمل استعماری ملکوں نے شروع کروایا ہے۔ملاحظہ ہو یہودی پروٹوکول میں پانچویں دستاویز)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ فرد خود کو اجتماعی اور سماجی زندگی سے الگ کرلے، وہ خود کو ٹیلی ویژن کی پناہ میں رکھے تاکہ اجتماعی اور سماجی زندگی سے علیحدگی اور دوری کا جو خلا اس کی زندگی میں پیدا ہوا ہے، ٹی وی اس کا بدل بن سکے، وہ ٹی وی اسکرین پر گھر میں تن تنہا بیٹھ کر فٹ بال کا میچ دیکھے اور خود کو اجتماعی زندگی میں شامل تصور کرے، اس طرح کہ ٹی وی پر شیاطین کی پرستش، حیوانات کی تقدیس، اور انسانوں کی تذلیل وتحقیر کے جو مناظر پیش کئے جاتے ہیں، ان کو دیکھتے دیکھتے وہ شیاطین کو قابل پرستش، حیوانات کو قابل احترام اور انسانوں کو نفرت کے قابل سمجھنے لگتا ہے، امریکی مصنف ٹونی برگس نے اپنی کتاب میں یہ دکھایا ہے کہ اسکولوں کا کوئی فائدہ نہیں، اس لیے کہ ان میں پڑھنے والے شاہراہوں پر عجیب وغریب لباس پہنے نشہ میں دھت دکھائی دیتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اور ہر طرح کی تخریب میں مشغول رہتے ہیں، اس کتاب کے ہیرو کا اپنا کوئی مخصوص سیاسی اور اخلاقی نقطہ نظر نہیں، وہ نئی نسل کی زبان اس کے جذبات و احساسات تک سے ناواقف ہے، وہ صرف تخیلاتی دنیا میں ہر وقت پرواز کرتا اور اونچے اونچے خیالات ظاہر کرتا رہتا ہے۔

(ملاحظہ ہو دستاویز ۱۳)۔

مطبوعات

مطبوعہ وسائل و ذرائع بذات خود رابطہ و اتصال کا وسیلہ اور ذریعہ نہیں ہیں، بلکہ اس کا سارا دار و مدار اس بات پر ہوتا ہے کہ عام لوگوں نے ان مطبوعہ تحریروں کو پڑھ لیا ہے اور اس کے اندر جو پیغام دیا گیا ہے اس کو انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے، ایسی صورت میں ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ میڈیا کے ذریعہ دیا گیا پیغام پہنچ گیا ہے، لیکن اگر مندرجہ ذیل حالات میں یہ مطبوعہ پیغام نہیں پہنچتا تو ہم اس کو اپنے مقاصد میں ناکام قرار دیں گے۔

(الف) جب یہ مطبوعات وقت پر نہ پہنچ سکیں اور نہ ان لوگوں تک رسائی ہو جن سے ان کا تعلق ہے۔

(ب) مناسب اور موزوں وقت پر یہ مطبوعات پہنچ تو جائیں لیکن ان کو عمومی طور پر پڑھا نہ جائے۔

(ج) مناسب وقت پر یہ مطبوعات پہنچ جائیں ان کو پڑھ بھی لیا جائے، لیکن ان کے اندر موجود پیغام کو سمجھا نہ جائے۔

(د) مناسب اور موزوں وقت پر یہ مطبوعات پہنچ جائیں، ان کو پڑھا اور سمجھا بھی جائے، لیکن ان مطبوعات کی تیاری میں معمولی غلطی، کتاب میں پیش کیے گئے افکار و آراء کی علمی و فنی کمزوری، ناموزوں اور نامناسب وقت پر ان مطبوعات کی اشاعت یا 'غلطیہائے مضامین' کی کثرت سے مطبوعات کی اہمیت اور افادیت ختم ہو جاتی ہے۔

مطبوعات کی خصوصیت پر ایک نظر

(ا) مطبوعات کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ بڑے پیمانے پر ان کی اشاعت ہوتی ہے، ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اثرات گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں، اور انہیں آسانی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے، معاشرہ کے مختلف طبقات کے لوگ ان سے استفادہ کرتے اور ایک سے زائد بار ان کو پڑھتے ہیں، اور ایک سے زائد اشخاص ان سے مستفید ہوتے ہیں، اس اعتبار سے مطبوعات متعین پیغامات اور مقاصد کو دل و دماغ میں پیوست کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں، اس لیے کہ ایک پیغام کو تکرار سے اور متعدد طریقوں سے پیش کیا جاتا ہے۔

مکتوب ذرائع ابلاغ اس لحاظ سے بھی دوسروں پر اثر انداز ہونے کی طاقت وصلاحیت رکھتے ہیں کہ پڑھنے والا اپنی رائے قائم کرنے میں آزاد ہوتا ہے، پڑھنے والا غور وفکر سے کام لیتا اور سوچتا ہے، دوبارہ اور سہ بارہ ان کو پڑھتا ہے۔ یا تو وہ ان مضامین پر تنقید کرتا ہے یا انہیں قبول کر لیتا ہے، اس طرح قاری اور لکھنے والے کے درمیان ایک خاموش گفتگو ہوتی ہے جو دونوں کے درمیان جاری رہتی ہے، اس خاموش مطالعہ کے درمیان پڑھنے والے کو بہر حال مضمون کی اثر انگیزی کو قبول کرنا پڑتا ہے، اس کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ قاری کے دل و دماغ پر وہ فکر مسلط ہو جاتی ہے، اور مطبوعہ مضامین کی روح اور اس کا جوہر پڑھنے والے کے رجحانات پر دور رس گہرے اثرات ڈالتا ہے، اور اس کی حیثیت معلم سے زیادہ متاثر اور منفعل کی ہو جاتی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مکتوب الفاظ کے اندر دل و دماغ پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت ایسی ہے جیسی سحر اور جادو میں، بشرطیکہ اس کی تیاری میں فنی مہارت کا ثبوت دیا جائے، اور لفظی ومعنوی ہر اعتبار سے وہ موثر اور طاقتور اسلوب میں ہو، پھر تو مکتوب الفاظ بغیر اجازت کے انتہائی خاموشی سے دلوں تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں، اور قاری کے احساسات وجذبات اس مضمون کے اسیر بن جاتے ہیں۔ بلکہ وہ اس کا داعی اور پرجوش حامی و موئد بن جاتا ہے۔

(۲) مکتوب الفاظ یا مضامین کے مفہوم تک رسائی حاصل کرنے میں قاری کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ براہ راست اس سے استفادہ کرتا ہے، اور وہ بذات خود آزادی سے مضمون کی قدر و قیمت متعین کرتا ہے، کوئی چیز پر اس پر تھوپی نہیں جاتی۔

(۳) مکتوب مضامین کو پڑھنے سے قاری کی شخصیت اور خود اعتمادی کو تقویت ہوتی ہے، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بذات خود اپنی عقلی اور فکری صلاحیتوں سے مکتوب مضامین کے مفہوم، ان کی گہرائی و گیرائی تک رسائی حاصل کرتا ہے اور ان کے رموز واشارات اور معموں کو حل کرتا ہے، بالفاظ دیگر وہ معلم کا کردار ادا کرتا ہے، اور یہ معروف نفسیاتی حقیقت ہے کہ جب قاری بذات خود اپنے نفس کے لیے معلم کا کردار ادا کرتا ہے اور اس کو تلقین کرنے کا فرض انجام دینے لگتا ہے تو پھر یہ مضامین اس کی شخصیت میں اچھی طرح راسخ اور پوری طرح جذب ہو جاتے ہیں، اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ مکتوب مضامین کو سمجھنے میں مثبت اور ایجابی پہلو غالب ہے، دوسرے یہ کہ اس عمل کے نتیجہ میں قاری کی ذات اور شخصیت کا اثبات اور کسی مضمون سے مطمئن ہونے اور دوسروں کو اس سے مطمئن کرنے کی عقلی وفکری قدرت وصلاحیت ثابت ہوتی ہے، اس عمل کو ماہر نفسیات تعلیم بذریعہ عمل سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۴) مکتوب الفاظ کے پڑھنے سے اجتماعی ذمہ داریاں قاری پر عائد ہوتی ہیں، اس کے اندر خود مزید معلومات حاصل کرنے اور دوسروں تک ان معلومات کو منتقل کرنے کا شوق وجذبہ پیدا ہوتا ہے، جب ان پڑھ لوگ تعلیم یافتہ حضرات کی زبانی نئی معلومات اور ایجاد کی بات سنتے ہیں تو خود ان کے اندر علم طلب کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

دوسری طرف قاری کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ مزید معلومات سے بہرہ ور ہو، اور صرف اپنے ملک وماحول کی زندگی اور اس کے تقاضوں سے اس کی واقفیت محدود نہ رہے بلکہ عالمی مسائل ومشکلات، آراء وافکار اور سیاسی واقتصادی اور تہذیبی قدروں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرے۔

(۵) مکتوب الفاظ کے پڑھنے سے قاری کو علمی وفکری خیالات کی دنیا میں غوطہ زن ہونے کا موقع ملتا ہے۔ وہ پڑھنے سے زیادہ سمجھتا اور سوچتا ہے، جتنا وہ زیادہ سمجھتا ہے، اس سے زیادہ تخیلات کی دنیا میں پرواز کرتا ہے، وہ کبھی سوچتا ہے تو کبھی مزید سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، کبھی وہ تخیلات کے پر لگا کر اڑاتا اور کبھی وہ اپنی کم عقلی وفکری قوت کو مسائل ومشکلات کے حل کرنے میں استعمال کرتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶) تحریروں میں اخبارات ورسائل کی تحریروں کو مندرجہ ذیل خصوصیات حاصل ہوتی ہیں۔

☆ عوام وخواص ہر طبقہ کے لیے صحافت کی تحریریں تازہ ترین معلومات کا خزانہ ہوتی ہیں۔

☆ صحافتی تحریروں سے قوموں کے اندر ثقافتی اور اجتماعی وحدت پیدا ہوتی ہے، جس کے گہرے اور دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

☆ صحافت کے صفات میں شائع ہونے والے انٹرویوز، سیمینارز کی روداد، تحقیقی مقالات سماجی وعلمی سروے، تجارتی اشتہارات، حکومت کے بیانات اور اعلانات قوموں کی اقتصادی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے میں بنیادی رول ادا کرتے ہیں۔

☆ صحافت ایک ایسا صاف وشفاف آئینہ ہے (بشرطیکہ آزاد ہو) جس میں زندگی متحرک اور قوت وسرگرمی سے لبریز نظر آتی ہے، افراد اور جماعتوں اور حکومتوں کی تصویریں اس میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

☆ صحافت کو ہم زمانہ کا گواہ اور مشاہد بھی کہہ سکتے ہیں، جس سے دنیا کے فاصلے سمٹ کر رہ جاتے ہیں۔

☆ دور جدید کی صحافت طباعت کی غیر معمولی سہولتوں، رنگین چھپائی، سیلائٹ کی سہولت، بہتر سے بہتر فنی تکمیل، اعلیٰ ترتیب وتدوین، نیز کم سے کم قیمت۔ زیادہ سے زیادہ ترین خبروں سے ہر ذوق کے قاری کی دلچسپی اور توجہ بڑھ گئی ہے، اور اس نے انسانی زندگی کے بڑے حصے پر اپنا قبضہ جمالیا ہے، اس لیے کہ جتنی غیر معمولی سرعت سے صحافت لوگوں تک رسائی حاصل کر لیتی ہے، اتنی سرعت سے کوئی اور تحریر لوگوں تک نہیں پہنچ سکتی، اس لیے صحافت کے اثرات بھی بڑی سرعت اور طاقت سے پھیل جاتے ہیں۔

(۲) سماعت کے وسائل

انسانی زندگی پر ریڈیو کی سماعت سے جو اثرات ہوتے ہیں اس کے تجزیہ سے قبل اس خبر کو انتہائی غور سے پڑھیے جس میں کہا گیا تھا کہ کوریا کی جنگ کے دوران کمیونسٹ حکومت نے جب سیول پر قبضہ کیا تو اس نے سب سے پہلا اقدام یہ کیا کہ سیول کے باشندوں کے پاس موجود تمام ریڈیو سیٹ ضبط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لیے، حالانکہ ریڈیو اسٹیشن پر قابض ہونے کے بعد اسکی قطعی ضرورت نہیں تھی، اشترا کی حکومت نے یہ اقدام اس لئے کیا تھا کہ وہ سیول کے باشندوں کو خفیہ ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر ہونے والے پیغامات سننے سے روک دے، اس زمانہ میں ریڈیو کا رکھنا اور غیر ملکی نشریات سننے کی سزا موت تھی، اس خبر سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انسانی عقل وفکر اور جذبات کی تشکیل میں ریڈیو کتنا خطرناک رول ادا کرتا ہے۔

انسانی زندگی پر ریڈیو کے اثرات کے دو پہلو ہیں

(ا) ریڈیو انسانی اعضاء میں صرف ''کان'' سے غرض رکھتا ہے، اور اسی کو اپنا مرکز قرار دیتا ہے، انسان جب کسی چیز پر اپنی ذہنی توجہ کو مرکوز کرنا چاہتا ہے تو وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے، اس طرح وہ اپنے حافظے پر زور دے کر اس کو زیادہ متحرک اور سرگرم کرنا چاہتا ہے، وہ اپنی قوت تخیلہ کو سنجیدگی اور پوری قوت سے کام کرنے کا موقع دینا چاہتا ہے، تاکہ وہ خیال اس کے ذہن میں اچھی طرح اپنی جگہ بنالے اور پھر وہ اس کو فراموش نہیں کرتا، اور نہ ہی ان افکار کی تفصیلات وجزئیات اس کے ذہن سے محو ہوتی ہیں، یہی معاملہ ریڈیو اپنے سننے والے کے ساتھ کرتا ہے، ریڈیو انسانی حاسہ سماعت کے ذریعہ رفتہ رفتہ معلومات کو منتقل کرتا ہے' اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ریڈیائی پیغامات کے تمام اجزاء سامعین کے ذہن میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں، اس کے ساتھ ریڈیو سننے والے کو غور وفکر اور تخیل سے کام لینے کا مزید موقع فراہم ہوتا ہے، بالآخر ریڈیائی پیغامات کے تمام اجزاء انسانی ذہن میں بغیر کسی انتشار وپراگندگی کے جاگزیں ہو جاتے ہیں اور اچھی طرح جڑ پکڑ لیتے ہیں۔

(۲) انسانی زندگی پر ریڈیائی پیغامات کے اثرات کا دوسرا پہلو:

(الف) ریڈیائی پیغامات تمام انسانی طبقوں تک یکساں پہنچتے ہیں، جاہل وعالم، متوسط اور کم تعلیم یافتہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ، ہر ایک تک بغیر کسی استثناء کے پہنچتے ہیں، ریڈیو اس اعتبار سے بڑا خطرناک ہتھیار ہے کہ قوموں کے باہمی تعلقات اور ان کے ثقافتی اور تہذیبی شعور کی دیوار کو مستحکم یا کمزور کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔

(ج) ریڈیائی پیغامات قومی فاصلوں اور حدود وقیود سے ماوراء ہو کر پہنچتے ہیں، انسانی معاشرہ میں مرد وعورت، چھوٹے بڑے اور ہر عمر کے لوگوں تک ان کی رسائی ہے، اگرچہ ریڈیو کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں ٹی وی کی جاذبیت اور کشش بہت بڑھی ہوئی ہے، لیکن ریڈیو کو اپنے سامعین کی عقل اور قلب تک رسائی کے جو مواقع حاصل ہیں اور جس طرح حدود وقیود سے ماوراء ہو کر اس کے پیغامات ہر جگہ پہنچتے ہیں وہ مقام ٹی وی کو حاصل نہیں، اس بنا پر ریڈیو کے ذریعہ حقائق ومعلومات سامعین تک منتقل کر کے ان کے ذوق ورجحانات پر اثر انداز ہونے کے مواقع ہر وقت اور ہر جگہ اس کو حاصل ہیں، اس لیے کہ ٹرانسسٹر کی ایجاد نے اس کی نقل وحمل کی سہولت کو آسان تر بنا دیا ہے، ہر پڑھا لکھا، جاہل، دیہاتی وشہری، مقیم ومسافر، اٹھنے بیٹھنے اور لیٹنے والا جب چاہے ریڈیو سن سکتا ہے، اس وجہ سے ریڈیو جس غیر معمولی سرعت سے پھیلا ہے کوئی اور ذریعہ ابلاغ نہیں پھیلا۔

دوسری امتیازی خوبی یہ ہے کہ ریڈیو کو جس طرح تمام انسانی طبقوں تک رسائی حاصل ہے، جس میں وقت اور نشست کی کوئی قید نہیں ہے وہ ٹی وی کو حاصل نہیں، ریڈیو کے برعکس ٹی وی دیکھنے کے لیے خاص طرح سے بیٹھنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے دیکھنے کے لیے آدمی کو وقت فارغ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، جبکہ اس کے برعکس ریڈیو کی سماعت کے لیے صرف اتنا کرنا ہوتا ہے کہ آپ سوئچ کھول دیں، اگر آپ کو وہ پروگرام پسند نہ آئے تو سوئی کو تھوڑا سا گھما دیں، آپ فوراً ایک دنیا سے دوسری دنیا میں پہنچ جائیں گے، اس طرح بغیر کسی ادنیٰ جدوجہد اور جسمانی وذہنی مشقت کے آپ ریڈیو سے مستفید ہو سکتے ہیں، آپ کاموں میں مصروف ہوتے ہوئے بھی ریڈیو سن سکتے ہیں، اس طرح ریڈیو کو میڈیا میں بڑا اہم مقام حاصل ہے، بلکہ اگر ریڈیائی نشریات کو طاقتور ٹرانسمیٹر حاصل ہو، آواز میں دلکشی ہو، مضمون بڑی مہارت اور محنت سے تیار کیا گیا ہو، طرز القاء میں جاذبیت اور کشش اور ساحرانہ اسلوب وانداز ہو تو پھر اس کا مقابلہ کوئی دوسرا ذریعہ ابلاغ نہیں کر سکتا، خاص طور سے اگر ریڈیائی نشریات ایسی ہوں جو فکری یا وجدانی رنگ وآہنگ رکھتی ہوں اور جن کا مقصد عقل ودماغ پر شب خون مارنا اور ذوق ورجحانات کو تبدیل کرنا ہو۔

سامعین کی نفسیات، ان کے ذوق ووجدان اور رائے ورجحان کو جو چیز تبدیل کرتی یا ان پر اثر انداز ہوتی ہے، ان میں تقریر اور اشعار کو امتیازی مقام حاصل ہے، آج کے میڈیا میں سفلی جذبات کو ابھارنے والے فلمی نغموں نے بڑا حصہ لے رکھا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) بصری وسائل و ذرائع:

میڈیا میں بصری وسائل و ذرائع کو لوگوں کی توجہ مبذول کرنے اور ان پر اثر انداز ہونے اور ان کے ذوق و رجحانات کو بدلنے میں غیر معمولی اہمیت دی جاتی ہے، اس اعتبار سے میڈیا کے ماہرین بصری وسائل کو فوری طور پر فیصلہ کن اور موثر مانتے ہیں، کہ دیکھنے والے کے اعصاب سے وہ خیال منتقل ہو کر اس کے سلوک اور عمل میں تبدیل ہو جاتا ہے، بالفاظ دیگر فوری طور پر وارننگ یا خوش خبری کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہوتی ہے، اس کا ردعمل مشاہد کے اعصاب اور سلوک پر فوری اور فیصلہ کن ہوتا ہے، اشتہارات اور اسٹیکرز میں موجود نقوش اور تصویروں کو اگرچہ الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاتا لیکن فوری تاثیر اور قوت میں اس کو درجہ کمال حاصل ہے۔

بصری وسائل و ذرائع میں سب سے موثر اور طاقتور وہ بصری وسیلہ ہے جس کو لفظی رموز کے بجائے فنی طریقہ سے ادا کیا جائے، اس لیے کہ فنی طریقہ سے جو نقوش و خطوط کھینچے جاتے ہیں، وہ بذات خود اپنی زبان رکھتے ہیں، ایسی زبان اور رمز جس کو عالمی سطح پر ہر جگہ سمجھا اور ان سے اثر قبول کیا جاتا ہے، اس میں سب سے اہم مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اس زبان اور رمز کو کس طرح آسان اور سہل بنا کر پیش کیا جائے کہ ایک عام آدمی میں اس کے اندر پنہاں بآسانی سمجھ لے، ترقی یافتہ ممالک اپنے مقاصد کو متحرک نقش و نگار اور الیکٹرونک گیمز کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں، یہودی اور عیسائی اپنی قومی و تاریخی اور مذہبی رموز اور شعار کو اپنی مصنوعات کو اقتصادی، سیاسی، علمی اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعہ فروغ دیتے اور ان کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہیں، اس طرح ذرائع ابلاغ ہوں یا قومی و بین الاقوامی کانفرنس کسی موقع پر اس کے اظہار سے باز نہیں آتے۔

(۴) سمعی اور بصری وسائل و ذرائع:

(۱) ٹیلی ویژن دور جدید کی وہ خطرناک ایجاد ہے جس نے میڈیا کی دنیا میں غیر معمولی انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اس ایجاد نے تصویر اور آواز دونوں کو استعمال کر کے پوری دنیا کے فاصلوں کو سمیٹ کر ایک بستی میں تبدیل کر دیا ہے۔ (ایک عالمی گاؤں Globalvillage کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب مثبت اور منفی دونوں ہو سکتا ہے یعنی اطلاعات و معلومات کے لحاظ سے ہم اس کو مثبت کہہ سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اس میڈیا کے عالمگیر اثرات معاشرہ پر جس طرح مرتب ہوتے ہیں یعنی جس نوعیت کے جرائم مغرب میں ہوتے ہیں، اسی نوعیت کے جرائم مشرق میں بھی ہوتے ہیں۔ یہ منفی ہے۔)

انسانی سماعت اور بصارت دونوں حاسوں کو ٹیلی ویژن مشغول اور متاثر کرتا ہے، اس بنا پر میڈیا میں ٹی وی کو ایک موثر و طاقتور ذریعہ ابلاغ قرار دیا جاتا ہے، اس لیے ٹی وی کے مشاہد تمام صلاحیتوں اور حاسوں کو پوری طرح مشغول اور اپنی طرف پوری متوجہ کر لیتا ہے، اور وہ نشر ہونے والے تمام مضامین میں پوری طرح گم ہو کر رہ جاتا ہے، اور وہ گھنٹوں ٹی وی پروگراموں کو دیکھنے میں پوری یکسوئی اور مکمل انہماک سے مسلسل مشغول رہتا ہے، اس طرح وہ اپنی تمام ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کو ایک جگہ مرکوز کر دیتا ہے، ٹی وی پر جو پیغامات مشاہد دیکھتا اور سنتا ہے، ان کی قبولیت اور ان سے پوری طرح متفق اور ہم آہنگ ہونے کے لیے بغیر کسی مناقشہ اور مباحثے کے وہ ذہنی اور نفسیاتی طور پر تیار رہتا ہے، اس طرح ٹیلی ویژن کو میڈیا میں سب سے بہتر اور افضل اور معتبر وسیلہ مانا جاتا ہے۔

ٹی وی پر جو مضامین پیش کیا جاتا ہے اس کے پیش کرنے کا انداز او اسلوب اور طریقہ ڈائنا مک اور متحرک اور ہمہ وقت تنوع اور جدت سے بھرپور رہتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹیلی ویژن کے اندر جو متعدد خصوصیات ہیں وہ اس کو مشاہد کے دل و دماغ تک سماعت اور بصارت کے ذریعہ پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، اس طرح کے مشاہد جدید ٹیکنالوجی کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ ٹی وی پروگرام پیش کرنے والا جس طرح اور جس طرف چاہتا ہے اور جہاں چاہتا ہے اپنے مشاہد کے دل و دماغ کو لے جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ٹیلی ویژن کے کیمرے مشاہدات و مناظر اور تصویروں کو مختلف حجموں، رنگوں، فطری، اور غیر فطری شکل و صورت میں حسب مرضی متحرک یا جامد دکھا سکتے ہیں، یہ کیمرے خوبصورت کو بدصورت، بدصورت کو خوبصورت، قریب کو دور اور دور کو قریب دکھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، یہ کیمرے طبعی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فطری چیزوں کی نقل مطابق اصل ہی نہیں دکھاتے بلکہ ان کے اندر ایسے وسائل ہوتے ہیں جو ان چیزوں کو حسب مرضی نئے فنی قالب میں انوکھے طرز سے پیش کر سکتے ہیں، یہ معاملہ صرف کیمرے کے ذریعہ نقل وتقلید تک منحصر نہیں بلکہ نظریاتی اور عملی دونوں میدانوں میں کیمرے کا دائرہ کار ہر قسم کی نقل وتقلید تک محیط ہے، ریڈیو کے برعکس ٹی وی اپنے مشاہد کو اسکرین پر پیش کیے جانے والے مضامین کے سلسلہ میں تخیلاتی پرواز اور غور وفکر کا ذرہ برابر بھی موقع نہیں دیتا ہے۔

ٹی وی آپ کا ایسا دوست ہے جو آپ سے پورے وقت اور مکمل یکسوئی وانہماک کا طالب ہے، اس کا آپ سے یہ تقاضا ہوتا ہے کہ آپ اپنے قول ودماغ اور خیال کے ساتھ بغیر کسی توقف کے مسلسل اپنے پورے وجود کو اس کے لیے وقف کردیں۔

ٹی وی کا اجتماعی رول:

یہ حقیقت بہر حال ہماری نظروں سے اوجھل نہیں رہنی چاہیے اور نہ ہم اس دھوکہ میں آئیں کہ ٹی وی کے وجود سے اجتماعی روح پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ چونکہ ٹی وی دیکھنے کے لیے گھر کے تمام افراد یکجا ہوتے ہیں، اس طرح وہ سب باہم مل کر جمع ہو جاتے ہیں اور ان کو اس موقع سے ایک دوسرے سے ملاقات کا موقع مل جاتا ہے، حالانکہ جس طریقے سے ٹی وی کے دیکھنے کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں' اس کا تجزیہ کرنے سے اس دعوے کی حقیقت کھل جاتی ہے کہ ٹی وی دیکھنے والے جسمانی اعتبار سے تو یکجا رہتے ہیں، لیکن خیالات وجذبات کے لحاظ سے ہر شخص دوسرے سے جدا اور اپنے افکار کی دنیا میں مگن رہتا ہے، ٹی وی دیکھنے کے لئے خواہ یہ یکجائی ایک گھر کے خاندان کے افراد کی ہو یا کسی کلب کے ممبران وارکان کی جو اتفاقی طور پر ٹی وی دیکھنے جاتے ہیں، اور پھر تھوڑی دیر کے بعد جدا ہو جاتے ہیں، ان میں سے ہر فرد کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے خوابوں اور تمناؤں کی دنیا میں محو اور اپنے پسندیدہ ہیرو میں مشغول اور ٹی وی پر پیش کیے گئے واقعات واخبار کی تشریح اور ان سے اپنے تاثرات واحساس اور کیفیت کی تفسیر وتوجیہ میں غرق رہتا ہے، ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ٹی وی دیکھنے والے کسی ایک واقعہ کے متعلق اپنے تاثرات واحساسات ظاہر کرنے میں پورے طور سے متفق ہوں، اس لئے کہ ہر مشاہد کی اپنی پسند وناپسند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے، جو اس کو اسکرین پر پیش کیے گئے واقعات واشخاص اور اخبار سے ایک مضبوط غیر مرئی دھاگے کے ذریعہ منسلک اور مربوط رکھتی ہے، اس لئے ہم یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ٹی وی دیکھنے سے اجتماعیت کی روح بیدار ہوتی ہے، جب انسان جسمانی طور پر یکجا اور ذہنی ونفسیاتی اعتبار سے ان کے شیرازے بکھرے ہوں تو انہیں اجتماعیت سے ہم تعبیر نہیں کر سکتے، امریکی مصنفہ اور سماجی سروے کی محققہ کے الفاظ میں ٹی وی سے ایسی اجتماعی زندگی وجود میں آتی ہے جس میں اجتماعی روح کا فقدان ہوتا ہے۔

(۲) ڈرامے اور کہانیاں:

جدید ذرائع ابلاغ کے دائرہ اور کہانی کے مضامین اور ان کے مرکزی نقطہ اور خیال کو اس لیے بنیادی اہمیت دی جاتی ہے کہ ڈراموں کے خاتمے پر مشاہد کے دل ودماغ میں اس کی روح رچ بس جاتی ہے، ڈرامہ اور کہانی کو اسٹیج پر پیش کرنے کے دوران میں جو روشنی کی جاتی ہے اور جس کا عمل آغاز سے آخر تک جاری رہتا ہے، اس روشنی کی شعاعیں اس کی موجیں، برقی رو کی طرح ڈراموں اور کہانیوں کی روح کی طرح مشاہد یا قاری کے دل ودماغ کے اندرونی گہرائیوں اور ان کے سلوک میں شعوری ولاشعوری طور پر سرایت کر جاتی ہیں، یہی رو اور روح انسانی دماغ کے لیے رہنما اس کے لیے بنیادی محرک کا کام دیتی ہے، اس کے سلوک اور طرز عمل کے لیے مہمیز اور محرک کا کام دیتی ہے۔

ڈرامہ کے اندر جو تاثیر ہوتی ہے وہ بسا اوقات اگرچہ براہ راست نہیں ہوتی، اس لیے کہ ڈرامہ کا اسٹیج خطابت اور وعظ ونصیحت کا منبر نہیں ہوتا، بلکہ ڈرامہ کی تاثیر اسٹیج پر ہونے والی گفتگو، آواز کے مدوجزر، الفاظ اور جملوں کے تبادلوں کے ذریعہ، نرم ونازک اور باریک پردوں کے ذریعہ انسانی دل ودماغ تک پہنچ جاتی ہے۔

ڈرامے کے اسٹیج پر پیش ہونے والے مجسم ومتحرک اور رنگین افکار وخیالات جب انسانی دل ودماغ میں رچ بس جاتے ہیں تو اس کی اندرونی موجیں رہ رہ کر باہر آتی اور ضمیر کی اندرونی راحت وسکون کو مضطرب اور انسانی نیند کو اڑاتی ہیں، اور انسان کو کسی کام پر آمادہ کرتی یا اس کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکوت پر مجبور کرتی ہے، دونوں صورتوں میں بہر حال وہ انسان اچھے اعمال وافعال یا بری عادتوں اور خصلتوں کی گرفت میں رہتا ہے، اور ہر طرح کی تعمیری وتخریبی، پاک وناپاک اور صاف وگندی ہوائیں ڈرامہ کے روزن سے انسانی دل ودماغ میں داخل ہو جاتی ہیں، ڈرامہ کو ہم ایک ماہر سرجن کے ہاتھ میں ایسے تیز نشتر سے تعبیر کرسکتے ہیں جس کے نتیجہ میں اگرچہ تھوڑا تھوڑا خون بہتا ہے لیکن وہ خون مسلسل رستا رہتا ہے۔

انسانی دل ودماغ اور اس کی سیرت وکردار کی تشکیل پر ڈراموں کے ذریعہ غیر معمولی اثرات ہی کی وجہ سے مغربی دنیا کے چوٹی کے ادیبوں، فلسفیوں اور مخصوص و مستقل مکاتب فکر رکھنے والوں نے ڈراموں کو اپنے اپنے افکار ورجحانات، اور دقیق ونازک فلسفیانہ خیالات وعقائد کو پھیلانے کا ذریعہ بنایا، خصوصاً فرانس کے ملحد و بے دین فلسفی جان پال سارٹر نے اپنے ملحدانہ عقائد اور افکار کو ڈراموں کے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا، اس لیے کہ ان ادیبوں اور مفکروں کا یہ پختہ خیال اور تجربہ ہے کہ ڈراموں کے ذریعہ سماج کے قدیم وفرسودہ عقائد وافکار کو تبدیل کر کے نئے سانچہ میں اس کے افراد اور جماعتوں کی عقلوں کو ڈھالا جاسکتا ہے۔

ڈراموں میں کام کرنے والے ایک فن کار نے اپنے ایک مضمون ''ڈراموں کے ذریعہ انسانوں کی عقل وفکر اور جذبات پر یورش'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ ڈراموں اور ان کے اسٹیج دونوں جگہ ہر حال میں عورت اور مرد کے باہمی تعلقات کو مرکزی اور بنیادی اہمیت دی جاتی ہے، اتنی غیر معمولی اہمیت کہ کھلے عام حرام کاری کا ارتکاب اور تمام اخلاقی قدروں کو عملی طور پر پامال کیا جاتا ہے، اسلامی اور عربی موضوعات پر پیش کیے جانے والے ڈراموں تک میں بداخلاقی کے مظاہرے دیکھنے میں آتے ہیں، مقالہ نگار مشہور عربی ڈرامہ ''قصر'' کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ڈرامہ نگار اپنے ڈرامہ میں ایک ایسے شخص کو پیش کرتا ہے جو ہر طرح معذور ومفلوج ہے، پورے محل میں وہ وہیل چیر کے ذریعہ چکر لگاتا ہے، اس قصر میں عیش وعشرت کے تمام اسباب ووسائل فراہم ہیں، لیکن اس قصر میں وہی چیزیں ممنوع ہیں جو جنت میں ممنوع وحرام ہیں، عشق وعاشقی ممنوع، محبت کرنا ممنوع، جنسی عمل پر پابندی، حتیٰ کہ سوچنا منع، اور جذبات پر بھی پہرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، لیکن ان شدید پابندیوں کے باوجود ہیرو اور ہیروئن کے درمیان محبت ہو جاتی ہے، دونوں کے درمیان جو مکالمہ ہوتا ہے وہ انتہائی فحش اور متبذل ہوتا ہے، نتیجہ آخر میں یہ نکلتا ہے کہ اس جنت کی پابندیوں کے خلاف ایک بغاوت ہو جاتی ہے، اس جنت کے مکین اس ظالمانہ اور غیر فطری قوانین کے خلاف شورش کر دیتے ہیں، اور وہ سب اس محبت کی تلاش اور اس کو حاصل کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں، جس کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے، اس میں دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آدم وحوا نے جنت کی پابندیوں ہی کے خلاف آزادی کے حصول کے لئے اطاعت سے انکار کر دیا تھا۔ اس ڈرامہ میں عجیب وغریب طریقہ سے انتہائی فنکاری اور چابکدستی سے ثقافت اور فن کے نام پر لوگوں کے دل ودماغ اور جذبات کو مسموم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ حال تو اس ڈرامہ کا ہے، جس کے متعلق یہ پروپیگنڈہ کیا گیا تھا کہ خالص اسلامی تصور کو پیش کرتا ہے۔

سینما

سینما دودھاری تلوار اور ایسا سکہ ہے جس کے دورخ ہیں۔ لوگوں کے افکار وارادوں اور عقل وجذبات پر قابو پانے اور جدید ترین ٹیکنالوجی کے ذریعہ موثر انداز میں ان کو اپنی مقصد برآری کے لیے مسخر کرنا یہ سینما کا بنیادی مقصد ہے، اس میں ٹیلی ویژن اور سینما دونوں ہی یکساں خصوصیت رکھتے ہیں، ٹی وی پر جو فلمیں پیش کی جاتی ہیں' ان کے اثرات مشاہدین پر اسی طرح ہوتے ہیں جس طرح سینما ہالوں میں پیش کیے جانے والی فلموں سے ہوتی ہے، لیکن یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے کہ فلم سازوں نے اس صنعت سازی کے آغاز ہی سے جو مقاصد پیش نظر رکھے وہ یہ تھے کہ مشاہدین کے جنسی جذبات وعقلوں، ارادوں، اور جیب سے کھلواڑ کیا جائے، اس سلسلہ میں نوجوانوں کے جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے، ان کے اندر برائی کے بیج بونے اور اس کو پروان چڑھانے اور ان کی آبیاری کے لیے ایسے کردار کو بطور نمونہ پیش کرنا جو بدی اور شر وفساد کر مزین بنا کر پیش کرے، بالفاظ دیگر خیر کو شر اور شر کو خیر کی صورت میں دلکش فلسفہ بنا کر مشاہدین کے دل ودماغ میں اتارنا یہ فلمسازوں کا بنیادی مقصد ہے، اور اس مقصد میں جس طرح ان کو سو فیصدی کامیابی ملی ہے اس کے اثرات مغربی سوسائٹی پر خصوصاً اور پوری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی دنیا پر عموماً دیکھے جا سکتے ہیں۔

فلموں کی وجہ سے انسانی معاشرہ جس طرح متاثر ہوا، وہ ظاہر و باہر ہے، اسی طرح یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ فلمسازی کے میدان میں انسانیت کے دشمن یہودی مجرموں کا تخریبی ذہن اور ان کا منصوبہ کارفرما ہے جیسا کہ صہیونی پروٹوکول کی دستاویزوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، ان یہودی فلم سازوں نے اپنی فلم کے ذریعہ:

(الف) مغربی دنیا کے نوجوانوں کو خصوصاً اور پوری دنیا کے نوجوانوں کو عموماً اس حالت میں پہنچا دیا کہ وہ فلموں کے ہیروؤں کو اپنا نمونہ اور اسوہ بنا کر جرائم کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہی جا رہے ہیں، وہ جنسی، اخلاقی اور مالی جرائم کا ارتکاب حتیٰ کہ قتل تک سے دریغ نہیں کرتے، پھر وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کس طرح ان جرائم کی سزا بھگتنے سے خود کو بچا سکتے ہیں، اگر پولیس کی گرفت میں آ بھی جائیں تو ان سے نمٹا جا سکتا ہے۔

(ب) نوجوان لڑکیوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ وہ ان فلموں کو دیکھ کر ہیروئن کو اپنا نمونہ بنا لیتی ہیں، اور ان کی طرح جدید فیشن کے ایسے لباس پہنتی ہیں اور ایسی اداکاری کرتی ہیں کہ وہ مردوں کو متاثر کر سکیں اور ان کے جنسی جذبات کر بھڑکا کر اخلاقی قدروں کو پامال اور والدین اور سوسائٹی کے خلاف بغاوت و سرکشی کریں۔

ان فلمسازوں نے پوری دنیا کے نوجوانوں کے جنسی جذبات کو برانگیختہ کر کے آزادانہ جنسی میل ملاپ کا ماحول تیار کر دیا ہے، انسانی سوسائٹی اور جنگلی سوسائٹی دونوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا، اس سوسائٹی نے تمام اخلاقی قدروں کا نہ صرف انکار کیا بلکہ اپنے پاؤں تلے اس کو روند بھی دیا، اب تو اقوام متحدہ کی نگرانی میں بدکاری کو انسانی سوسائٹی پر بزور قوت تھوپنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قاہرہ اور بیجنگ کانفرنسیں اس کی مثال ہیں۔

(۵) شخصی رابطہ یا ذاتی تعلق:

اگر عوامی سطح پر تمام لوگوں سے براہ راست رابطہ عملی طور پر ممکن ہوتا اور اس کے مواقع حاصل ہوتے تو میڈیا کے نقطہ نظر سے یہ ذریعہ غیر معمولی قوت و تاثیر اور گہرائی و گیرائی اور دور رس نتائج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لحاظ سے زیادہ افضل اور مثالی ہوتا ہے، اس لیے کہ براہ راست رابطہ سے میڈیا کے سلبی پہلوؤں اور اس کے مضر اثرات ونتائج سے بچا جاسکتا ہے، کہ طاقتور دلائل، تنقید و تحلیل، اور مطمئن کرنے والے فوری جوابات اور مدلل تردید ہی سے اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ اور یہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے فوری ردعمل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ شخصی اور ذاتی رابطہ قائم کرنے میں جو دوسرے عوامل اور محرکات کارفرما ہوتے ہیں، ان میں الفت ومحبت، بے تکلفی، مصالح ومنافع کا تبادلہ، متوقع درس کا حصول، مسلسل ملاقات اور تبادلہ خیال کے مواقع کا مہیا ہونا یہ سب باتیں مقاصد کے حصول اور کار براری کے لیے مفید اور معاون ہیں۔

اسی کے ساتھ آپ سے انٹرویو لینے والا جب بغیر کسی کیمرے یا ریکارڈر کے آپ سے گفتگو کرتا ہے اور آپ کے جوابات اور ردعمل پر نگاہ رکھتا اور آپ کے اعتراضات کا فوری جواب بھی دیتا رہتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ ان تمام حالات میں انٹرویو لینے والے یا اپنے نقطہ نظر کا قائل کرنے والے کو صرف اپنا مقصد عزیز ہے اور وہی اس کے پیش نظر ہوتا ہے، اور یہ کہ آپ اس کے نقطہ نظر سے ہم آہنگ ہوجائیں، اس طرح میڈیا کا پیغام آپ تک وہ پہنچانے میں کامیاب ہوجاتا ہے، آپ کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ انٹرویو لینے والے کے سوالات کے سانچے میں کس طرح آپ ڈھل گئے، اور انتہائی مہارت اور تجربہ سے ترتیب دئے گئے سوالات کے جال میں گرفتار ہوگئے۔

افواہ سازی

میڈیا میں افواہ سازی سے بڑے بنیادی مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں، افواہ سازی میں مقاصد کے حصول کے لیے منصوبہ بندی بڑی مہارت اور چابکدستی سے کی جاتی ہے، یہ افواہیں نیچے کی سطح سے عوام کے اندر سے اٹھائی جاتی ہیں، اس کا مقصد میڈیا کے ماہرین اور پروپیگنڈہ سازوں کے نزدیک یہ ہوتا ہے کہ خود عوام کی ذہن سازی انہیں کے اندر پیدا ہونے والے افواہوں سے کی جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

ان افواہوں کا بنیادی مقصد سماجی اور معاشرتی ستونوں پر قائم عمارت کو منہدم کرنا ان کے درمیان تفرقہ کے بیج ڈالنا، شرفاء کی عزت پر حملہ اور ان کی آبروریزی کرنا ہوتا ہے۔

میڈیا میں افواہ کو ایسے گیند سے تشبیہ دی جاتی ہے جو عوام کے درمیان ادھر سے ادھر لڑھکتا پھرتا ہے، ذرائع ابلاغ کے ماہرین افواہوں کے ذریعہ عوام کے اندر پیدا ہونے والی بے چینی واضطراب کو تسکین دیتے اور ان کے غیظ وغضب اور غصہ کو فرو کرتے ہیں، جب عوام میں مایوسی اور نامرادی اور ناکامی وجھنجلاہٹ ہوتی ہے تو انہیں افواہوں کے ذریعہ ٹھنڈا کر کے امید کی کرن دکھائی جاتی ہے، اس طرح افواہوں کی کشتی ان کے لیے طوفانی سمندروں میں امن وامان کے ساحل تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہے، افواہوں کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ غیر معمولی سرعت سے جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتے ہیں، ہونٹوں سے کوٹھوں پر یہ افواہیں جلد چڑھ جاتی ہیں، ہر شخص ان کو سننے میں تسکین محسوس کرتا ہے، پھر جب دشمن کی طرف سے افواہیں اڑائی جاتی ہیں تو ان کے اثرات کو کلی طور پر ختم کرنا دشوار بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں عوام میں حقائق کم اور افواہیں زیادہ پھیلتی اور کام کرتی ہیں، نفسیاتی جنگ افواہ سازی سب سے مؤثر اور طاقتور ہتھیار ہے، میڈیا کے ماہرین افواہوں کے تخریبی سے خوف واقف ہوتے ہیں۔

پروپیگنڈہ اور نفسیاتی جنگ:

بعض اہل الرائے کے نزدیک پروپیگنڈہ مشکوک اغراض ومقاصد کے تحت افراد یا جماعتوں پر اثر انداز ہونے اور ان کے عادات واطوار ورجحانات ونظریات کو بدلنے کی سعی وکوشش کا نام ہے، جس کا تعلق متعلق سوسائٹی، خاص وقت اور اہم غرض وغایت سے ہے۔

پروپیگنڈہ کی دوسری تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ عوام یا قومی میڈیا کو کسی خاص اور متعین پارٹی کے کسی خاص مقصد کو بروئے کار لانے کے لیے ذہن ودماغ اور جذبات پر اثر انداز ہونے کی جدوجہد کا نام ہے، خواہ وہ مقصد سماجی ہو یا اقتصادی یا سیاسی۔

پروپیگنڈہ کی تیسری مختصر تعریف یہ ہے کہ وہ میڈیا کے ذریعہ غیر جانبدار جماعت یا دشمن جماعت کے افراد کے قلوب واذہان اور وجدان پر خاص حکمت عملی اور مخصوص ٹیکنیک کے تحت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثر انداز ہونے کی کوشش کا نام ہے، اس لحاظ سے پروپیگنڈہ نفسیاتی جنگ میں بنیادی و اساسی محرک و عامل ہے، چنانچہ ایک جرمن قائد نے اس کی حقیقت و اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دشمن کے توپ خانہ کو برباد کرنے کے لیے ہم بم کا استعمال کرتے ہیں کیا اس سے زیادہ موزوں اور مناسب بات یہ نہیں ہے کہ جو ذہن توپ خانے کا استعمال کرنے پر آمادہ کرتے ہیں ان کو بدل دیا جائے تا کہ وہ ہاتھ نہ چلیں جو توپ خانہ کا استعمال کرتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں پروپیگنڈہ کا استعمال مختلف اغراض و مقاصد اور متنوع وسائل و ذرائع کے تحت کیا جاتا ہے، عرب اسرائیل کے درمیان جنگوں میں اسلامی دعوت کے طریقہ کار کو استعمال نہیں کیا گیا۔ ان کی جگہ غیر اسلامی وسائل اور ذرائع نے لے لی، چنانچہ اس غیر اسلامی پروپیگنڈہ سے نہ اسلامی مقصد حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی ناواقف کی رہنمائی اور نہ ہی اس کے فکر کی تشکیل و تعمیر ہوتی ہے، دوسری طرف مختلف اغراض و مقاصد کے تحت پوری دنیا میں پروپیگنڈہ کی منظم اور مربوط شکلیں موجود ہیں، یہ تمام کے تمام طریقے معاشرہ کے معیار کے مطابق کامیاب ہیں، اس میں اس سے اتفاق ہو یا نہ ہو، مثلاً ارجنٹائن، اور برطانیہ کے درمیان فوکلینڈ کے مسئلہ پر جنگ کے موقع پر، پناما کی حکومت گرانے اور گریناڈا پر حملہ کرنے اور ہندوستان میں بابری مسجد کو شہید کرنے کے موقع پر، پروپیگنڈہ نے کامیاب اور اہم ترین رول ادا کیا۔ (بابری مسجد کے سلسلہ میں پہلے اس کو متنازعہ بابری مسجد ''رام جنم بھومی'' پھر رام جنم بھومی بابری مسجد، پھر متنازعہ ڈھانچہ اور اس کی منتقلی، اور آخر میں عملاً اسے مٹا کر رکھ دیا گیا۔)

پروپیگنڈہ کی قسمیں:

پروپیگنڈہ کی مختلف قسمیں ہیں جن میں سر فہرست سفید پروپیگنڈہ ہے، یہ قسم بہت عام اور واضح ہے، اس کا سرچشمہ حکومتی ذرائع ابلاغ، بالخصوص، اخبارات، رسائل، ریڈیو اور ٹی وی میں ان کا استعمال خاص و متعین مقاصد میں ہوتا ہے، لیکن زیادہ تر کھلی نفسیاتی جنگ میں ممد معاون ثابت ہوتا ہے۔

پروپیگنڈہ کی دوسری قسم پروپیگنڈہ ہے، یہ مخفی پروپیگنڈہ ہوتا ہے، جس کا دارومدار خفیہ گفتگو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ہوتا ہے، اس کا حقیقی سرچشمہ انتہائی راز میں ہوتا ہے، لیکن یہ خفیہ طور پر پھیلتا اور اثر انداز ہوتا ہے۔ سیاہ پروپیگنڈہ دشمن کی سرزمین یا اس کی سرحد سے قریب میں جاری رہتا ہے، اور سرد جنگ میں بہت اہم رول ادا کرتا ہے، اس مہم کو جاسوس انجام دیتے ہیں، اس کو ففتھ کالمسٹ یا پانچواں کالم کہا جاتا ہے۔

پروپیگنڈہ کی تیسری قسم بھورا پروپیگنڈہ ہے، جو مختلف النوع مصادر و مراجع کی بنیاد پر عمل کرتا ہے۔ اسطرح کا پروپیگنڈہ اپنی سرگرمیوں کے سرچشمے کے انکشاف کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔

پروپیگنڈہ کے مقاصد:

پروپیگنڈہ کے بنیادی مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

☆ دشمن کی صفوں میں انتشار اور ہیجان پیدا کرنا۔ ☆ عوام و خواص کو نافرمانی پر ابھارنا۔ ☆ طاقت و فرماں برداری کی خلاف جذبہ بغاوت پیدا کرنا۔ ☆ عوام الناس میں قائدین اور رہنماؤں کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کرنا۔ ان کے درمیان باہمی اعتماد کو ٹھیس پہنچانا اور مستحکم قیادت کو کمزور کرنا۔ ☆ کسی خاص مسئلہ کے بارے میں ذہن بدلنا۔ واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا۔ اعلانیہ بھڑکانے کا کام کرنا۔ اپنے معاشرہ کے محاسن اور خوبیوں کو اجاگر کرنا۔ ☆ دوسرے معاشرہ کے محاسن کو نظر انداز کر کے شاذ و نادر واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا۔ معمولی کمزوریوں کو نمایاں کرنا۔ ☆ ترقی کے کاموں کو نظر انداز کر کے پسماندگی پر زور دینا۔

پروپیگنڈہ کے دو معیار ہیں۔ ایک تکنیکی اور دوسرے اسٹراٹیجی۔ تکنیکی معیار مندرجہ ذیل ہیں:

پروپیگنڈہ کے لیے زیادہ سے زیادہ بہتر اور موزوں لوگوں کے جذبات حاصل کرنا۔ مجوزہ پروپیگنڈہ کے لیے حالات کو ہموار اور موافق بنانا تاکہ سماج اس کو قبول کر سکے۔ عوام کی ضروریات و ترجیحات اور مطالبات کی تحقیق وجستجو کرنا تاکہ پروپیگنڈہ میں ان کی اہم ترین ضروریات کو بالترتیب ملحوظ رکھا جائے۔

اسی طرح اسٹریٹیجک معیار پر پروپیگنڈہ حسب ذیل بنیادوں پر قائم ہوتا ہے:

معاشرہ کے مسائل کے بارے میں مکمل رضامندی اور پسند پر اعتماد نہ کرنا۔ معاشرہ کی نئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرگرمیوں کو دوبارہ عملی جامہ پہنانے کی سعی کرنا اور ان پہلوؤں کو چھیڑنا جو بنیادی فکر کو متاثر کریں۔ یہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کی خاصیت ہے۔ نئے مسائل کو از سر نو ابھارنا تاکہ مشکلات کو اسلام کی روشنی میں دیرپا حل تلاش کرنے کے بجائے خارجی اشیا کی روشنی میں حل کیے جانے پر لوگوں کو مجبور کیا جائے۔

پروپیگنڈہ کے اسالیب:

یوں تو پروپیگنڈہ کے متنوع اسالیب ہیں، لیکن ان میں مندرجہ ذیل اسالیب بہت مشہور ہیں:

☆ لطیفہ کا اسلوب: اس کا تعلق ان اقوام وملل سے ہے جو عمدہ معاشی معیار کا خوگر ہو گئی ہیں۔ یہ اسلوب عام طور پر بہت مؤثر ہے۔

☆ تکرار کا اسلوب: اس میں پروپیگنڈہ باز پوری طرح مطمئن ہو جائیں کہ مجوزہ پروپیگنڈہ دل ودماغ میں راسخ اور پیوست ہو گیا ہے۔

☆ دینی اسلوب: اسلامی معاشرہ میں اس نام کا اسلوب نامناسب ہے، کیونکہ اسلام میں اصلاً دین کا اسلوب اور دنیا کا اسلوب الگ الگ نہیں پایا جاتا۔ بلاشبہ اسلام مکمل دین اور کامل نظام وضابطۂ حیات ہے۔ لیکن دوسری سوسائٹیوں میں دین ومذہب کو کچھ مدت تک پروپیگنڈہ کی خدمت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

☆ کذب بیانی اور افترا پردازی کا اسلوب: یہ اسلوب جھوٹ، تحریف اور حذف واضافہ کو شامل ہے۔ اس طرح کی واضح مثالیں بابری مسجد، مسجد گیان واپی اور متھرا کی عیدگاہ ہندوستان میں اور فلسطین کے قضیہ میں اسرائیلی پروپیگنڈہ ہیں۔

☆ ترانوں اور گانوں کا اسلوب: یہ اسلوب جہاد کے جذبہ کو فروزاں کرنے، ظالموں کے خلاف انتقامی جوش پیدا کرنے اور مظلوموں کی نصرت وحمایت اور ملک ووطن کی حفاظت کے لیے ولولہ پیدا کرنے کے لیے مفید ہے۔

☆ اشتعال انگیز نعروں کا اسلوب: اس کا اصل مقصد بزدل رہنماؤں کے دھمکی آمیز اعلانات اور بیانات کو دہراتا ہے۔ نیز اتحاد وترقی اور تہذیب وتمدن، روٹی کپڑا اور مکان،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف ومساوات اور جمہوریت وخوش حالی جیسے الفاظ کی تکرار ہے۔ ہمارے ملک میں بابری مسجد کی شہادت کے سانحہ میں ان اشتعال انگیز بیانات کو بڑا دخل ہے جو اس تحریک کے مخالف اور موافق رہنماؤں نے دیئے۔ جیسے یہ کہنا کہ ہم خون کا بحر احمر جاری کردیں گے۔ ہم سروں کا قطب مینار بنادیں گے۔ دہلی سے اجودھیا جاتے ہوئے راستے میں جتنے مندر ملیں گے، ہم ان کو مسمار کردیں گے۔ وشواہندو پریشد کے یہ نعرے، مسلمانوں کے دو ہی استھان پاکستان یا قبرستان، تیل لگاؤ ڈابر کا، نام مٹاؤ بابر کا۔

☆ جوابی پروپیگنڈہ: ہم یہاں اسلام کے جوابی پروپیگنڈہ کا ذکر کریں گے۔ یہ پروپیگنڈہ بین الاقوامی سازشوں کے مقابلہ میں مادی تکنیک سے مسلح ہے۔ پروپیگنڈہ باز گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں اور بسا اوقات حقائق وواقعات سے متعلق اپنے اوراق اور تحریریں نذر آتش کر ڈالتے ہیں۔ پھر کف افسوس ملتے ہیں۔ اسلام کے جوابی پروپیگنڈہ کو اپنے حق میں مندرجہ ذیل امور کی روشنی میں زیادہ مؤثر اور سودمند بنا سکتے ہیں۔

جوابی پروپیگنڈہ کی پہلی کامیابی کی بنیادی شرط کتاب وسنت کی طرف واپسی اور ان کی تعلیمات پر کامل اعتماد و بھروسہ ہے۔ دشمن کے پروپیگنڈہ کو دین وشریعت کے ترازو میں تول کر اسکے اہم عناصر ترکیبی کا تجزیہ کرنا تاکہ وہ ہوا میں تحلیل ہوجائے۔ یا اسکی حقیقت واضح ہوجائے۔

☆ دشمن کے پروپیگنڈہ کی مہم میں کمزور پہلوؤں کو تلاش کرنا، پھر سب سے کمزور پہلو پر وار کرنا۔ براہ راست دشمن کے ٹکراؤ سے بچنا۔ اس لیے کہ اس سے دشمن کو تقویت پہنچے گی۔

☆ دشمن کے خلاف پروپیگنڈہ کے لیے ناسازگار ماحول پیدا کرنے کی سعی کرنا۔ یہاں تک کہ ذرائع ابلاغ پر بھی اس کا اثر نہ ہو۔

(تعمیر حیات۔ ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء مقالہ ظاہر بن سعید راہی۔ تلخیص وترجمہ: خالد فیصل ندوی)

لابنگ کا نظام:

پروپیگنڈہ کی ترقی یافتہ قسم لابی انگ LOBBYING ہے جس کے معنی رائے عامہ کو ہموار کرنا یا کسی خاص طبقہ پر کسی متعین مقاصد کے حصول کے لیے اثر ڈالنا ہے۔ پروپیگنڈہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح اس نظام نے بھی باقاعدہ ایک پیشہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اس مقصد کے لیے جماعتیں اور حکومتیں لاکھوں اور کروڑوں ڈالر خرچ کرتی ہیں۔ اس میدان میں دولت و ثروت کی بنا پر یہودی سب سے آگے ہیں۔ امریکہ و دیگر مغربی ملکوں میں درجنوں یہودی ادارے ہیں جن کا کام ہی لابنگ کرنا ہے۔ خاص طور سے امریکہ کے جمہوری نظام میں اس کو غیر معمولی اہمیت دی جاتی ہے۔ اس لیے کہ حکومت کے کاموں کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا ہے اور مسائل اپنی تعداد اور نوعیت کے اعتبار سے بہت بڑھ چکے ہیں۔ لہٰذا کسی فیصلہ پر پہنچنے کے لیے ارکان کانگریس کو سرکاری اور پارلیمانی دائرہ سے باہر کے ماہرین کے اطلاعات کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

اس ضرورت نے لابی تیار کرنے والی بے شمار پیشہ ور تنظیموں کو جنم دیا ہے، جو نہ صرف ارکان کانگریس اور ان کے معاونین سے رابطہ قائم کرتی ہیں بلکہ ان پر اثر اندازی کے حربے آزماتی ہیں، جن میں ضروری قانونی ضابطوں کی چھان بین، اشتہارات کی اشاعت، اخباروں اور ٹی وی پر مباحثہ کرانے کے علاوہ متعلقہ ارکان حکومت کے سامنے عوامی حلقوں سے فون یا خطوط و ٹیلی گرام کے ذریعہ مطالبات پیش کرانے کا کام بھی شامل ہے۔ یہاں بھی تیار کرنے والی فرموں اور رابطہ عامہ کا کام کرنے والے اداروں کے درمیان فرق کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ کسی خاص مسئلہ پر دونوں کا مقصد خواہ ایک ہی ہو، لیکن اول الذکر کا کام کانگریس کے حلقوں میں رابطے بنانا اور قانون سازی کے عمل کی پیچیدگیوں سے نمٹنا ہے، جبکہ مؤخر الذکر کا کام میڈیا کے ذریعہ عوام کو کسی کاز کی حمایت یا مخالفت میں متاثر کرنا ہوتا ہے۔ بسا اوقات لابی تیار کرنے والی فرمیں اپنی مہم کے لیے رابطہ عامہ کا کام کرنے والی فرموں کی خدمات بھی حاصل کرتی ہیں۔

دنیا کی دوسری حکومتوں کے مقابلہ میں امریکی حکومت کے کام کرنے کا انداز بالکل الگ ہے۔ دوسرے ملکوں میں کسی فیصلہ یا قانون کی تبدیلی یا توثیق کے لیے دو یا چند افراد سے قریبی رابطہ کارآمد ہو جاتا ہے، لیکن امریکہ میں اس کام کے لیے ہزاروں افراد کو حرکت میں لانے اور اپنے کاز کو عوامی رخ دینا ہوتا ہے۔

واشنگٹن میں غیر ملکی حکومتوں کے لیے لابی کی تیاری ایک مستقل صنعت بن گئی ہے کیونکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکی انتظامیہ میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے یا اس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے کوشاں ملکوں کی تعداد گزشتہ چند برسوں میں بالخصوص سرد جنگ کے خاتمے کے بعد بہت تیزی سے بڑھی ہے۔
بہت سے چھوٹے ممالک جو پہلے امریکہ کے مخالف تھے، اب امریکی حمایت کے خواہش مند ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ ساری حکومتیں براہ راست امریکی انتظامیہ یا پارلیمنٹ پر اثر انداز نہیں ہوسکتیں۔
نتیجہ یہ ہے کہ لابی کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔اس وقت صرف امریکہ میں نو سو بیاسی فرمیں غیر ملکی گاہکوں کے لیے کام کر رہی ہیں۔ان فرموں میں اسرائیلی کی لابی کے لیے کام کرنے والی فرموں کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہے، جس کا سالانہ بجٹ ایک کروڑ ڈالر ہے (روزنامہ الشرق الاوسط: ۱۰ ستمبر ۱۹۹۴ء) یہ ادارے افراد، جماعتوں اور میڈیا سے بارہ راست رابطہ قائم کرتے ہیں اور اسرائیل کے حق میں پوری فضا تیار کرتے ہیں۔اس کے علاوہ خود امریکہ میں مقیم یہودیوں کے مختلف مسائل کے سلسلہ میں بھی رائے عامہ ہموار کرتے ہیں۔الیکشن اور قانون سازی کے موقع پر ان اداروں اور فرموں کی ذمہ داریاں اور سرگرمیاں بڑھ جاتی ہیں۔پھر پوری دنیا میں یہودیوں کے قومی مفاد کی حفاظت کے لیے یہ فرمیں یہودی میڈیا اور سفارت کاروں سے کام لیتی ہیں۔
میدانی سروے: جب میڈیا کے ماہرین مشاہدین کے لیے پروگرام نشر کرتے ہیں تو ان کی نگاہیں اس پر بھی ہوتی ہیں کہ ان پروگراموں کو مشاہدین نے کس حد تک پسند اور ناپسند کیا ہے۔
اس مقصد سے وہ میدانی سروے کرتے ہیں اور ہر طبقہ سے اس کے پسندیدہ پروگرام اور اس کی نوعیت کے متعلق سوالات کرتے ہیں۔پھر ان نتائج کی روشنی میں وہ پروگراموں میں تغیر وتبدل کرتے ہیں، تاکہ پروگرام سے مستفید ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو اور اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو۔

ٹی وی دیکھنے والوں میں سب سے اچھے مشاہد بچے ہوا کرتے ہیں، جنھیں عام مقلد یا نقال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ٹی وی کے اس دور میں بچوں پر ٹی وی کے اثرات کے جو جائزے اور میدانی سروے اور تحقیقات وتجزیے کیے گئے ہیں، پھر ان کے جو نتائج عملی طور پر معاشرہ کے سامنے آرہے ہیں، ان کے مطالعہ سے یہ حقیقت اچھی طرح نمایاں ہو جاتی ہے کہ ٹی وی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروگراموں سے بچے اس طرح متاثر ہوتے ہیں جس طرح معاشرہ کا کوئی ہوش مند تعلیم سے قبل آنکھوں اور کانوں سے بغیر کسی واسطہ سے سیکھتا اور متاثر ہوتا ہے۔ جدید سروے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹی وی کے دور میں پروان چڑھنے والے بچے ٹی وی ہی کے ذریعہ بنیادی معلومات اور تجربات حاصل کرتے ہیں۔

تعلیم یافتہ اور عقلی طور پر پختہ و تجربہ کار لوگ اگر کاؤ بوائے یا جیمز بونڈ کی فلمیں دیکھتے ہیں تو تصویروں پر اپنی توجہ مرکوز رکھتے ہیں، لیکن بچے جب اس طرح کی فلمیں دیکھتے ہیں تو وہ آنکھوں کے سامنے تیزی سے گزرنے والے تمام واقعات کی جزئیات وتفصیلات پر اپنی توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ اسکرین پر جس وقت ان کی توجہ ہوتی ہے اس وقت وہ رائفل، اس کی گولی، گھوڑوں اور شہ سواروں کے سر اور ہیٹ اور مکالمے، چہروں اور نگاہوں کے اتار چڑھاؤ، غرض کہ تمام حرکات و سکنات پر ان کی نگاہ ہوا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ فلموں میں ہونے والے جنگی معرکوں اور گولیوں کے تبادلوں کے تمام زاویوں اور باریک پہلوؤں پر بھی وہ اپنی توجہ پوری طرح مبذول کرتے ہیں۔ وہ ٹی وی کی تصویروں کو اس دلچسپی اور انہماک سے دیکھتے ہیں جس دلچسپی اور انہماک سے وہ ابتدائی عمر میں رنگین تصویر دیکھتے ہیں۔

جدید میدانی سروے یہ بھی بتاتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنے والے بچے اور اکثر بڑے پختہ عمر کے مشاہدین بھی فلموں کے واقعات کو بغیر کسی قیل وقال اور حجت کے من وعن تسلیم کر لیتے ہیں۔ بچے فلموں کی تمام جزئیات کو بڑوں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر طریقہ سے یاد رکھتے ہیں۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ بچے اس کم سنی میں آنکھوں اور سماعت کے حاسوں کے ذریعہ معلومات و تجربات حاصل کرنے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ٹی وی اور سینما کی متحرک تصویریں بچوں کے محدود ذہن کے اندر اپنی جگہ زیادہ بہتر طریقہ سے بنا لیتی ہیں اور ان کے رگ و ریشے میں یہ مفاہیم سرایت کر جاتے ہیں۔ پھر جب یہ مشاہد متوسط دور کی ثقافت سے بہرہ ور ہوں تو اور بھی اس کے اثرات گہرے، دیرپا اور دور رس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ایک اور عنصر کا اضافہ کر لیجیے کہ بچوں کے اندر دلچسپ اور مزاحیہ کارٹونوں سے زیادہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رغبت اور کشش ہوتی ہے۔ اور وہ اس کے بڑے رسیا اور عاشق ہوتے ہیں۔ یہ کم سن مشاہد دلچسپ اور مزاحیہ ڈراموں اور جاسوسی کہانیوں کی سیریز کو غیر معمولی شوق و اہتمام سے دیکھتے ہیں۔ ان کے ماحول سے خارج کی جو چیزیں ہوتی ہیں، خصوصاً سنسنی خیز جاسوسی ناول، افسانوی شخصیات، فرضی واقعات اور داستانوں کے اثرات کو وہ حقیقت سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ بچوں کی اس نفسیاتی کمزوری کا ادراک کر کے میڈیا کے ماہرین نے ٹی وی گیمز یا الیکٹرانک کھیل ایجاد کیا ہے، جس کے ذریعہ کمسن مشاہدین کے دل و دماغ اور احساسات و جذبات پر چھاپہ بلکہ شب خون مارا جاتا ہے۔ خیر وشر کے معرکوں میں افسانوی طریقہ سے خیر کو مغلوب اور شر کو غالب دکھایا جاتا ہے۔ اس طرح مغربی میڈیا دیومالائی عقائد و تصورات اور یونانی علم الاصنام کو نئی نسل کے دل و دماغ میں منتقل کر کے عمل اور سلوک کے سانچے میں ڈھال رہا ہے (روزنامہ "المدینہ" نے مغربی میڈیا کے اس غیر معمولی طاقت ور لیکن خاموش جنگ (وڈیو گیمز) کے خلاف متعدد مضامین لکھے اور متعین طور پر مشرکانہ مضامین کی نشان دہی کی اور ان پر پابندی کا مطالبہ بھی کیا، لیکن کسی "موحد" کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔)

میوزک، فلم اسپورٹس، ریسرچ، سیاست و سائنس و ٹیکنالوجی کی ہزارہا کیسٹس اور موویز دنیا میں انتہائی سستے داموں فراہم کی جاتی ہیں۔ بچوں کے موویز کارٹون تیار کیے جاتے ہیں، جن میں مشرکانہ کہانیوں کو کارٹون کے ذریعہ بچوں کی معصوم و سادہ تختی پر لکھا جاتا ہے۔ اس میں عام طور پر دکھایا جاتا ہے کہ کسی ڈاڑھی والے شخص کو شیطان اور عفریت بنا کر پیش کیا جاتا ہے جسے مافوق الفطرت اور معجزانہ طاقت حاصل ہوتی ہے اور وہ آسمانوں پر پرواز کرتا اور بڑے بڑے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ عمارتوں کو زمیں بوس کر دیتا ہے۔

کم سن مشاہدین پر ٹی وی و سینما کے اثرات کے تجربہ کا کم و بیش وہی نتیجہ سامنے آتا ہے جو مراہقین پر ہوتا ہے، اس لیے کہ مراہقت کا یہ دور نفسیاتی تقاضوں کے اعتبار سے وسعت خیال، تخیلاتی پرواز اور بیداری میں سہانے خواب اور طرح طرح کے نفسیاتی شوق و جستجو اور نمایاں ہونے کی شدید خواہش و آرزو کا یہ زمانہ ہوتا ہے۔ اس دور میں مراہق ایسی اجتماعی زندگی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوکھٹ پر قدم رکھتا ہے جہاں دلچسپیوں، رنگینیوں اور متضاد خواہشات سے اس کا واسطہ پڑتا ہے۔ اگرچہ وہ براہ راست اس جام کو نوش نہیں کرتا لیکن اس سے لطف اندوزی کے لیے وہ خود کو تیار کرتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وقتی و عارضی طور پر عالم خیال میں وہ زندگی گزارتا اور کسی متبادل کے ذریعہ آسودگی حاصل کرتا ہے، تاکہ آئندہ چل کر وہ معاشرہ میں مناسب سماجی رول ادا کرنے کے لیے خود کو تیار کر سکے۔

مراہقت کے اس دور میں مراہق ان فلموں اور سیریز سے غیر معمولی دلچسپی لیتا ہے، جو مزاحیہ اور ہنسنے ہنسانے والی ہوں اور جو اسکے جذبات و خواہشات اور خوابیدہ تمناؤں کو گدگدا کر بیدار کریں۔ ان فلموں کو دیکھ کر اپنے کچلے ہوئے اور دبائے ہوئے احساسات کو مراہق باہر لاتا ہے۔

اس دور میں مراہق ان مضامین اور کہانیوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے اندر تجسس اور تحقیق و جستجو کا ملکہ اور جذبہ پیدا کر دیں۔ وہ جلد سے جلد ان کے نتائج و عواقب اور اسباب و محرکات سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ جاسوسی کی فلموں اور کاؤبوائے اور جیمز بانڈ کی فلموں کو بڑے ذوق وشوق اور انہماک سے دیکھتا اور ان کے ہیروؤں کو اپنی زندگی کے لیے نمونہ بنا لیتا ہے۔ انہی جیسی حرکات و سکنات اور ان جیسے مکالمے ادا کرنے اور ان کے فیشن کو اختیار کرنے کو وہ اپنی زندگی کی معراج اور کامیابی قرار دیتا ہے۔ اس طرح مراہق اجتماعی زندگی میں وقت سے پہلے ہی داخل ہو جاتا ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی میڈیا، نظریہ اور عمل

اسلام میں میڈیا کی دینی اہمیت وضرورت:

اسلام میں ذرائع ابلاغ یا میڈیا کی دینی اہمیت وضرورت کی حسب ذیل بنیادیں ہیں:

۱: دین اسلام پوری دنیا اور تمام نوعِ انسانی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق و مالک اور پالنہار ہے، اور اس کائنات کا ذرہ ذرہ اسی ذات واحد کی گواہی دے رہا ہے۔

۲: اس دین کو جو بھی قبول کرتا ہے' اس کے ذمہ اس پیغام حق کو دوسروں تک پہنچانا بھی واجب ہے۔ اپنے اپنے زمانہ میں تمام انبیاءؑ اور رسولوںؑ نے یہ فریضہ انجام دیا ہے۔ قرآن اور احادیث سے اس کی پوری تائید ہوتی ہے: ادع الـــــى سبيـــــل ربک بالحكمة.........اور بلغوا عني ولو آية..........اور نصر الله امرأ سمع مقالتی ....وغیرہ۔

۳: آخری نبیؐ، ان کے اصحاب اور ان کے بعد آنے والے داعیوں کا کام دین کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔ ماعلی الرسول الا البلاغ۔

۴: اسلام کا پیغام انسانیت تک نہ پہنچانا معصیت کا باعث ہے۔ اس لیے کہ ایک طرح سے وہ کتمان علم کے حکم میں آتا ہے۔ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ آخری سانس تک دین کا پیغام پہنچاتا رہے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحابؓ کو دعوت کی راہ میں جن مجاہدات اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا اس سے اسلامی سیرت وسوانح بھرے ہوئے ہیں۔

میڈیا اور دعوت:

قرآن کریم میں ذرائع ابلاغ یا میڈیا کا مفہوم ادا کرنے کے لیے کسی لفظ کا انتخاب کیا گیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو وہ "دعوت" کا لفظ یا طاقت ور قرآنی تعبیر ہے، جو بلیغ ترین قرآنی تعبیر ہے اور اس کا کوئی بدل نہیں۔ اس تعبیر سے قرآن مجید ذریعہ ابلاغ اور اس سے وہ اسلام کی تعریف وتعارف کا کام لیتا ہے۔ قرآن کریم نے دعوت کی تعبیر کو مندرجہ ذیل مقامات پر استعمال کیا ہے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمة.......... یایها الذین آمنوا استجیبوا للّٰهِ و لرسول اذا دعاکم لما یحییکم.......... و لتکن منکم امة یدعون الی الخیر.......... قال نوح رب انی دعوت قومی لیلا و نهارا

اس قرآنی لفظ سے جو حقیقت نمایاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اہل علم کو چاہیے کہ لوگوں کو اسلام کی اور اللہ کے دین کی دعوت دیں۔ دعوت کی تعبیر میں زیادہ عمومیت اور جامعیت اور داعیوں کی دعوتی وعملی سرگرمیوں کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اور یہ مفہوم سامنے آتا ہے کہ قول وعمل میں ہر لحہ رواں دواں ہے۔ بالفاظ دیگر دعوت کے حسب ذیل مفاہیم واضح ہوتے ہیں:

(الف): دعوت کی تعبیر میں پیغام رسانی یا متعین اور محدود ومعروف اشخاص تک ندا کو پہنچانا شامل ہے۔ اس تعبیر میں رہنمائی وتوجیہ کی صفت پائی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ مدعو کی نفسیات سے واقفیت بھی داخل ہے تا کہ دعوت کی کامیابی کی زیادہ ضمانت ہو۔

(ب) دعوت کی تعبیر میں مدعو کے تئیں داعی کی ذمہ داریاں بھی داخل ہیں۔ وہ ذمہ داری یہ ہے کہ داعی کو اپنی دعوت اور پیغام پر پورا یقین وعقیدہ ہو۔ اور اس کی عقل، قلب اور رگ وریشہ میں وہ سرایت کر جائے۔ اس لیے وہ دعوتی تقاضے سے مجبور ہو کر دوسروں تک یہ پیغام پہنچانے پر مجبور ہو جاتا ہے تا کہ دوسرا شخص بھی اس روشنی سے مستفید ہو جس نے دل ودماغ کو روشنی بخشی ہے۔

(ج) دعوت کی تعبیر میں پیروی ومتابعت ونگرانی کا مفہوم بھی شامل ہے۔ تا کہ اس کو معلوم ہو سکے کہ دعوت وپیغام کا ردعمل دوسروں پر کیا رہا اور کس حد تک اس نے اپنا کام کیا اور اس تاثیر کی نوعیت وکیفیت کیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کی دعوت ناکام ثابت ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ دعوت میں مسلسل سرگرمی وجدوجہد، مسلسل حرکت وزندگی کا مفہوم شامل ہے۔ دور جدید کی اصطلاح میں ڈائنامک تحریک اور مسلسل ان تھک جدوجہد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصطلاح کی تفسیر اس طرح سمجھی جا سکتی ہے۔

میڈیا کی تاثیر کے تین شعبے ہیں:

تکرار۔ جدت۔ یاد دہانی۔

ا: تکرار و اعادہ:

پیغام کو دوسروں تک نئے نئے اسالیب میں پہنچانا، اور اس کے تسلسل و اعادہ کا مطلب یہی ہے کہ حالات و واقعات کے اعتبار سے اس پیغام کو نئے اور انوکھے اسلوب میں اس طرح پیش کرنا کہ اس پیغام میں غیر معمولی قوت و تاثیر آجائے۔ پھر جب جب کوئی مناسب موقع آئے تو اس کو غنیمت سمجھ کر اچھوتے انداز میں اس کو پیش کر دے تاکہ سامعین و قاری کو وہ نئی چیز معلوم ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی زندگی سے متعلق بہت سی بنیادی ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں جو اس کے عقیدے اور سلوک کا جزو لاینفک ہو جاتی ہیں۔ ان کا اعادہ و تکرار ضروری ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پولیو اور دوسرے امراض سے حفاظت کے لیے انجکشن دلانے کا مسئلہ ہے جس پر وقتاً فوقتاً میڈیا کے ذریعہ روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس طرح اسلامی شریعت سے متعلق احکامات ہیں۔ روزہ، حج، زکوٰۃ، نماز، قربانی وغیرہ کے مسائل کو ہمیشہ نئے نئے ڈھنگ سے مؤثر طریقہ سے پیش کرنا، قرآن واحادیث کے اسالیب دعوت میں تکرار و اعادہ اور اچھوتے انداز میں پیغام پر زور و تاکید بلکہ اس پر اصرار اس حد تک کہ یالیتہ سکت کہنا (کاش آپ خاموش ہو جاتے)

۲: جدت طرازی:

اس ذیلی عنوان سے ہی یہ معنی اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ایک خیال سے دوسرا نیا خیال اخذ کرنا...... اس لیے کہ دونوں کے درمیان ربط و تعلق ہے۔ مثال کے طور پر توحید کے موضوع پر روشنی ڈالنے کا مطلب شرک و کفر اور بت پرستی سے نفرت پیدا کرنا، انبیاءؑ کی سیرت و کردار پر نئے نئے اسلوب میں روشنی ڈالنے کا مطلب ایسی ہی سیرت، ایسا ہی کردار مطلوب ہے۔ مہذب انسان بننے کی دعوت کا مطلب جہالت اور ناخواندگی کو ختم کرنا، معاشرہ میں منظم زندگی گزارنا، ماحول کو گندگی سے دور رکھنا، شہری قوانین و نظام کی پابندی کی دعوت...... یہ سب امور اسی میں داخل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳: یاد دہانی یا تذکیر:

یاد دہانی کا مطلب افکار و خیالات کو نئے انداز میں یاد دلانا، انسانی ذہنوں میں ان کو از سر نو تازہ کرنا، اس لیے کہ اچھے افکار و خیالات اور پاکیزہ عقائد و دعوت کا تعلق کسی مناسبت یا موسم یا زمانہ سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ ان افکار و عقائد کی زندگی کا تعلق مسلسل تذکیر و یاد دہانی سے رہتا ہے۔ جیسا کہ قرآنی ارشاد ہے: و ذکر فان الذکری تنفع المومنین ، یایھا الذین آمنوا آمنوا۔ اس طرح کی تذکیر و یاد دہانی کی نفسیاتی بنیاد اس پر ہے کہ انسان خطا اور نسیان سے مرکب ہے، وہ بہت جلد بھول جاتا ہے۔ اس لیے اس کو حقائق یاد دلانا اور فرائض کی طرف اس کی توجہ مبذول کرنا حکمت و دانش مندی کا تقاضا ہے۔

یہ بات بڑی عجیب ہے اور قابل افسوس بھی کہ اس دور میں اگر آپ اسلام کے محاسن و فضائل بیان کریں تو لوگ اس کو سننے میں حقارت سے یہ کہہ کر مسترد کر دیں گے کہ یہ پروپیگنڈہ ہے۔ ہم دین کے پیغام کو میڈیا کے ذریعہ پہنچائیں گے، اس کا تعارف کرائیں گے تو یہ پروپیگنڈہ سے موسوم نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ایسا ممکن ہے۔ اس لیے پروپیگنڈہ اور دعوت کے درمیان بنیادی فرق کو پہلے سمجھ لینا چاہیے۔ مشہور مصنف لاسوئیل پروپیگنڈہ اور اس کی سرگرمیاں نامی کتاب میں لکھتے ہیں کہ پروپیگنڈہ حیلہ سازی کا دوسرا نام ہے۔ ایک دوسرا مصنف پروپیگنڈہ کے سلسلہ میں اپنے تجربات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اشارات و رموز کے استعمال سے افراد یا جماعتوں نے اپنے مقصد کے حصول کی منظم کوشش کی ہوتا کہ وہ اپنے ہی جیسے افراد یا جماعتوں کے نقطہ ہائے نظر پر غالب آسکیں۔ ایک دوسرا امریکی محقق برٹنر کہتا ہے کہ پروپیگنڈہ دراصل بنیادی طور پر حملہ آور ہتھیار ہے نہ کہ دفاعی اسلحہ۔ اس کے اندر اس بات کی صلاحیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے کہ بہت آسان طریقہ سے رائے کو تبدیل کر دے۔ ایک ماہر نفسیات لکھتا ہے کہ پروپیگنڈہ مکر و فریب اور حیلہ سازی کا دوسرا نام ہے۔

پروپیگنڈہ کا دوسرا رخ یا اس کا سرچشمہ یہ ہے کہ جن مصالح اور مفاد پر ان کا انحصار ہے اور جو وسائل و ذرائع اس میں استعمال کیے جاتے ہیں اور جو مفاہیم ان کے ذریعے پھیلائے جاتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور وہ نتائج جو اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے والوں پر مرتب ہوتے ہیں۔

ان مندرجہ بالا تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ پروپیگنڈہ ایک ایسا عمل اور کارروائی ہے جس کے ذریعہ قاری یا سامع یا پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے کی ذہانت کو ایک مرکزی نقطہ نظر پر جمع کر دیا جائے۔ یا بالفاظ دیگر ذہن وفکر کی دھلائی یا برین واشنگ کا کام کیا جائے اور انھیں تمام گندگیوں اور غلاظتوں کو پورے طور پر قبول کرنے کے لیے تیار کر دیا جائے جو پروپیگنڈہ کے ماہرین قاری اور سامع کی عقلوں اور ذہنوں کو مشکوک وملحدانہ افکار وخیالات اور ناکام سیاسی نظریات سے بھرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ذوق سلیم، حقائق وواقعات، احترام آدمیت سے ان کو ادنیٰ اور ذرہ برابر بھی تعلق نہیں۔

اگر جھوٹے پروپیگنڈہ کے بجائے اصل حقائق ہوتے اور صحیح وپاکیزہ افکار وعقائد ہوتے تو پھر پروپیگنڈہ کرنے والوں کو اس کی قطعی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ زہریلے، جھوٹے اور حقائق اور سے عاری ہو کر سستے پروپیگنڈہ کا سہارا لیں اور وہ اس کے ذریعہ لوگوں کی آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھ دیں اور عقلوں پر دبیز پردہ ڈال دیں۔ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ پروپیگنڈہ کی عمر زیادہ نہیں ہوتی۔ جلد یا بدیر حقائق پر سے پردے اٹھتے ہیں اور لوگ دن کے اجالے میں ان حقائق کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ جن پر پروپیگنڈہ کے ماہرین نے چکنی چپڑی باتوں اور چاپلوسی کا خول چڑھا رکھا تھا۔ یہ شان دار وعدے اور سنہرے خواب کے بلند وبالا محلات ریت کی دیوار ثابت ہوتے ہیں اور اس طرح تیزی سے گرتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درختوں کی پتیاں جھڑ جاتی ہیں۔ جرمنی کے گوئبلز کے سارے پروپیگنڈے کا کیا حشر ہوا۔ ستر سال کے بعد اشتراکی روس کی آہنی دیواریں کس طرح زمیں بوس ہو گئیں۔ مسولینی اور نپولین اور ہٹلر کے پروپیگنڈے کا کیا حشر ہوا۔ یہ سب کل کی باتیں ہیں۔ ہٹلر جب تقریر کرنے آتا تھا تو اسٹیج پر آتے ہوئے دل و دماغ اور اعصاب کو ہیجان میں مبتلا کرنے والے نغمے بجائے جاتے۔ اسٹیج پر تقریر کے دوران خاص جملوں اور تعبیرات پر اوپر سے روشنی ڈالی جاتی تھی۔ اس طرح اشتعال انگیزی کے وہ سارے ہتھیار اختیار کیے جاتے تھے جن سے سامعین مشتعل ہو جائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزشتہ سطور اور نمونوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پروپیگنڈہ کا مطلب حقائق کو الٹ دینا، عوام کو دھوکہ میں مبتلا کرنا اور قومی مفاد کے وسیع تر مصالح کی خاطر بلند و شریفانہ مقاصد کے حصول سے دلچسپی نہ لینا، یہ سب باتیں اسلامی میڈیا کے مفہوم یا اسلامی دعوت کے دائرہ سے قطعی طور پر خارج ہیں، اس لیے کہ ایک مسلمان صحافی کا بنیادی مقصد اور اس کا نصب العین یہ ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے متعلق صحیح افکار و خیالات اور اس کے صحیح و سچے عقائد و تعلیمات پیش کرے نہ کہ دین و شریعت کے حقائق کو مسخ کر کے لوگوں کو بتائے۔ اس بنا پر اسلامی عقائد و افکار سے متعلق معلومات و خبروں میں استمرار و ثبات کی صفات ہوا کرتی ہیں۔ اسی بنا پر وہ نہ تو کسی تضاد کا شکار ہوتا ہے اور نہ ہی نفسیاتی کشمکش سے اس کو دوچار ہونا پڑتا ہے اور نہ ہی دوسرے مذاہب کے مبلغوں اور داعیوں کے ساتھ وہ مناظرہ کرنا پسند کرتا ہے۔ پھر وہ کسی طرح نہیں چاہتا اور نہ اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ حقائق و واقعات کو پیش کرنے کی بجائے جذبات کو مشتعل کرنے کا کام کرے اور جھوٹے پروپیگنڈہ اور مسخ حقائق پر بھروسہ کرے۔ اس لیے کہ یہ سب ریت کی ایسی دیواریں ہوتی ہیں جو پلک جھپکتے ہی ڈھیر ہو جاتی ہیں۔

اسلامی میڈیا کی عمومی خصوصیات:

(۱) اسلامی ذرائع ابلاغ (میڈیا) کی بنیاد سچائی و راست بازی پر ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی مبارک زندگی کا آغاز ہی صدق، امانت اور راست گوئی سے ہوا، اسی کو دلیل و رہنما بنا کر آنحضرت ﷺ نے کوہ صفا کی بلندی سے قبائل سے خطاب کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسی صدق کی دولت سے مالا مال ہونے کی تصدیق جب کرالی تو پھر آپ ﷺ نے دینی دعوت کے بنیادی اصول پیش فرمائے۔ ذوق و وجدان اور سلاست زبان اور صدق و صفا کے التزام کی پابندی کی دعوت اسلام کی بنیادی اور اولین دعوت ہے۔ سورۂ زمر میں ہے:

و الذی جاء بالصدق و صدق به اور فمن اظلم ممن كذب على الله و كذب بالصدق اذ جاءه

آنحضرت ﷺ نے جب اپنے صادق و امین ہونے کی شہادت دلوادی تو پھر آپ ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دینی دعوت پیش فرمائی۔ اس لیے کہ اگر کسی کے بارے میں ایک بار بھی جھوٹ کا تجربہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

ایسے وقت میں جب کہ بیکاری کی سیاست کا بول بالا اور ہر طرح جھوٹے پروپیگنڈے اور مکر و فریب کی حکمرانی ہے، تنہا اسلامی میڈیا سے ہی یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہر حال میں حقیقت شناسی اور راست بازی سے کام لے گا اور خواہ حقائق کتنے تلخ ہوں انھیں پیش کر کے ان لوگوں کو امن و امان کے ساحل سے ہم کنار کرے گا جو جھوٹے پروپیگنڈے کے تنکے پر بیٹھے طوفان بلاخیز سے کھیلنے کی سعی نامراد کر رہے ہیں۔

۳۔ پاکیزہ اور بلند مقاصد:

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ عالمی ذرائع ابلاغ نے جن مقاصد کے فروغ اور نشر و اشاعت کو اپنا نصب العین بنا لیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

مختلف انسانی طبقات اور قوموں کے درمیان عداوت اور کینہ و نفرت و اختلافات کو ہوا دینا، دولت مندوں کے خلاف مفلسوں اور محتاجوں کو ابھارنا، اکثریت کو اقلیت کے خلاف اور اس کے برعکس اقلیت کو اکثریت کے خلاف مشتعل کرنا، قومی و علاقائی عصبیت اور جاہلی نعروں کو فروغ دینا، اپنے اسلحہ کو فروخت کرنے اور اپنے جنگی اسلحہ ساز کارخانوں کو مصروف کار رکھنے اور زیادہ سے زیادہ پیسے سمیٹنے کی خاطر مختلف قوموں اور دو پڑوسیوں کے درمیان جنگ کا بگل بجانا، اور جنگی فضا پیدا کرنا تا کہ دنیا تباہ اور ان کا ملک آباد و خوش حال ہو۔ یہ میڈیا اپنی حکومتوں کی آنکھوں کے شہتیر کو نظر انداز اور اپنی غلطیوں اور برائیوں پر دبیز پردے ڈالتا ہے، دوسرے ملکوں کی آنکھوں کا تنکا اس کو شہتیر اور رائی پربت نظر آتا ہے۔ ہر فحاشی و بدکاری کی سرپرستی میں پیش پیش رہتا ہے۔ ملحدوں، بے دین عناصر کی سرپرستی، ان کا دفاع، معاشرہ کے شیرازہ کو بکھرنے اور اس کو انتشار و انارکی کی راہ پر ڈالنے میں سرگرم رول ادا کرتا ہے۔ چند ٹکے کے عوض اپنے ایمان کا سودا آسانی سے کر لیتا ہے اور معمولی سکوں کے بدلے ناحق خون بہانے، کردار کشی، حقائق کو مسخ بلکہ ان کو پیروں تلے روندنے اور اصول و مبادی حتیٰ کہ عقائد تک سے دست بردار ہونے کے لیے تیار رہتا ہے۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے برعکس اسلامی میڈیا وسیع تر انسانیت کے مفاد و مصالح کا محافظ اور امن و سلامتی اور معاشرہ انسانی کے شیرازہ کو یکجا کرنا اس کا بنیادی مقصد ہوتا ہے۔ صحیفۂ آسمانی (قرآن مجید) کے پیش کردہ لازوال وابدی حقائق امور فطرت اور عدل وانصاف پر مبنی تعلیمات، روشن وتابناک شاہراہ حیات کی طرف ہمیشہ رہنمائی کرتا ہے۔ اس کی بنیادی خصوصیت تعمیر ہے نہ کہ تخریب۔ معاشرہ کو برائیوں سے محفوظ رکھنا ہے نہ کہ اس کو بے یقینی وانتشار کی راہ پر ڈالنا۔ تقویٰ اور خیر کا وہ داعی ہوتا ہے، لوگوں کی عزت کے درپے ہونا، ان کی پردہ دری، ان کے حقوق کو غصب نہ کرنا، نہ معصوم و بے گناہ انسانوں کی عزتوں سے کھیلنا اس کا شیوہ اور نہ پستیوں اور ذلتوں کے کیچڑ میں اترنا اور اپنے کو ان سے ملوث کرنا اس کا وطیرہ ہے۔ اس کے عقیدہ کی بنیاد قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا

اور

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ ، وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.

اسلامی میڈیا ہر فضیحت و رسوائی کے پیچھے دوڑتا نہیں تاکہ سنسنی خیز اور ہیجان انگیز شاہ سرخیوں کے ذریعہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرے اور نہ ہی بغیر کسی تحقیق کے صرف افواہوں کی بنیاد پر ہر فاسق و فاجر کی خبریں نشر کرتا ہے۔ وہ کسی خبر کی اشاعت سے پہلے ہر طرح کی چھان پھٹک کر کے یہ دیکھ لیتا ہے کہ فرد اور معاشرہ پر اس کے عواقب و نتائج کیا مرتب ہوں گے۔ جو لوگ اخلاقی قدروں سے کھلواڑ اور بیہودگیوں اور برائیوں کی سرپرستی کرتے اور نوجوانوں کے سامنے برائیوں کو اچھا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ تفریحی پروگراموں، بے مقصد خبروں لاطائل بحثوں اور لچر مقالات ومضامین کی اشاعت، مبالغہ آمیز خبروں، سنسنی خیز کہانیاں، جنسی و سفلی جذبات کو بھڑکانے والی تصویریں اور مضامین وہ شائع نہیں کرتا ہے اور نہ ہی عوام و خواص، مرد و عورتوں کے جذبات اور عقلوں سے وہ کھیلنا پسند کرتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی میڈیا کا بنیادی مقصد افراد کی اصلاح اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر و تشکیل ہے۔

۳: اسلامی میڈیا کی ہمہ وقت بیداری و نگرانی:

اسلامی میڈیا کی تیسری بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ معاشرہ میں موجود خرابیوں اور عیوب کو اپنی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور ان کی تفصیلات نوٹ کرتا ہے۔ اور ان کی تہ میں کارفرما اسباب و محرکات کا پتہ لگاتا ہے اور ان کا تجزیہ و تحلیل کرتا ہے۔ تاکہ حقائق تک رسائی ہو سکے اور ان سے سبق حاصل کیا جا سکے۔ میڈیا نام ہی ہے معاشرہ میں پائی جانے والی خرابیوں اور ان کی تہ میں کارفرما اسباب و محرکات تک رسائی اور معاشرہ کی تعمیر و تشکیل میں رہنمائی اور کی جانے والی جدو جہد کی نگرانی و پیروی کا، وہ یہ نہیں کرتا کہ شتر مرغ کی طرح حالات و واقعات سے آنکھیں بند کر لے اور طفل تسلیوں اور تفریحی پروگراموں اور کھیل کود کے ذریعہ عوام کو بہلانے کی کوشش کرے۔ جیسا کہ آج کل تیسری دنیا کے بیشتر ممالک کا عموماً اور مسلم ممالک کا خصوصاً افسوس ناک حال ہے کہ اصل مسائل سے چشم پوشی، خرابیوں کو مجرمانہ حد تک نظر انداز کرنے کے لیے سستے قسم کے تفریحی پروگراموں سے لوگوں کو بہلایا پھسلایا جاتا ہے۔ انھیں تھوڑے وقفہ سے نئے نئے دلکش نعرے دیے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی معاشرہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے حضور اکرم ﷺ معاشرے کے ہر چھوٹے بڑے واقعات اور خبروں کا نوٹس بروقت لیا کرتے، جب بھی کوئی قضیہ پیش آتا، کوئی خبر یا افواہ ہوتی، آپ ﷺ ان سے فوری طور پر حکمت عملی اور دانش مندی سے نمٹتے۔ آپ ﷺ بڑی سرعت سے مسجد تشریف لاتے۔ الصلاۃ جامعۃ کا اعلان ہوتا، منبر پر تشریف لے جاتے اور حمد و ثنا کے بعد اس قضیہ یا خبر یا واقعہ کے متعلق پوری وضاحت فرماتے کہ لوگوں کے سامنے حقائق آفتاب کی طرح روشن ہو جاتے۔ صحاح ستہ بکثرت ایسے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس جرمن لیڈر گوئبلز کی اس روش کو دیکھیے جس میں اس نے خاموشی کی پالیسی کو ترجیح دی ہے۔ ایک امریکن اسکالر نے جرمن اخبارات کو گوئبلز کی طرف سے شائع ہونے والے رہنما بیانات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ پچاس ہزار بیانات اس کی طرف سے آئے، ان میں سے ایک چوتھائی بیانات میں اخبارات کو یہ ہدایت تھی کہ فلاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملہ میں خاموشی کی پالیسی اپنائی جائے۔اس دور میں بھی تیسری دنیا کے میڈیا کا یہی حال ہے کہ وہ واقعات اور خبروں کو خوب پھیلنے دیتے ہیں، حالانکہ اس معمولی حقیقت سے انھیں واقف ہونا چاہیے کہ حقائق کی عدم موجودگی میں جھوٹ کی فرماں روائی ہوتی ہے۔

سیرت نبویؐ کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک بار مدینہ طیبہ کے مسلمان ایک آواز سے خوف زدہ ہو گئے، لیکن انھیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس خوف و گھبراہٹ کا مرکز کدھر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اسکی طرف توجہ فرمائی۔خود آپ ایک گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تاکہ حقائق سے واقف ہو سکیں۔تھوڑی دیر کے بعد تشریف لا کر آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا کہ گھبرانے اور پریشان یا خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، اطمینان رکھیں۔

اسلامی میڈیا جب کسی معاملہ یا قضیہ سے بحث کرتا ہے تو وہ کسی ایک فریق کے خلاف یک طرفہ فیصلہ نہیں سناتا، بلکہ اسکی پالیسی افراط و تفریط سے الگ، اعتدال و توازن سے متصف اور امت مسلمہ کے وسیع تر مفاد میں ہوتی ہے۔نہ ہی عوام کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر انکو گمراہ کرتا ہے۔

اسلامی میڈیا مسائل و مشکلات سے آنکھیں چرانے کے بجائے ان کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیتا ہے، اور ان کا متوازن حل پیش کرتا ہے۔وہ ان مسائل و مشکلات کا ہر قدم پر جائزہ لیتا ہے۔ نئے پیش آنے والے مسائل کی پیشگی یاددہانی کراتا ہے۔امت میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے اور انتشار و اختلافات سے بچانے کی سعی کرتا ہے اور اسلامی تعلیمات کے ذریعہ انتشار کو ختم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

اسلامی میڈیا مسائل و مشکلات سے باخبر کرنے کا نام ہے، نہ کہ ان کو الجھا کر تجارت کرنا۔ یہ حقیقت ہے کہ جو شخص بھی پیغام حق پہنچانا چاہتا ہے، اس کا مقصد تجارت نہیں ہے۔وہ ہمیشہ اپنے پیغام کی رسائی کے نتائج پر نظر رکھتا ہے۔وہ اپنی صدائے بازگشت سننے کا منتظر رہتا ہے۔وہ دیکھتا ہے کہ اس پیغام کو کس حد تک رسائی ہوئی ہے۔اس کے مطلوبہ نتائج کہاں تک حاصل ہوتے ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت جو ہدایات فرمائی تھیں ان میں ہر رہنمائی کے بعد اس کے نتائج اور ان کی نگرانی کا بھی حکم دیا تھا۔پہلے ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یمنیوں سے یہ کہنا، جب وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر یہ کہنا، اور یہ بھی مان لیں تو ان کے ساتھ یہ معاملہ کرنا۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ میڈیا کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مسائل و مشکلات سے تعرض کرنے کے بعد ردعمل دیکھے۔ اس کے بعد دوسرے مرحلہ کا آغاز کرے۔ پھر جب اس کی بھی تکمیل ہو جائے تو تیسرے مرحلہ میں داخل ہو۔

نوجوانوں سے متعلق اسلامی میڈیا کی ذمہ داریاں:

ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ خالص منصوبہ بند طریقہ سے دینی پروگرام نوجوانوں سے متعلق میڈیا پر پیش کیے جائیں۔ عرب اور اسلامی ملکوں میں یہ حال ہے تو غیر اسلامی ملکوں کا آپ اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں۔

دوسرا عیب یا نقص جو ہمارے سماج میں ہے وہ یہ کہ فطری شرم وحیا اور خاندانی ماحول و تعلیم کی بنا پر نوجوانوں کا حال عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی نفسیاتی و جسمانی تبدیلیوں اور ان کی توجیہ و تشریح سے بے خبر ہوتے ہیں۔ نہ مدرسہ میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے اور نہ ہی سماج میں اس طرح کی معلومات فراہم کی جاتی ہیں جو صحیح اور ٹھوس دینی و علمی بنیادوں پر مبنی ہوں۔ غلط اور ناقص معلومات کہیں نہ کہیں سے ان کو مل جاتی ہیں جو ان کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں۔ اس کی بنا پر وہ انحراف اور گمراہی کے راستے پر پڑ جاتے ہیں۔ مساجد میں جو تقریریں ہوتی ہیں، وہ بھی نوجوانوں کی ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہوتی ہیں۔

اس بنا پر اب یہ میڈیا کی ذمہ داری ہے کہ وہ سنجیدگی سے ٹھوس علمی بنیادوں پر پروگرام نوجوانوں کے لیے تیار کرے۔ ایسا منصوبہ بند پروگرام جو نوجوانوں کی نفسیات اور مطالبات و تقاضوں اور ضرورتوں کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہو۔

نوجوانوں کی بنیادی ضرورتیں اور تقاضے:

نوجوان اخبارات و رسائل کے صفحات اور روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے اور پڑھتے ہیں کہ اس دور کی مشکلات اور پریشانیاں کیا ہیں؟ جب وہ ان مشکلات کے متعلق براہ راست پڑھتے ہیں تو وہ فطری طور پر ان کا حل بھی تلاش کرتے ہیں، اس لیے کہ فطری اور وجدانی و ذوقی طور پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکلات ومصائب کو دیکھ کر ان کے اندر جذبات اور لطیف انسانی احساسات بیدار ہوتے ہیں۔ وہ مشکلات ومصائب میں مبتلا انسانوں کے لیے اپنے اندر ہمدردی اور رحم دلی کے جذبات پاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ عملی طور پر دوسروں کی مشکلات میں ساتھ دیں اور ان کی امیدوں اور آرزوؤں اور مقاصد کی تکمیل میں مدد اور تعاون کریں۔

عقلی بنیاد پر بھی سماجی مشکلات سے واقفیت اور ان مسائل کو حل کرنے کے طریقے اور تدابیر پر وہ اپنے تجربے، علم اور صلاحیت کی بنیاد پر غور کرتے ہیں اور اپنے رفقا اور دوستوں اور ٹولیوں کے ساتھ تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔ جوں جوں نوجوانوں کا علم اور تجربہ عمر کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے ان کے افکار وعمل کا دائرہ بھی بڑھتا جاتا ہے، اور وہ تدریجی طور پر ان مسائل ومشکلات کے حل پر جب غور وفکر کرتے ہیں تو اس میں مزید گہرائی اور سنجیدگی ہوتی ہے اور تخیلاتی اور نظریاتی سے زیادہ ان میں عملیت اور حقیقت پسندی ہوتی ہے۔ اسلامی میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوانوں کی رہنمائی اس طرح کرے کہ وہ آئندہ چل کر معاشرہ کی صحیح رہنمائی کر سکیں اور اس پر بار بننے کی بجائے اس کے لیے نافع بن سکیں۔

خواتین:

ہمارے معاشرے میں اگرچہ عام طور پر خواتین کو سیاسی وثقافتی، مقامی اور بین الاقوامی خبروں سے دلچسپی نہیں ہوتی، لیکن تعلیم یافتہ خواتین کو ان خبروں سے دلچسپی ہوتی ہے جو ان کی صنف سے متعلق ہوں۔ اسلامی میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خواتین کے لیے ایسے پروگرام پیش کریں جن سے ان کی دینی واخلاقی تربیت میں مدد ملے اور ان کے ذریعہ معاشرہ کو ترقی کی راہ پر ڈالنے میں آسانی ہو۔ گھریلو مسائل ومشکلات سے تعرض اور ان کو حل کرنے کی تدبیریں، معاشرتی مشکلات اور ان کی پیچیدگی کی طرف اشارے، سماج میں غلط رسوم ورواج کی اصلاح کی حکیمانہ کوشش، کہانیوں اور سیریز کے ذریعہ ٹی وی سے زیادہ ریڈیو پروگراموں سے اصلاح معاشرہ میں مدد ملتی ہے۔ اس لیے کہ ریڈیو سننے کے لیے اس اہتمام اور توجہ کی ضرورت نہیں ہوتی جو ٹی وی دیکھنے کے لیے ہوا کرتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوجوان لڑکیاں لڑکوں کے مقابلے میں زیادہ پڑھتی اور زیادہ متاثر ہوا کرتی ہیں۔ خاندانوں اور سوسائٹی میں پیش آنے والے حوادث اور واقعات سے ان کو غیر معمولی دلچسپی ہوا کرتی ہے۔

اسلامی میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے پروگرام نوجوان لڑکیوں اور خواتین کے لیے پیش کرے جو انھیں بچوں کے اندر حالات حاضرہ کے مطابق اخلاقی رجحانات اور اخلاقی و دینی قدریں پیدا کرنے میں مدد دے۔

ان خواتین کی فطری صلاحیتوں کا نہ صرف انکشاف کرے بلکہ ان کو ترقی دے اور ان کی رہنمائی بھی کرے۔ نہ کہ انکو مٹائے یا معطل اور ضائع کردے۔ ان مشکلات و مسائل کو سمجھنے میں مدد دے جن کی وجہ سے خاندانی شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

معاشرہ میں موجود مختلف معاشی معیاروں کے درمیان توازن پیدا کرنے میں مدد دے اور ایک محلہ اور ایک عمارت میں رہنے والوں کی معاشی حالت میں زیادہ خلیج پیدا نہ کرے۔

بچوں کے اندر جسمانی، جذباتی، عقلی اور نفسیاتی تبدیلیوں کے متعلق انھیں ٹھس معلومات فراہم کرے۔ جدید ٹکنالوجی، کمالیات، سامان تعیش کی جدید اشیا سے متعلق صحیح اور متوازن رہنمائی کرے تاکہ خاتون خانہ ہر جدید کی خریداری اور ہر نئے فیشن کے پیچھے نہ بھاگنے لگے۔ ان خواتین کے اندر قناعت کا جذبہ پیدا کیا جائے کہ اس سے گھریلو زندگی خوش گوار ہو سکتی ہے نہ کہ مادی وسائل کی کثرت استعمال سے۔

سن رسیدہ حضرات:

نوجوان اور خواتین کی طرح اسلامی میڈیا کو سن رسیدہ اور معمر حضرات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، چونکہ معاشرہ کی تعمیر میں ان کا بنیادی رول رہ چکا ہے اور اس عمر میں پہنچنے کے باوجود ایک صالح معاشرہ کو مزید صالح اور بہتر بنانے کے لیے ان کی بہر حال ضرورت ہے۔ اس لیے کسی حال میں بھی ان کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔ اسلامی میڈیا کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ نئی اور پرانی نسل کے درمیان جاری کشمکش کو ختم کرنے میں ان کی مدد حاصل کرے۔ نئی نسل کی رہنمائی اور تربیت میں ان سے تعاون اور ان کے تجربات سے استفادہ کرے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک معمر حضرات کی دلچسپیوں اور رجحانات و ذوق و پسند کا تعلق ہے تو عام طور پر عمر کے اس دور میں یہ حضرات میڈیا میں زیر بحث واقعات و حوادث، ان کے تجزیے، اور نتائج سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کی دلچسپیوں کا محور وہ اشتہارات و اعلانات بھی ہوتے ہیں جن میں نئی اور جدید مصنوعات کا اعلان کیا جاتا ہے اور ان کی خوبیاں گنوائی جاتی ہیں۔ اس طرح جسمانی کمزوری کے اس دور میں ان حضرات کو طبی ادویات اور اس میدان میں جدید تحقیقات سے غیر معمولی دلچسپی ہوا کرتی ہے۔ دوسری طرف بڑھاپے کی اس منزل میں انھیں ہلکی پھلکی خبروں، دلچسپ اور تفریحی پروگراموں اور نئی کہانیوں سے دلچسپی ہوا کرتی ہے۔

کامیاب میڈیا کی خصوصیات:

میڈیا یا ذرائع ابلاغ میں وہ تمام مضامین داخل ہیں جن کو دوسروں تک پہنچایا جائے، خواہ وہ مکتوبات کی صورت میں ہو یا سماعت میں آئے یا مشاہدے اور سننے یا صرف دیکھنے یا زبانی گفتگو کے ذریعہ انجام پائے۔ اس مضمون کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ میڈیا کے ذریعہ سننے، دیکھنے اور پڑھنے والے پر اثر ڈالا جائے اور پہلے سے ان کے متعین اور محدود نتائج کا اندازہ لگایا جائے۔

میڈیا خواہ وہ جس شکل میں بھی ہوگا، ایک مقصد اور پیغام ہوتا ہے۔ یہ مقصد اور پیغام اس مضمون سے ظاہر ہوتا ہے اور وہی رخ متعین کرتا ہے کہ اس کا کام کیا ہے۔ کس حد تک اس کو یہ کام انجام دینا اور کہاں تک اس کو پہنچانا ہے۔ وہ کسی خاص فرد اور کسی تنہا شخصیت کے لیے نہیں ہوتا بلکہ وہ کسی خاص جماعت، گروہ، طبقہ یا پوری قوم کے لیے ہوتا ہے۔ کبھی ذاتی مقصد کے لیے بھی یہ مضمون ہوتا ہے، لیکن ایسی صورت میں اس مضمون کی کاپیاں تیار کرا کے انفرادی طور پر لوگوں کو بھیجی جاتی ہیں، بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر خبر کا ایک متعین مقصد اور خاص پیغام ہوتا ہے، اگر کوئی نامہ نگار یا صحافی اپنی خبر کے ذریعہ کوئی پیغام نہ دے سکے تو جدید میڈیا کی نگاہوں میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

اس طرح خبروں کے نتائج پر نگاہ رکھنا اور یہ کہ ان خبروں نے متعین مقاصد کس حد تک حاصل کر لیے ہیں اور اب آگے کون سا مرحلہ باقی ہے۔ یہ بھی صحافی کے بنیادی مقاصد اور میڈیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے لازمی ہے۔رائے عامہ کی تشکیل اور ذہن سازی میں کامیابی کا اندازہ لگانے کے لیے صحافیوں کے پاس اپنے ذرائع اور متعین وسائل ہوتے ہیں جن سے وہ معلوم کر لیتے ہیں کہ ان کی خبروں، تصویروں، تبصروں، انٹرویو، تحلیل وتجزیے سے کس حد تک ذہن سازی ہوتی ہے اور رائے عامہ کس حد تک ہموار ہوتی ہے۔

(ا) میڈیا کے مضامین کا قارئین وسامعین کی روزہ مرہ کی زندگی سے ربط وتعلق ضروری ہے۔عوام یا اکثریت کے احساسات وجذبات کی ترجمانی کرے۔ان کے طرز عمل اور سلوک و رجحانات میں مفید اور مؤثر کردار ادا کرے، اور ماحول اور جن شخصیتوں سے ان کا تعلق ہے ان پر اثر انداز ہوں۔

تجربات سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عام طور پر قارئین وسامعین ومشاہدین اپنی دلچسپی اور ذوق کی چیزوں ہی سے تعلق رکھتے ہیں جو ان کے ذوق ودلچسپی سے میل نہ کھائے' اس کو وہ قبول نہیں کرتے۔اور نہ ہی ایسے مواد کے بارے میں انھیں کوئی پرواہ ہوتی ہے۔دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ میڈیا کے مضامین کو قبول یا مسترد کرنے میں لوگوں کو اختیار ہوتا ہے، ان کو جبریہ کسی پر مسلط نہیں کیا جا سکتا۔آج کے دور میں جو شخص اپنی مرضی اور ذوق کے مطابق جو چاہتا ہے، پڑھتا، دیکھتا اور سنتا ہے۔اس طرح وہ کسی مسئلہ پر رائے متعین کرنے اور اس پر مطمئن ہونے میں ہر طرح آزاد وخود مختار ہے۔وہ اس میں بھی آزاد ہے کہ اپنی اس قناعت اور فہم کو عملی سلوک میں تبدیل کر دے یا اس کو نظر انداز کر دے۔ہو سکتا ہے کہ وہ سگریٹ نوشی کو مضر سمجھے، لیکن اس کو ترک نہ کرے۔تیز ڈرائیونگ کے خطرات سے باخبر ہوتے ہوئے بھی تیز رفتاری سے باز نہ آئے۔لیکن کامیاب میڈیا وہی ہے جو پہلے لوگوں کو سگریٹ نوشی کے مضر اور مہلک اثرات اور تیز ڈرائیونگ کے نتیجہ میں یقینی موت کے متعلق سمجھا دے، پھر ان کو مطمئن کر دے۔تیسرے مرحلہ میں اس کو عمل اور سلوک میں تبدیل کر دے۔فہم + رضامندی = عملی سلوک

اس سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ میڈیا کے میدان میں فہم کو رضامندی کا مقدمہ قرار دیا جاتا ہے۔یہ ضرورت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مواد ومضامین اس طرح تیار کیے جائیں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن لوگوں تک بات پہنچانی ہے وہ انھیں اچھی طرح سمجھ لیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو چیز آپ کے لیے واضح اور قابل فہم ہے، وہ ہمارے لیے بھی قابل فہم اور واضح ہو۔ اس کا سارا انحصار اس بات پر ہے کہ صحافی اپنے مخاطب کی نفسیات، اس کے ذوق ورجحانات، اس کی ثقافت کے معیار و میلانات کس حد تک واقف ہوتا ہے۔ مضمون تیار کرنے سے پہلے یہ حقیقت اس کے پیش نظر ہونی چاہیے، خود میڈیا کے بنیادی رول کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ وہ سامعین کے لیے پیغام کو بامقصد اور مؤثر بنانے میں مرکزی اہمیت رکھتا ہے۔

میڈیا کے میدان میں مندرجہ بالا خصوصیات کو نقطہ آغاز کہا جاتا ہے۔

(ا) کامیاب میڈیا کی دوسری بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے قارئین کا اعتماد حاصل کرلے۔ یعنی خبریں اور مضامین اس انداز سے تیار کیے جائیں کہ وہ مبالغہ آرائی سے خالی ہوں۔ انھیں پیش کرنے میں رنگ آمیزی اور تاثرات ظاہر کرنے میں افراط وتفریط سے کام نہ لیا جائے۔ خبروں میں زیادہ گرمی اور سنسنی خیزی اور نہ ہی انتہائی درجہ برودت ہو۔ اس لیے کہ خبروں کی تہ میں کارفرما مقاصد اصل اور بنیادی اہمیت رکھتے ہیں جو دونوں صورتوں میں اپنی افادیت کھو دیں گے۔ اسکے ساتھ اس کی بھی توقع اپنے قاری سے صحافیوں کو نہیں رکھنی چاہیے کہ صحافی سے پہلے قاری اس کی خبروں سے متاثر ہوجائے گا۔ یعنی سب سے پہلے صحافی کا خبروں اور مضامین سے متاثر ہونا ضروری ہے، تبھی اس تاثیر اور قوت کو وہ خبروں کے ذریعہ دوسروں تک منتقل کرسکے گا۔ اگر وہ خود خبروں کی حقیقت سے ناواقف، اسکے اندر پوشیدہ پیغام ومقاصد سے بے بہرہ ہے تو دوسروں سے اس کو کسی تاثر کی توقع نہیں رکھنی چاہیے خواہ ذرائع ابلاغ کتنے ہی طاقت ور اور مؤثر ہوں۔

عرب شاعر زہیر ابن ابی سلمٰی نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

انسان اپنے اخلاق وصفات کو خواہ کتنا ہی چھپانے کی کوشش کرے وہ لوگوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ عربوں کا محاورہ ہے کہ تمہاری شخصیت کے اندر جو بھی خصوصیت ہے وہ تمہاری گفتگو سے ظاہر ہوجائے گی:

تا مرد سخن نگفتہ باشد   عیب وہنرش نہفتہ باشد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض مضامین، خبریں اور کارٹون ایسے ہوتے ہیں جن میں مبالغہ آرائی کا اظہار بذات خود مقصود ہوتا ہے۔ اس طرح سے بھی قارئین کا اعتماد حاصل کیا جاتا ہے، جیسے کارٹونوں میں، بعض نمایاں اعضا کو بہت نمایاں اور مزاحیہ طریقہ اور طنزیہ انداز سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ دیکھ کر ہنسی آ جائے۔ مثال کے طور پر کسی بخیل کو کارٹون کی صورت میں اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ لٹکتا ظاہر ہیں جو بخل کا اثر اور علامت ہے۔ اس مبالغہ کا بنیادی مقصد بخل سے عمومی نفرت اور لوگوں کے دلوں میں اس سے متعلق تحقیر آمیز رویہ پیدا کرنا ہے۔

ایک سوال یہ بھی ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ قارئین کا اعتماد حاصل کرنے کو کامیاب میڈیا کے لیے بنیادی شرط کیوں قرار دیا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اعتماد حاصل ہونے کی صورت میں آپ جو پیغام چاہیں گے، اس تک آسانی سے پہنچا سکتے ہیں۔ وہ آنکھ بند کر کے آپ پر اعتماد کر لے گا۔ اس لیے صحافی سے بنیادی مطالبہ یہی ہے کہ وہ جو مواد بھی پیش کرے، اس میں معقولیت اور توازن ہو۔ دھمکی اور وعدے وعید سے خالی ہو۔ انانیت اور تکبر پیدا نہ کرے، بلکہ میڈیا کے مضامین نرمی و محبت رحم دلی پر مبنی ہوں۔

(۳) کامیاب میڈیا کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ نفسیاتی ہم آہنگی اور ترتیب کا خیال مضامین کو پیش کرنے میں کیا جائے نہ کی منطقی ترتیب کا خیال رکھا جائے۔

یہ بنیادی حقیقت ہر اخباری ایڈیٹر، ریڈیائی خبروں اور ٹی وی کے مضامین تیار کرنے والے کے سامنے رہنی چاہیے کہ وہ ان خبروں کو پیش کرنے میں نفسیاتی ترتیب کا لحاظ رکھے۔ نیوز ریڈر کا اصل کمال اور خوبی یہ نہیں کہ وہ خبروں کو جوں کا توں سامعین کے لیے پیش کر دے بلکہ اصل کمال اور خوبی یہ ہے کہ سامعین و مشاہدین جس طرح بہتر سے بہتر حالت اور کیفیت میں اس کو سننا اور دیکھنا چاہتے ہیں، اس کے مطابق نیوز ریڈر خبریں پیش کرے۔ بالفاظ دیگر خبریں پیش کرنے والے کو چاہیے کہ خبریں سننے والے کے دل کی دھڑکنوں، احساسات، اس کے فہم، قبولیت، رضامندی اور جوش و جذبے کے ساتھ ساتھ چلے اور عقل سے پہلے جذبات کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ خبر کے ہر لفظ اور ہر جملہ کو اس طرح ادا کرے اور وہی لب و لہجہ اختیار کرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اس کے لیے مناسب ہے۔ یعنی مضامین اور ان کی روح سے پوری طرح ہم آہنگی ہو جائے اور وہ جذبہ اپنے اوپر طاری کرلے جو خبروں کی تہہ میں پوشیدہ ہے۔ ہم اس مفہوم کو اس طرح بھی ادا کر سکتے ہیں کہ میڈیا کے مضامین اور مواد عقل و جذبات کے دو بازوؤں کے سہارے پرواز کرتے ہیں۔ یہ دونوں ہی شہپر متوازن ہیں، ان کے اندر تناسب ہے، کمی و زیادتی نہیں۔

میڈیا کے میدان میں یہ بنیادی سوال ہمیشہ سامنے رہتا ہے کہ ایک میڈیا کا پیغام دوسرے میڈیا کے پیغام سے ہم آہنگ ہوگا یا اس کے مخالف اور متضاد ہوگا۔ ہم آہنگی کی صورت میں آپ کے میڈیا کا پیغام مؤثر اور مفید ثابت نہیں ہوگا، اس لیے کہ مشاہد یا قاری یا سامع ہمیشہ نئی معلومات اور نادر و نایاب خبروں اور جدید ترین حقائق کا متلاشی ہوتا ہے۔ وہ آپ سے کسی مکرر خبر کے سننے میں اپنا وقت برباد نہیں کرے گا۔ ایسی صورت میں کسی کتاب کی تیاری یا کسی ٹی وی پروگرام، ریڈیائی تحلیل و تجزیہ اور اخباری خبروں اور افتتاحیوں کی تیاری و تحریر میں جدت اور ندرت کا ہونا ضروری ہے۔ یہی حال کتابوں کی تصنیف کا ہے۔ ایک ہی موضوع پر کتابوں اور رسائل و اخبارات کی اتنی کثرت ہے کہ درجنوں اخبارات و رسائل اور کتابوں میں آپ کو کام کی بات دو فی صد سے کم ہی ملے گی۔

پروگراموں میں تضاد و مخالفت کی صورت میں میڈیا کی ذمہ داری انتہائی خطرناک حد تک حساس اور نازک ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ دو متضاد پروگراموں کو دیکھ کر یا سن کر قاری و سامع حیران و سرگرداں ہو جاتا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس کی تصدیق کرے۔ تضاد اور کشمکش کی صورت میں وہ دونوں کو فوری طور پر مسترد کر دیتا ہے اور یہ کہہ کر دامن چھڑا لیتا ہے کہ دونوں جھوٹے ہیں۔ اس کو تو میڈیا سے یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ اس کی رہنمائی کرے گا۔ لیکن اس کی بجائے وہ دیکھتا ہے کہ میڈیا کے مختلف تیروں کا نشانہ بن رہا ہے۔ ایسی صورت میں پروگرام تیار کرنے والے کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس طرح پروگرام پیش کرے کہ اس کو خود اندرونی طور پر اطمینان ہو، اس میں تضاد و کشمکش نہ ہو۔

پروگراموں کی تیاری میں اس کا بنیادی لحاظ ضروری ہے جو کچھ پیش کیا جائے، وہ مدلل ہو اور منطقی نتائج تک خود پہنچا دے۔ مضمون اس طرح مدلل تیار کیا جائے کہ دلائل و براہین کا رد کرنا یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان جواب دینا ناممکن ہو جائے۔ اس لیے کہ میڈیا کا پیغام جب سانچہ میں ڈھالا جاتا ہے تو اس میں جذبات و منطق دونوں پہلوؤں کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ واقعاتی زندگی پر مبنی حقائق و معلومات شخصی و ذاتی آراء و افکار کے مقابلہ میں زیادہ مؤثر، طاقت ور اور دل آویز ہوتے ہیں۔ دوسری حقیقت یہ ہے کہ میڈیا کے پیغام کو واضح اور اس کے مقصد کو متعین ہونا چاہیے۔ صحافی اپنی خبروں اور تصویروں، کارٹونوں اور افتتاحی اداریوں سے لوگوں کو کیا پیغام دینا چاہتا ہے، کیا اس کا کوئی محدود مقصد ہے۔ وہ خود واضح طریقے سے اپنے مقصد کو بیان نہیں کرتا بلکہ وہ اس کو قاری و مشاہد اور سامع کی ذہانت پر چھوڑ دیتا ہے، یا یہ ضروری ہے کہ خبروں کے مقصد کو واضح طور سے بتا دے تاکہ قاری و سامع اور مشاہد کو زحمت نہ ہو اور یہ نہ سمجھے کہ یہ کوئی پہیلی بیان کی جا رہی ہے۔ پھر کیا سیاسی اور سماجی اقتصادی موضوعات پر لکھنے والوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس موضوع پر مختلف نقطہ ہائے نظر یا خود اپنی رائے کا اظہار کر دے۔ امریکہ کے دو صحافیوں نے جو میدانی سروے کیا تھا' اس سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ جن پروگراموں کے مقاصد واضح اور متعین تھے انھیں ۴۸٪ سامعین نے سمجھا۔ جبکہ جن پروگراموں کے مقاصد واضح اور متعین نہیں تھے ان کے سلسلے میں ۱۹٪ سامعین نے پسندیدگی اور تبدیلی کا ذکر کیا۔ اس طرح میڈیا میں اس بات کو بھی بنیادی اہمیت دی جانی چاہیے کہ میڈیا کا پیغام جہاں متعین اور واضح ہو' وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کام کی نوعیت اور کیفیت اور طریقہ کار کا بھی تذکرہ کیا جائے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اس خبر کا موقع و محل بھی اس سے متعلق ہو اور مناسب بھی۔

پروگرام تیار کرنے والوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سامعین و قارئین کے عام رجحانات سے فائدہ اٹھائے اور ان آراء سے جو رجحانات معلوم ہوں انھیں عوام کے سامنے لائے۔ اس عنصر سے ہٹلری دور میں گوئبلز نے بہت فائدہ اٹھایا تھا۔

(۴) اسلام نے وسائل اور مقاصد کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا ہے۔ اس کے نزدیک دونوں کے درمیان نہ صرف ہم آہنگی ضروری ہے بلکہ اسلامی معیار ہی فیصلہ کن ہے۔ شریفانہ اور بلند مقاصد کے حصول کے لیے غیر شریفانہ وسائل اختیار نہیں کیے جا سکتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الف) دور جدید میں دولت مند، سرمایہ کار اور بڑے بڑے سیاست داں اپنے مادی فوائد کے حصول کے لیے اخبارات ورسائل اور میڈیا کے دوسرے وسائل اختیار کرتے ہیں اور اب تو میڈیا نے ایک مستقل صنعت کی شکل اختیار کرلی ہے۔

(ب) شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ اقتصادیات کو اخلاق کے تابع ہونا چاہیے۔ لیکن دور جدید میں مادی ذہن نے نشہ آور اشیا، شبینہ کلبوں، رقص گاہوں اور سینما کے فروغ کے لیے میڈیا میں بڑے بڑے اشتہارات کا سہارا لیا ہے۔ لیکن اسلامی میڈیا اس طرح کے اشتہارات کی اپنے یہاں اشاعت کو اسلامی اخلاق اور اصول ومبادی کے منافی قرار دیتا ہے۔

(ج) اسلامی میڈیا میں اخلاقی قدروں اور اصول ومبادی کو بہر حال ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے۔ دیگر تمام چیزیں ان کے تابع ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس مغربی میڈیا میں مادی مصالح کے آگے معنوی اور اخلاقی قدروں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ عوام کے لیے جو پروگرام بھی پیش کیا جاتا ہے اس میں مادی نفع کو اولین مقام حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے سامنے کوئی بلند تر شریفانہ مقصد نہیں اور نہ ہی واضح نصب العین ہوتا ہے اور نہ ہی کسی انسانی قضیہ کے بارے میں مغربی میڈیا کا مخلصانہ رول ہوتا ہے۔ مغربی میڈیا ہر قیمت پر مادی منافع کو ترجیح دیتا ہے چاہے اس کے لیے مال حرام کا سہارا لینا پڑے یا شراب وشباب اور سفلی جذبات کو بھڑکانے اور حیوانی شہوت کو فروغ دینے کے لیے کتنی ہی پستی میں اترنا پڑے وہ اس کے لیے تیار رہتا ہے۔

(د) جب وسائل وذرائع کو پاکیزہ مقاصد کا حامل ہونا چاہیے تو ان مضامین کو بھی پاکیزگی اور تقدس کا حامل ہونا ضروری ہے۔ حکمت ودانش مندی، مخلصانہ رہنمائی اور خیر خواہی کا جذبہ اس کی تہ میں کارفرما ہو۔ اول وآخر اس کے پیش نظر انسانیت کی تعمیر ہو، سنجیدگی ومتانت ہو نہ کہ اشتعال انگیزی اور جذباتیت پر مبنی ہو۔ ان سب سے مقدم یہ کہ صحیح عقیدہ توحید پر اس کی اساس ہو، بدعات وخرافات اور خواہشات نفسانی سے پاک ہو۔ اس لیے کہ اسلامی میڈیا اور دعوت دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ (صدق اللہ العظیم)

دوسری جنگ عظیم کے بعد اگر چہ یکے بعد دیگرے مسلم ممالک آزاد ہوتے گئے لیکن استعماری طاقتوں کے پھیلائے ہوئے سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی ارتداد کے جال میں وہ دوبارہ پھنس گئے۔ ان طاقتوں نے تمام مسلمان ممالک پر بدترین قسم کی آمرانہ اور ملحدانہ حکومتیں مسلط کر دیں جنہوں نے مسلم عوام کو مادی ترقی اور اسلامی قدروں سے محروم کر دیا۔ الا ماشاءاللہ۔ چنانچہ بڑے پیمانہ پر اقتصادی بدحالی، سیاسی استبداد اور ایمانی آزمائشوں سے بچنے کی خاطر مسلمانوں نے یورپ وامریکہ کا رخ کیا۔ پہلے ارادہ تھا کہ کچھ عرصہ ملازمت کر کے واپس وطن چلے جائیں گے لیکن اقتصادی طور سے مسلمان مہاجروں کو خوش حالی سے واسطہ پڑا تو انہوں نے اپنی بیوی بچوں کو بھی بلا لیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد انہیں بنیادی شہری حقوق حاصل ہوگئے جن کے نتیجے میں ان مسلمانوں کو مزید اقتصادی وسماجی استقرار واطمینان حاصل ہوگیا۔ ان بنیادی حقوق میں سے یہ بھی تھا کہ یہ مہاجرین مکانات کے مالک بن سکتے ہیں، جائداد کی خرید وفروخت کر سکتے ہیں، ووٹ بھی دے سکتے ہیں اس لیے کہ ٹیکس دیتے ہیں۔

سماجی واقتصادی استقرار کے بعد ان مسلمانوں کو خیال آیا کہ اسلام میں ہماری شناخت اور تشخص وامتیاز ہے، اسلئے مسجد کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے علاقوں میں مساجد تعمیر کیں۔ اسکے بعد اسلامی مراکز کی تعمیر شروع کر دی۔ مسلم تنظیمیں، دینی مدارس اور انجمنیں قائم ہونے لگیں۔ دعوتی سرگرمیوں کے نئے میدان کی تلاش میں تبلیغی جماعتوں نے بڑی کثرت سے اپنی جماعتیں روانہ کیں (تازہ اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سو بیس ملکوں میں تبلیغی جماعتوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی آمدورفت ہورہی ہے۔) وہاں سے برصغیر اور عرب ممالک جماعتیں روانہ کی گئیں، ان کے علاوہ بھی توفیق الٰہی سے بہت سے افراد اور گم نام داعیوں نے امریکہ و یورپ کے زندانوں میں اسلامی دعوت کا کام شروع کیا اور ان پر محنت کی۔ اسلام دشمن پروپیگنڈے اور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے وحشیانہ مظالم نے بھی غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کے لیے جگہ بنائی۔ اس وقت صرف یورپی ممالک میں مجموعی طور پر دو کروڑ (فرانس میں پینتالیس لاکھ، انگلستان میں بیس لاکھ، جرمنی میں پندرہ لاکھ) مسلمان بستے ہیں اور امریکہ میں اسی لاکھ کی تعداد میں مسلمان موجود ہیں (ان میں امریکی کالوں کا تناسب ۴۲ فی صد ہے۔ ہر سال گیارہ ہزار اسلام قبول کرنے والے امریکیوں میں ۸۵ فی صد کالوں کی تعداد ہوتی ہے۔ اسلام کی پناہ میں آنے والی خواتین کا تناسب ۶۸ فیصد ہے) امریکہ میں ایک ہزار مساجد، تین سو سے زائد اسلامی مراکز اور ایک سو اڑتالیس دینی مدارس ہیں۔ سرگرم اسلامی تنظیموں اور فعال دینی جماعتوں کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں جو مسلمان مغربی ملکوں میں آئے، ان کی ایک تعداد ایسی بھی تھی جو اپنی شناخت سے محروم ہوگئی اور وہ مغربی سانچوں میں ڈھل گئی۔ لیکن خاصی تعداد مسلمانوں کی ایسی تھی جس نے ایک مدت مغربی معاشرہ میں گزارنے کے بعد اپنے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ جب انہیں اولاد کی گمراہی کا احساس اور زبردست معنوی خسارے کا اندازہ ہوا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے اسلام اور مسلم دشمنی کے مناظر اور مغربی معاشرہ کے شیرازہ کو بکھرتا، جنسی انارکی اور اخلاقی فساد کو سیلاب و طوفان کی طرح پھیلتے دیکھا۔ مسلم ممالک اور برصغیر سے جانے والے داعیوں، دینی جماعتوں کی بکثرت آمدورفت نے بھی مغرب میں مقیم مسلمانوں کے اندر دعوتی قندیلوں کو روشن کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پہلے دورۂ یورپ (۱۹۶۳ء) کے دوران میں جو خطوط لکھے تھے، ان میں انہوں نے لکھا تھا کہ یہاں آکر اندازہ ہوا کہ جب تک خود مغربی ملکوں مین تبدیلی نہیں ہوگی، اس وقت تک مشرقی ملکوں میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کہ تمام مشرقی ممالک کے سوچ مغربی ممالک کے پاس ہیں۔ مولاناؒ نے مغربی معاشرہ کے اخلاقی زوال کے پس پردہ کارفرما یہودی عزائم اوران کی انسانیت دشمن تخریبی سرگرمیوں کے نتائج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہودیوں کا اپنے مفسدانہ مقاصد میں کامیابی الٰہی نظام عدل اوراس کی ارحم الراحمین صفت کے خلاف ہے۔ چونکہ انسانیت کو قیامت تک باقی رہنا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آخری دین ہی غالب ہوگا اور انجام کار اسلام کے حلقہ بگوشوں ہی کے لیے ہے۔

مولانا ندویؒ کی پیشین گوئیاں اس طرح پوری ہو رہی ہیں کہ خود مغربی ملکوں کے دانشوروں اور مفکروں کے نقطۂ نظر میں تبدیلی آرہی ہے۔ اپنے ہی ہاتھوں پھیلائے ہوئے عالم گیر دباؤ کے خلاف ان کے اندر فکر و تشویش اور ندامت کے ساتھ جھنجھلاہٹ پائی جاتی ہے۔ وہ حیران و پریشان ہیں کہ اس دلدل سے کیسے نکلیں۔

امریکی حکومت کے سابق مشیر برائے قومی سلامتی مسٹر برجینکسی اپنی کتاب OUT OF CENTRAL میں لکھتے ہیں: ''وہ سماج جس میں ہر چیز کی اجازت ہوتی ہے اور ہر چیز کو حاصل کیا جا سکتا ہے، وہ ایسا معاشرہ ہے جسکا اخلاقی معیار سب سے زیادہ پست ہوتا ہے۔ ایسے معاشرے میں انسان اپنی تمام تر خواہشات کی تکمیل پر اپنی جدوجہد کو مرکوز کر دیتا ہے اور وہ ہر قیمت پر اس کو پوری کرتا ہے''۔

مشہور امریکی مورخ آرتھر چیلینجز اپنی کتاب USA میں لکھتا ہے کہ امریکی معاشرہ میں متعدد تہذیبوں اور ثقافتوں کو ختم کرنے اور اس کے قالب میں ڈھالنے کا تجربہ ناکام ہو چکا ہے، اس لیے کہ مغرب اپنی اخلاقی قدروں سے محروم ہو چکا ہے۔

سابق امریکی صدر نکسن نے بھی مغربی دنیا کی حقیقی ترقی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہماری تہذیب کو جن مشکلات کا سامنا ہے، ان کا خلاصہ اور روح یہ ہے کہ مادی اعتبار سے ہماری تہذیب اسی وقت باقی رہ سکتی ہے جب کہ اپنی کھوئی ہوئی روحانیت دوبارہ حاصل کرے۔

مشہور مفکر ڈاکٹر الیکس کیرل اپنی عالمی شہرت کی حامل کتاب MAN THE UNKNOWN میں لکھتا ہے: ''موجودہ مغربی تہذیب و تمدن نے انسانی قدروں اور ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام خصوصیات کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ موجودہ مغربی تہذیب ہماری نفسیات سے کسی طرح ہم آہنگ نہیں ہے۔ اس کا وجود ہماری فطرت اور خصوصیات کو سمجھے بغیر عمل میں آیا ہے۔ اگرچہ ہماری جدوجہد ہی نے اس کو وجود بخشا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہماری حقیقی خواہشات اور فطری خصوصیات سے بیگانہ ہے''۔

وہ آگے چل کر لکھتا ہے: ''بنیادی حقیقت یہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ اصل انسان ہے، اس کی فطرت سے ہم آہنگ ہر چیز ہونی چاہیے۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جس دنیا کا اس انسان نے انکشاف کیا ہے اس میں وہ خود بیگانہ بن کر رہ گیا ہے۔ وہ اپنی دنیا کی تنظیم اس لیے نہیں کر سکا کہ وہ اس کی فطرت سے عملی طور پر ناواقف ہے۔ اس بنا پر جو مہیب ترقی اس نے حاصل کی ہے اور جس طرح جمادات نے زندگی کے علوم پر امتیاز و تفوق اور برتری حاصل کی ہے' وہ ان سانحوں اور المیوں میں سے ایک ہے جس کا سامنا انسان کو کرنا پڑ رہا ہے۔ وہ ماحول اور ایجادات جن کو ہماری عقلوں نے پیدا اور تیار کیا' وہ ہماری روح اور اخلاق سے ہم آہنگ نہیں اور نہ ہی ہمارے قد و قامت پر راس آ رہا ہے۔ ہم مغربی لوگ اخلاقی اور فکری طور پر انتہائی درجہ پست سطح پر گر چکے ہیں۔ ہم گھٹیا اور بدقسمت لوگ ہیں، وہ قومیں اور گروہ جو صنعتی ترقی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ چکی ہیں اور انہوں نے غیر معمولی سرعت کے ساتھ یہ منزل حاصل کی ہے، وہ برابر کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی ہیں اور جتنی سرعت سے انہوں نے ترقی کی تھی، اس سے کہیں زیادہ تیزی سے دوسروں کی بہ نسبت پستی کے غاروں اور بربریت و حیوانیت کے گڑھوں میں گریں گی اور انہیں اس کا احساس تک نہ ہوگا''۔

امریکی معاشرہ کے بکھرتے ہوئے شیرازے اور پوری ریاست ہائے متحدہ امریکہ پر چھائی ہوئی افراتفری فضا کی عکاسی کرتے ہوئے مشہور امریکی جریدہ U.S. NEWS کے چیف ایڈمنسٹریٹر مارٹیمر بی دوکرمین MARTIMER B.V. DOCKERMAN ۸ اگست ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں لکھتے ہیں:

''امریکہ کی سماجی زندگی کا تانا بانا تیزی سے بکھر کر ایک قومی سد راہ بنتا جا رہا ہے اور یہ کہ ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکی یہ سوچتے ہیں کہ ان کا اخلاقی اور روحانی پیمانہ بہت نیچے گر چکا ہے اور تین میں سے ۲ امریکی یہ سوچتے ہیں کہ ان کا اخلاقی اور روحانی پیمانہ بہت نیچے گر چکا ہے اور تین میں سے دو کا یہ خیال ہے کہ یہ ملک راہ راست سے بری طرح بھٹک گیا ہے۔ یہاں تک کہ امریکی صدر مملکت بل کلنٹن خود اپنی بد چلنی کی وجہ سے رائے دہندگان کی نظر میں پندرہ پوائنٹ نیچے گر گئے۔ (وائٹ ہاؤس میں بے حیائی کا یہ عالم ہے کہ موجودہ امریکی صدر بش جب پہلی بار انتخاب کے بعد تقریب حلف برداری میں آیا تو اس نے کامیابی کی خوشی میں رقص کیا اور یہ رقص اس کا اپنی سگی بیٹی کے ہمراہ تھا۔ اپنے نامکمل لباس میں سگے باپ کے ہمراہ رقص کے دوران میں بش کی بیٹی کے چہرے سے تو پریشانی عیاں تھی لیکن بش بے شرمی کی تصویر بنا ہوا تھا۔

(بحوالہ: خواتین میگزین، مغربی تہذیب نمبر)

امریکی معاشرے کی حالت یہ ہے کہ افراتفری ملک کی فضا پر چھائی ہوئی ہے۔ منشیات کی عادت نے عائلی زندگی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ تعلیمی معیار نیچے گرتا جا رہا ہے۔ پبلک مقامات نشہ خوروں اور ٹھگوں کے اڈے بن گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے سماجی حقوق اور انفرادی آزادی کے فرق کو کھو دیا ہے۔ ہر جگہ مقابلے کا مزاج نظر آتا ہے۔ کالے گوروں سے برسرپیکار ہیں۔ خواتین خاندانی امارت کے خلاف جنگ کر رہی ہیں۔ صنف نازک نسوانیت کی دھجیاں اڑا رہی ہے۔ بچے والدین سے بیزار ہیں۔ مائیں ازدواجی زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ باپ بچوں کی ذمہ داریوں سے آزاد ہونا چاہتا ہے۔ عبادت گزار گرجا گھروں سے ناراض ہیں۔ طلبا یونیورسٹی کے خلاف ہنگامہ آرا ہیں۔ گویا ملک میں عوامی خیر خواہی کے کلچر کے بجائے عوامی شکایات کا کلچر ابھر آیا ہے۔ ہر ایک کشتہ ہوس ہے، جو محروم ہیں وہ خود کو اہل ثروت کا شکار سمجھتے ہیں۔ جرائم تسلیم شدہ حقیقت بن گئے ہیں، کیونکہ انہیں بچپن کی ناشاد زندگی کا تاثر مان لیا گیا ہے۔ غرض کہ وہ انسانی خصلتیں جن پر امریکہ فخر کیا کرتا تھا، یعنی محنت، خود ساختہ ڈسپلن اور احساس ذمہ داری اب قصہ پارینہ ہو چکے ہیں۔ نئی نسل سکون اور خاندانی و اخلاقی روایات سے محروم ہو چکی ہے۔ فوری نفع اس کا متاع حیات بن گیا ہے۔ ذاتی محرکات، جنسی خصوصیات کا ابھار بڑے پیمانہ پر ہو رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ، ٹی وی اور فحش گانے ان کے جذبات کو برانگیختہ کر رہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جن سے امریکی اخلاقیات نے ہمیشہ نفرت کی ہے۔ مثلاً تشدد، حرام کاری، نشہ پسندی اور شراب نوشی۔ اس کے برخلاف اخلاق حسنہ، دین وایمان، عائلی زندگی، پڑوسیوں سے میل جول، آپس میں ربط وضبط اور تحاد عمل کو ختم کر دیا ہے۔ قوم ان حالات سے بیزار ہو چکی ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ زندگی کو ایک نیا موڑ دیا جائے۔ تعلیم اور معاشیات میں تعمیر کی نشو ونما ہو۔ مزدوروں میں ہنر مندی اور ذمہ داری کا احساس بڑھے اور اخلاق کو اولیت کا درجہ ملے۔ قوم سماجی اور اخلاقی پستیوں سے نکلنے کا مطلبہ کر رہی ہے۔ لوگ اخلاقی برتری حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ مانا کہ عہد قدیم کی سادگی کی طرف لوٹنا مشکل ہے، گھڑی کی سوئی پیچھے نہیں جا سکتی، لیکن بربادیوں سے نکلنے کے لیے جو خلش آج ہمیں بے تاب کر رہی ہے اگر اس کا احترام نہیں کیا گیا تو کل یہ خوف و ہراس کی شکل اختیار کرے گی اور برسوں دہشت گردی کی اور جب خوف کی اجارہ داری ہو جائے تو عقل اور برداشت، دونوں کے لیے خطرہ ہو جاتا ہے۔ ہم اس وقت اس ماحول میں داخل ہو چکے ہیں، یہ ہمارے لیے عظیم خطرہ ہے"۔

اس عظیم خطرہ کا احساس صرف یو۔ ایس۔ نیوز کے چیف ایڈیٹر کو نہیں اور نہ ہی یہ براعظم امریکہ کے لوگوں کا خطرہ ہے۔ بلکہ پوری مغربی دنیا کی اکثریت کا یہ تاثر ہے (بلکہ جہاں جہاں مغربی کلچر نے ڈیرے ڈالے ہیں وہاں یہ عظیم خطرہ پایا جا رہا ہے۔ ڈش انٹینا اور انٹرنیٹ نے اس خطرہ کو عالمگیر بنا دیا ہے) جس کی ترجمانی یو۔ایس۔ نیوز کے ایڈیٹر نے کی ہے۔ اس عظیم خطرہ اور روحانی خلا کا احساس اتنا عام ہو چکا ہے کہ دولت مندوں کی اولاد اک گونہ بے خودی کی تلاش میں" دم مارو دم اور مٹ جائے غم" کے لیے گبریلے کیڑے کی طرح پوری دنیا میں رینگتی دکھائی دیتی ہیں۔ دوسری طرف مغربی ملکوں کے ٹی وی پروگراموں میں روحانی پروگرام کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ مغربی دنیا کے ہر شخص کو ایک عقیدہ اور ایک نظریہ حیات کی تلاش ہے۔ تلاش وجستجو کا یہ عمل ایک صدی پر محیط، ہزاروں حساس انسان امن وسکون کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

همه آهوان صحرا سر خود نهاده برکف
بامید آں که روزے بشکار خواهی آمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسل، ویب، مریم............ مرتضٰی دہلین، عمر فاروق، عبداللہ، خالد یوسف اسلام اور مراد ہوف مین جیسے ہزاروں جینیس لوگ روحانی تسکین کے لیے اسلام کی طرف راغب ہوئے، انہیں یہ متاع بے بہا کہیں نہیں ملی۔

خود جرمن دانشور مراد ہوف مین نے مغربی دنیا میں پائے جانے والے اس مذہبی خلا کا جو جائزہ لیا ہے وہ بڑا چشم کشا، بصیرت افروز اور ظلمت شب میں امید کی کرن ہے۔ مراد ہوف مین نے انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز کے زیر اہتمام ۲۴ تا ۲۷ فروری ۲۰۰۰ء کو اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں لیکچر دیے۔ ہم ان کے لیکچر کا ایک حصہ ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' لاہور کے شکریہ کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

مراد ہوف مین نے اپنے لیکچر کے آغاز میں مغرب میں رائج اقتصادی اور سیاسی فلسفے اور نظریات کا جائزہ لے کر بتایا کہ خود مغرب کے دانشور اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ مذہب کو ترک کر کے جنت ارضی کے بجائے ہمیں نا قابل یقین حد تک وحشیانہ عالمی جنگوں، کیمیائی اور ایٹمی جنگی اسلحہ، قتل و غارت اور نسلی صفائی جیسے مصائب اور تباہیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر انسان مذہب کی بازیافت نہ کر سکا تو بنی نوع انسان نہ صرف اپنے آپ کو تباہ کر لے گی بلکہ اپنے کرۂ ارض کو بھی لے ڈوبے گی۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈیوڈ بیل نے اپنی تصنیف ''سرمایہ داری کے ثقافتی تضادات'' میں اس بات کی تلقین کی ہے کہ اخلاقیات کی تعمیر نو کے لیے کسی نہ کسی طرح کا مذہب اپنانا ضروری ہے، خواہ اسے خود ہی کیوں نہ ایجاد کرنا پڑے۔ امریکہ کے ایک سابق سنارت کار ولیم اَفلس نے پیشین گوئی کی ہے کہ مغربی دنیا کیمونزم کی طرح مسمار ہوگی اس لیے کہ یہ اعلیٰ بصیرت سے محروم ہے۔ دونوں دانشوروں نے اس بدیہی حقیقت کو دریافت کر لیا ہے کہ کوئی انسانی تہذیب کبھی روحانیت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

مراد ہوف مین مغربی دنیا کا جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مغربی مستشرقین کے نزدیک اسلام کے سیاسی کردار کے خاتمے کے بعد اس کی کوئی امید نہیں تھی کہ بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں اسلام نمایاں طور سے عالمی سطح پر ابھرے گا۔ وہ اسلام جس پر چار سو سال سے جمود کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت طاری رہی ہو اور جس کے تمام ماننے والوں کو یورپی اقوام نے اپنی نو آبادیات میں شامل کر لیا ہو۔ لیکن اسی اسلامی دنیا سے ایسے ممتاز داعی اٹھ رہے ہیں جو بڑی خود اعتمادی سے مغربی ملکوں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ ان کے تیار کیے ہوئے لٹریچر کو ہر جگہ بڑی دلچسپی سے پڑھا جا رہا ہے............ آج آئس لینڈ اور کوریا سے کولمبیا تک کوئی ملک ایسا نہیں جس میں سرگرم و فعال مسلمان موجود نہ ہوں۔ ۱۰۰ سال پہلے جو تعداد کے اعتبار سے دنیا کا ساتواں حصہ تھے، اب ان کی تعداد دنیا کی آبادی کا ۲۰ فی صد ہے۔

اب لندن، پیرس، روم، ویانا، لزبن، زغرب، نیویارک اور لاس اینجلس جیسے شہروں میں نمائندہ مساجد قائم ہیں۔ مزدور کارکنوں کی نقل مکانی اور مغربی یونیورسٹیوں کی دل کشی کی بدولت لاکھوں مسلمان یورپ اور امریکہ میں سرگرم عمل ہیں۔ ہر کہیں اسلام دوسرا سب سے بڑا مذہبی گروہ بنتا جا رہا ہے۔ آج کوئی اخبار یا ٹی وی چینل ایسا نہیں جس میں اسلامی موضوعات نہ ہوں۔ اور صرف حال ہی میں یہ ممکن ہوا ہے کہ تمام یورپی زبانوں میں کلاسیکل اسلامی لٹریچر دست یاب ہے۔ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کا سب سے زیادہ ترجمہ کیا جا رہا ہے اور زمین پر جس کی تلاوت سب سے زیادہ کی جاتی ہے۔

چونکہ یہ سب کچھ بیسویں نظریاتی صدی میں (Ideological) میں ہوا ہے اس لیے بعض اسلامی تحریکیں بنیادی طور پر سیاسی مقاصد کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ صرف مایوسی کے باعث تشدد کی راہ پر چل نکلے ہیں۔ اس صورت حال کی وجہ سے اسلام کا حوالہ بھی اکثر ایک آئیڈیالوجی کے طور پر دیا جاتا ہے۔ یہ بات اس لحاظ سے تو درست ہے کہ اسلام بھی دنیا کے امور چلانے کے لیے تصورات کا ایک مجموعہ پیش کرتا ہے لیکن ہمیں اپنے عقیدے کا حوالہ ایک آئیڈیالوجی کے طور پر دینے سے گریز کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس اصطلاح سے سیاست اور ایسے دنیاوی تصور کا گمان ہوتا ہے جس میں آخرت شامل نہیں۔

مذہب کا مستقبل؟

صورت حال کچھ بھی ہو، یہ حقیقت اپنی جگہ اہم ہے کہ تیسرے ہزاریے کے آغاز پر صرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو نقطہ ہائے نظر باقی رہ گئے ہیں جو مغرب کے انسان کے دل و دماغ کو اپنی طرف متوجہ کر سکتے ہیں۔ یعنی جدیدیت کے بعد سیکولرازم اور اسلام۔ ان کے علاوہ کوئی تیسرا نظر نہیں آتا، اگرچہ مغربی دانشوروں میں خال خال ایسے افراد بھی ہیں جو بدھ مت میں کشش محسوس کرتے ہیں۔ مگر وہ شاید کسی دوسرے جنم میں موقع ملنے کا انتظار کریں گے۔ لہٰذا اب نہایت اہم سوال یہ ہے کہ مستقبل کس کا ہوگا؟ علاوہ ازیں کوئی نتیجہ نکالنے سے پہلے اس سوال کا جواب ڈھونڈنا ہوگا کہ کیا ۲۱ ویں صدی مذہبی ہوگی یا نہیں؟

موجودہ دور میں بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ مذاہب معاشرے سے خارج ہو رہے ہیں اور یہ کیفیت امریکہ سے زیادہ یورپ میں پائی جاتی ہے۔ لوگ گروہ در گروہ مسیحی چرچوں کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔ یہ چرچ بھی ہمارے عہد کی روح اور فیشنوں کے مطابق یکے بعد دیگرے مصالحتیں کرتے چلے جا رہے ہیں۔ لہٰذا ہم جنس پرستوں کے پادری پیدا ہو چکے ہیں۔ لوگ جب اور جیسے چاہیں اسقاط حمل کی اجازت لے سکتے ہیں۔ خواتین بشپ بھی ہیں اور روزہ رکھنے کی عملاً کوئی مدت مقرر نہیں۔ یقین کیجیے اس طرح چرچ تیزی سے منحرف ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اب یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ مسیحیت پر ایمان رکھنے والوں کی اکثریت (حتیٰ کہ بعض پروٹسٹنٹ پادری بھی) مسیح ؑ کی الوہیت اور موت کے بعد دوبارہ بعثت میں یقین نہیں رکھتی۔

بہرحال یہ صورت حال کی مکمل تصویر نہیں۔ ابھی تک نجی رویوں کا تابع، بے قاعدہ مذہب ادھر ادھر پھیلا ہوا ہے۔ مذہب مسلمہ چرچوں سے ہٹ کر اپنے وجود کے لیے نئے سہارے تلاش کر رہا ہے۔ آپ مغربی دنیا کی کسی بک شاپ میں چلے جائیے، آپ دیکھیں گے کہ مذہب کے مقابلے میں اسرار و رموز اور طلسمات پر مشتمل کتب کا سیکشن کہیں بڑا ہوگا۔ لوگ آج بھی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کا مستقبل کیا ہے؟ وہ ہر قسم کے رازوں کو جاننا اور خوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بنیادی طور پر انہی مذہبی خواہشوں نے تمام صنعتوں کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا ہے۔ لوگ کسی بھی چیز کا تجربہ کرنے کے لیے آمادہ ہیں۔ خواہ وہ دشمن پرستی ہو یا جنتر منتر، شیطان پرستی (Sataniv cult) ہو یا ہندو پروپیگنڈہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری تشخیص یہ ہے کہ یہ لوگ جن کی اکثریت نئی نسلوں سے تعلق رکھتی ہے، عبوری طور پر مذہب کے لیے سرگرداں ہیں۔ بے معنویت اور روحانیت سے خالی زندگی سے ان کا دل اچاٹ ہو چکا ہے اور وہ اس حقیقت کی تلاش میں ہیں کہ کیا واقعی کوئی دنیا ایسی ہے جس میں ''ہر چیز چلی جاتی ہے''۔ ان کی پرورش پابندیوں سے آزاد ماحول میں ہوئی ہے اور ان کے دلوں میں قیادت، حقیقی اقدار اور حق و باطل کے قابل اعتماد معیارات کو پالینے کی شدید خواہش موجزن ہے۔

مختصر یہ کہ ان لوگوں میں بے پناہ مذہبی امکانات موجود ہیں جو اکیسویں صدی کو مذہبی دور میں بدل سکتے ہیں۔ چنانچہ سوال یہ ہے کہ کیا ماضی کی نسبت آج عیسائیت کے مقابلے میں اسلام کو بہتر متبادل تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ اور کیا اس وقت رائج نجی نوعیت کے مذہب کے مقابلے میں اجتماعی عبادت کو ترجیح دی جائے گی یا نہیں؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے میری سوچی سمجھی رائے ہے کہ یورپ میں مسیحیت نا قابل اصلاح ہے۔ اسی طرح مجھے یقین ہے کہ اہل مغرب ایک نیا مصنوعی مذہب بنانے کے لیے بھی اپنی کوششوں کو یکجا نہیں کر سکتے۔ ایسا مذہب چل نہیں سکے گا، اس لیے کہ مذہب کے لیے ایک ایسی ہستی کا تصور ناگزیر ہے جو شک و شبہ سے بالا ہو۔ صرف وحی والہام پر ہی مذہب کی تعمیر ممکن ہے۔

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے میں زیادہ پر امید ہوں۔ نوجوان نسل آپس کے تعلقات کو عزیز رکھتی ہے اور بڑھاپے میں تنہائی اور مجرد زندگی کے تصور کے بارے میں بہت فکر مند ہے۔ فی الواقع یہ نوجوانوں کے لیے ایک اہم اثاثہ ہے کہ اسلام اپنے ساتھ خاندان، امت اور اخوت کے تصورات لاتا ہے۔

اسلامی معاشرے میں مغربی مسیحیوں کے درمیان اپنے ہمسائے سے محبت کے تصور کے مقابلے میں اخوت کا رشتہ کہیں زیادہ حقیقی طور پر قائم ہے۔ اگر مغربی معاشروں کی جذباتی سرد مہری ایک حقیقت ہے تو اسلامی امۃ کی محبت اور گرمجوشی ہم عصر مغربی بچوں کی ایک بنیادی ضرورت پورا کر سکتی ہے۔

کمپیوٹر دور کی دروں بیں فطرت، جنسی لحاظ سے مشتعل ماحول اور مغربی زندگی میں مقابلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وحشیانہ دوڑ جو اسکول سے ملازمت اور ملازمت سے جنسی تعلقات تک جاری رہتی ہے، اور زیادہ سے زیادہ کے حصول کی تگ ودو نے ایک ایسی صورت حال پیدا کر دی ہے جس میں ہر عام امریکی کم از کم ایک بار نفسیاتی معالج سے مشورے پر مجبور ہے۔ ایسے لوگ اس بدیہی حقیقت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی ذات میں مطمئن ہے۔ نفسیاتی بوجھ سے آزاد ہے اور عجلت پسند نہیں۔ مختصر یہ کہ وہ اپنے اللہ کی رضا پر راضی اور اپنے ماحول اور اپنی ذات سے مطمئن لوگ ہیں۔ ان تمام اسباب کی بنا پر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ بہت سے لوگ جو اپنی روزمرہ زندگی کی بھاگ دوڑ سے تنگ آ چکے ہیں، اسلام کے بارے میں زیادہ جاننے کی جانب مائل ہوں گے۔

اسلام کے امکانات:

ا۔ اس سوال کا جواب کہ کیا لوگ اسلام کو دریافت کرسکیں گے یا نہیں، اس بات پر منحصر ہے کہ مسلمان اسلام کو درست طور پر پیش کرتے ہیں یا اس کی غلط ترجمانی کرنے لگتے ہیں۔ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی جنھیں چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔ سان فرانسسکو کے جیفرے لینگ کی طرح بہت سے نومسلم صرف قرآن کریم پڑھ کر مسلمانوں کے حلقے میں شامل ہو گئے، حالانکہ اس سے قبل ان کا مسلمانوں سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ لیکن بحیثیت مجموعی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو داعی کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

۲۔ پہلے میں اس بات پر بحث کرنا چاہوں گا کہ مسلمانوں کو اشاعت اسلام کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ اس تجویز کو اس ایک جملے میں سمیٹا جا سکتا ہے: اسلام کو مغربی معاشرے اور تہذیب کی صحت مندی کے لیے ایک اہم علاج کے طور پر پیش کیجیے۔ ان امراض کے مداوا کے طور پر جو مغرب کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پورے ادعا اور فعال انداز میں دعوت پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ دعوت کا انداز ایسا نہیں ہونا چاہیے جیسے کوئی چیز طلب کی جا رہی ہے، بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو کسی کو کچھ پیش کرتے وقت اختیار کیا جاتا ہے اور دینے کے لیے ان باتوں کے علاوہ جن کا ذکر میں قبل ازیں کر چکا ہوں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے پاس بہت کچھ ہے:

(الف): مسلمانوں کا تصور الٰہ: بے مثل خدائے واحد کا تصور جو بیک وقت ہر کہیں موجود ہے لیکن سب سے ماورا ہے۔ جسے حدود زمان و مکان میں مقید نہیں کیا جا سکتا۔ وہ واحد ہستی جو مطلق وجود رکھتی ہے۔ اللہ کا یہ واحد تصور ہے جو جدید تعلیم یافتہ انسان کو مطمئن کر سکتا ہے۔ توحید یعنی ہر قسم کی آلائش سے پاک یہ تصور کہ اللہ ایک ہے، ہمارا بڑا اثاثہ ہے۔

(ب) دنیا کی کوئی تہذیب، خاندان کا ڈھانچہ ٹوٹ جانے کے بعد دیر تک زندہ نہیں رہ سکتی۔ موجودہ دور میں بالفعل خاندان شدید حملے کی زد میں ہے اور ریاست بھی اس میں شامل ہے جو رشتہ ازدواج کے بغیر تعلقات کو فروغ دینے کے لیے ہر ممکن کام کر رہی ہے۔ طلاق کی شرح خوف ناک حد تک بڑھ چکی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں آدھے گھر مجرد افراد چلا رہے ہیں جن میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جو بچہ تو چاہتی ہیں، شوہر نہیں۔ بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد باپ کے بغیر پرورش پا رہی ہے۔ بہت سے بچے کس قدر عدم توازن کا شکار ہیں، ان کا اندازہ تشدد کے بڑھتے ہوئے رجحان سے کیا جا سکتا ہے۔ انکے دل میں بزرگوں اور خاندان کا احترام اتنا کم ہو چکا ہے کہ اب امریکہ میں ناپسندیدہ والدین سے نجات کے لیے بچے قانونی دعویٰ بھی کر سکتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ مسلمان خاندان گلوبلائزیشن اور اقتصادی مجبوریوں اور ٹیلی ویژن کے زیر اثر شدید دباؤ میں ہیں۔ تاہم عمومی طور پر مسلمان خاندان مضبوط تانے بانے میں منسلک ہیں اور عام مغربی گھرانوں کے مقابلے میں زیادہ تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے اس اثاثے کا تحفظ کرنا چاہیے۔

(ج) مغربی معاشرے کو اپنے وجود میں دوسرا بڑا خطرہ ہر قسم کی منشیات سے درپیش ہے، جن میں سگریٹ، شراب، کوکین، ایل ایس ڈی اور دوسری نشہ آور ادویہ شامل ہیں۔ بلکہ ٹی وی اور انٹرنیٹ کو بھی ان میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ کسی مبالغے کے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نشہ مغربی معاشرے کے پورے وجود میں سرایت کر چکا ہے۔ بڑے صدمے کی بات ہے کہ لوگ جام، گولی اور خاص سگریٹ کے بغیر جی نہیں سکتے۔ ایسے لوگ بالفعل شرک کی ایک جدید قسم پر عمل پیرا ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ خدا کے علاوہ کسی دوسری چیز کے غلام بن چکے ہیں اور اگر کہیں انھیں روزے کے قواعد کی پابندی کرنی پڑے تو یہ بات اور واضح ہو جائے گی۔ وہ ایسا نہیں کر سکیں گے اس لیے کہ وہ اپنے وجود کے مالک نہیں رہے۔

مسلمان اس امر پر فخر کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے وجود میں سنجیدہ فطرت ہیں۔ وہ ہر لحہ مستعد اور چوکس رہتے ہیں اور کبھی مخمور نہیں ہوتے۔ نہ نشے کے زیر اثر مہلک حادثات کے قصور وار ہوتے ہیں۔ شاید ہی کوئی دوسری بات اتنی صراحت کے ساتھ یہ ثابت کر سکے گی کہ اسلام ایک متبادل طرز حیات ہے جو مغرب کو حالت نیم خوابیدگی میں تباہی سے بچا سکتا ہے۔

(د) تمام مغربی معاشروں کو اپنے اندر مختلف قسم کے گروہی تعصبات، نسل پرستی، شاوئزم اور دوسرے مذاہب کے خلاف امتیازی سلوک جیسے خطرات لاحق ہیں۔ ان کی غلامی کی تاریخ کا آج بھی امریکہ میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ ماضی قریب تک جتنی جنگیں یورپ اور امریکہ میں لڑی گئیں، وہ اسی قسم کے تعصبات کی وجہ سے برپا ہوئیں۔

اس پس منظر میں جب ذمہ دار مغربیوں کو معلوم ہوگا کہ اسلام نظری اور عملی دونوں اعتبار سے ایک ایسا مذہب ہے جس نے رنگ و نسل کے بجائے تقویٰ کو معیار بنا کر، ہر انسان کو امت میں قبول کر کے اور خلوص دل سے دوسرے مذاہب کو برداشت کر کے نسل پرستی اور کثیر المذاہب معاشرے کا مسئلہ حل کر دیا ہے تو وہ اسے جنت گم گشتہ خیال کریں گے۔ جب میلکم ایکس کو معلوم ہوا کہ امت مسلمہ میں سب نسلیں شامل ہو سکتی ہیں، تو اس کے لیے یہ ایک بڑا انکشاف تھا۔

آیئے ہم اس قدر کو عملی زندگی کا حصہ بناتے ہوئے اپنی صفوں میں رنگ، نسل، زبان اور اسی طرح کے دوسرے امتیازات کو مٹا ڈالیں اور اس سے بہترین فائدہ اٹھائیں۔ امریکہ کے لاکھوں افریقی النسل لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ حضرت بلالؓ سیاہ فام تھے۔ دوسرے لاکھوں لوگوں کو بھی انہی مقاصد کے تحت کیوں نہ ان کی پیروی پر آمادہ کیا جائے؟ بین المذاہب رواداری کا منشور بھی اسی طرح مساوی افادیت کا حامل ہے جیسے سورۃ المائدہ کی آیت ۴۸ اور سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۵۶ میں بیان کیا گیا۔ یہ بنیادی رواداری جس پر عالمی مسیحی اتحاد کی تحریک سے پہلے ۱۴ سو برس تک عمل کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا، مغربی لوگوں کی نظر میں اس قدر غیر معمولی ہے کہ وہ اسکی تحسین کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

ہماری جانب سے اس بات کی نشان دہی کرنے کی ضرورت ہے کہ ترکوں کی حکمرانی کے دور میں ۵۰۰ برس تک یونان آرتھوڈکس رہا۔لیکن سوال یہ ہے کہ ۸۰۰ برس تک اسپین میں بسنے والے مسلمان کہاں گئے؟

(ہ) نوجوان نسل اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتی ہے اور اپنی آزادی برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ وہ وراثت میں ملنے والی پیشوائی، پادریوں کی مذہبی رسوم، پراسرار عقائد اور ہر اس چیز سے نفرت کرتے ہیں جو انھیں چرچ کے اداروں کی یاد دلاتی ہے۔

ایسے لوگ اس وقت خوش گوار حیرت میں گم ہو جاتے ہیں، جب انھیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام چرچ، پوپ، رسوم اور تجسیم خداوندی، تثلیث، صلیب پر نجات اور ورثے میں ملنے والے گناہوں جیسے پریشان کن تصورات کو تسلیم نہیں کرتا۔ جب انھیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ پابندیوں سے آزاد اہل ایمان کوئی اور نہیں تو وہ حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ان کے لیے یہ باعث حیرت ہے کہ وہ کوئی درمیانی وسیلہ قبول نہیں کرتے۔خواہ وہ پادریوں اور سینٹ کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔وہ اپنی عبادات میں مکمل انفرادی حیثیت میں اللہ کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً اس خبر سے بھی متاثر ہوں گے کہ ہر مسلمان اپنے مرتبے سے قطع نظر امام کے فرائض انجام دینے کا اہل ہے۔

(و) شاید آپ کو یہ بات سن کر حیرانی ہو کہ جنسی معاملات میں مسلمانوں کا ضابطہ آج کل بہت سے نوجوانوں کو مثبت طور پر متاثر کرتا ہے جو ''اقدار کی قدامت پسندی'' کے جدید نظریے کی جانب جھکاؤ رکھتے ہیں۔ متعدد مغربی خواتین جو گلیوں، بازاروں میں سامان جنس کے طور پر مردوں کا نشانہ بننے کو توہین آمیز سمجھتی ہیں، ان مسلمان عورتوں کی مداح ہیں جن کا لباس اور رکھ رکھاؤ واضح اشارہ دیتا ہے کہ وہ کوئی ارزاں جنس نہیں ہیں۔ فحش لٹریچر اور فلموں، فیشن شو، حسن کے مقابلوں اور عریاں جنسی اشتہارات سے عورت کا استحصال کیا جا رہا ہے۔اس صورت حال میں آزادئ نسواں کی حامی بہت سی مغربی عورتیں بھی اب سمجھنے لگی ہیں کہ ان کی مسلمان بہنیں بھی اسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد یعنی عورت کے وقار کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں اور وہ یہ کام زیادہ کامیابی سے انجام دے رہی ہیں۔

اسقاط حمل کے بارے میں مسلمانوں کے اس موقف کو کہ اس کی اجازت صرف اس صورت میں دی جاسکتی ہے جب ماں کی زندگی خطرے میں ہو "حامی حیات" مغربی حلقوں میں بڑی عزت کا مقام دیا جاتا ہے۔ یہ حلقے اس امر پر نالاں ہیں کہ کیتھولک بشپ بھی ہر طرح کی وجوہ کی بنیاد پر اسقاط حمل کی اجازت دینے لگے ہیں۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلام بچے کی زندگی کے حق میں واضح موقف کا حامل ہے۔

مغرب کی خاموش اکثریت ہم جنس پرستی کے خلاف بھی مسلمانوں کے موقف کا احترام کرتی ہے۔ یہ خاموش اکثریت مغرب کی نئی پالیسی کی مذمت کرتی ہے، جس کے تحت ایک ہی جنس کے افراد کے درمیان تعلقات کو ایک طرز زندگی سمجھ کر قبول کر لیا گیا ہے۔ مغرب کے بہت سے دانشوروں کو خدشہ ہے کہ عوامی سطح پر ہم جنس پرستی کا مرتبہ بڑھانا، جس میں ہم جنسوں کی شادیاں بھی شامل ہیں، انحطاط اور زوال تہذیب کی علامت ہے۔ یہ لوگ اس بات پر شرم محسوس کرتے ہیں کہ سان فرانسسکو میں شہر کے دو حصے ہم جنس پرستوں پر مشتمل ہیں۔ اس میں کوئی تعجب نہیں کہ ایسے لوگ مسلم رویے کو پسند کرتے ہیں جس کے تحت بظاہر "پیدائشی" ہم جنس پرستوں کو قابل رحم سمجھا جاتا ہے جب کہ ہم جنس پرستی کو زندگی کا معمول تسلیم کرنے سے انکار کیا جاتا ہے۔

مغرب میں بیک وقت دو انتہائی رویے نظر آتے ہیں۔ ایک جانب جنس سے مکمل اجتناب ہے تو دوسری جانب بے لگام جنسی آزادی۔ اسی لیے مغرب کے صاحب نظر لوگ مسلمانوں کے نقطہ نظر سے متاثر ہیں جو جنسی جبلت کی حقیقت اور آدمی کی ضروریات کے بارے میں زیادہ متوازن اور باوقار ہے۔ اسلام شادی کے تقدس کو عیسائیت کی رسمی سطح پر نہیں لے جاتا بلکہ عقل سلیم کے مطابق یہ سمجھتا ہے کہ یہ معاہدہ غیر مستقل بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ اسلام فریقین کے درمیان متاہل زندگی کو عبادت قرار دیتا ہے۔

(ز) اقتصادیات کے میدان میں بھی اسلام کو باعث رحمت سمجھا جا سکتا ہے۔ پہلی نظر میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربا کی ممانعت بے معنی اور نا قابل عمل لگتی ہے۔ لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت نجی کاروبار کو، جس پر سرمایہ داری کی عمارت تعمیر کی گئی ہے، تحفظ فراہم کر سکتی ہے، جب سرمایہ بیشتر نقصان سے محفوظ کاروبار میں صرف کیا جانے لگتا ہے تو اسلام نفع ونقصان کی بنیاد پر کاروبار پر زور دیتا ہے اور سرمائے کے جمود کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

(ح) اسلام کے چند اور پہلو بھی مغربی لوگوں کے لیے کشش رکھتے ہیں جن میں صحت کے اعتبار سے رمضان کے روزے بھی شامل ہیں۔

لیکن آخری تجزیے میں یہ عوام مغرب اور مشرق کے درمیان سب سے زیادہ اہم اختلاف کی صورت میں سمٹ جاتے ہیں، یعنی زندگی کی کوالٹی، جس کے بارے میں مقدار اور معیار کے اعتبار سے دونوں کے رویے مختلف ہیں۔ مغرب واضح طور پر مقداری پہلو کو اس حد تک عزیز رکھتا ہے کہ جب تک کسی چیز کی مقدار یا اس کے شمار کا تعین کیا جائے، وہ اس کے نزدیک کسی قدر و قیمت کی حامل نہیں۔ فی الحقیقت مغرب میں ان مقدار سے انکار کا رجحان عام ہے جن کی مادی مقدار (مادی پہلو) کا تعین نہیں کیا جا سکتا اور وہ صرف روحانی سچائیاں ہیں۔

اسلامی دنیا سمیت مشرق نئی نئی اشیائے صرف کے استعمال سے حاصل ہونیوالی خوشیوں کی طرف راغب ہے، جو گلوبلائزیشن کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ رہی ہیں۔ لیکن ابھی اس خطے میں زندگی کی کوالٹی کے پہلوؤں کو مقداری پہلو کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دیجاتی ہے۔ اسلام زندگی کی کوالٹی کو جس میں سکون قلب، فرصت، غور و فکر، دوست داری اور مہمان نوازی شامل ہیں خصوصی اہمیت دیتا ہے۔ یہ حقیقت مغرب کے بہت سے لوگوں کیلئے باعث توجہ ہونی چاہیے جو احمقانہ مادیت سے خوفزدہ ہیں۔

راہ کی رکاوٹیں:

ا: جیسا کہ ہم نے دیکھا اسلام کو متعدد وجوہ کی بنا پر مغرب کی بیش تر کمزوریوں کے لیے تریاق سمجھا جا سکتا ہے اور سمجھا جانا چاہیے۔ چنانچہ اسلام ۲۱ ویں صدی کی رہنما آئیڈیالوجی بن سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن بعض عوامل ایسے بھی ہیں جو مخالف سمت میں کام کر رہے ہیں۔ مسلمان ابھی تک کسی جگہ ایک حقیقی مسلم معاشی نظام قائم نہیں کر سکے۔ جمہوریت، انسانی حقوق اور عورتوں کے حقوق جیسے فیصلہ کن مسائل پر بھی مسلمانوں کی پوزیشن ابھی تک ابہام کا شکار ہے اور ان کے تعلیمی نظام کئی پہلوؤں سے اب تک دور وسطیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲: علاوہ ازیں اکثر مسلمانوں کا طرز عمل دعوت و تبلیغ کی کوشش کو بے اثر کر دیتا ہے۔ مغرب میں آکر بسنے والے بہت سے مسلمان، خصوصاً جو اَن پڑھ ہیں، اپنے عقیدے کو پیش کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ نتیجتاً وہ کم تر درجے کی بستیوں (Ghettos) میں نسلی گروہوں کی صورت میں رہنے لگتے ہیں۔ اپنے وطن کی ثقافت، اس کی خوراک، لباس، موسیقی، معاشرتی رسم و رواج اور زبان کے تحفظ کے لیے وہ اپنے قومی تصورات اور رسم و رواج کے مجموعے کو اسلام کے طور پر پیش کرنے لگتے ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر ان تارکین وطن کی اصل دلچسپی اپنے آبائی ملک سے ہوتی ہے، جہاں وہ جلد سے جلد لوٹ جانا چاہتے ہیں۔ جرمنی میں آباد ایک ترک جو ترکی میں اسلام کا احیا چاہتا ہے، بلاشبہ مہمان ملک میں دعوت کے کاموں کے لیے کسی کام کا نہیں رہتا۔

جہاں تک ان چند لوگوں کا تعلق ہے جو مغرب میں اشاعت اسلام کی کوششیں کر رہے ہیں، اور اسے اتنا بے لچک، قانونی اور فقہی بنا ڈالتے ہیں کہ مغربی لوگ روحانیت کے عدم وجود سے چونک اٹھتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ظاہری شکل و صورت کو اصل پر فوقیت دی گئی ہے اور اکثر فروعی مسائل کو بنیادی اور مرکزی موضوعات کے برابر اہمیت دی جاتی ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر مہمان مسلم کارکن اپنے مغربی پڑوسیوں پر مذہب کے حوالے سے بہت کم اثر انداز ہوتے ہیں۔

۳: اس کے علاوہ ایک اور بڑا عامل جو اسلام کو غالب آنے سے روکتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان بآسانی حقائق سے منہ موڑنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ ایک بیمار آدمی کو (اور مغرب بیمار ہے) نہ صرف یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ وہ بیمار ہے۔ بلکہ اسے تجویز کردہ گولی میز پر رکھ دینے کی بجائے اسے نگلنا بھی چاہیے۔ بصیرت کی اہمیت اپنی جگہ، لیکن یہ عمل کی متبادل نہیں بن سکتی۔ جرمنی کے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدر کے بقول ہمارا مسئلہ علم کا نہیں، اطلاق کا ہے۔

قرآن میں ان قدیم اقوام کی کہانیاں بکثرت بیان کی گئی ہیں جنہوں نے نوشتۂ دیوار پڑھنے سے انکار کر دیا اور تنبیہات پر کان نہ دھرا حتیٰ کہ ان کی تہذیب المناک انجام کو پہنچ گئی۔ عین ممکن ہے کہ ہم عصر مغربی دنیا بھی تباہی تک پہنچنے سے قبل اپنا راستہ تبدیل کرنے اور اسلامی طرز زندگی اختیار کرنے کا حوصلہ اور عزم پیدا نہ کر سکے۔ اگر ایسا ہوا تو حال ہی میں کمیونزم پر فتح پانے کے بعد، مغرب پر بھی خود فراموشی کی ایک ایسی کیفیت طاری ہو جائے گی جس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ مغربی دنیا اپنے اندرونی تضادات کا شکار ہے اور ان تضادات میں سب سے زیادہ مہلک یہ ہے کہ انسان کو دیوتا بنا لیا گیا ہے۔

ہلاکت مغرب کا ناگزیر انجام ہے۔ اگر مغربی دنیا اس انجام سے بچنا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ از سر نو وجود باری تعالیٰ کی مقدس اور الہامی حقیقت کو تسلیم کرے اور قرآنی اقدار اور احکام الٰہی کے مطابق جنہیں اللہ کے آخری نبیؐ کی سنت سے مستحکم کر دیا گیا ہے، زندگی بسر کرنا شروع کر دے۔ واللہ اعلم!

ایک اندازہ کے مطابق اس وقت امریکہ میں آباد مسلمانوں میں سے چالیس فیصدی نومسلم ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جنہیں اپنے نسلی ورثہ کی گم شدہ کڑیوں کو جوڑنے کی فکر نے اسلام کے قریب کر دیا تو کچھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے سبب مسلمان ہوئے۔ ایک بڑی تعداد عیسائی عقائد کے تضاد اور اس کے غیر فطری ہونے کے سبب عیسائیت سے متنفر اور اسلام سے قریب ہوئی۔ رسالہ یو۔ایس۔اے ٹوڈے U.S.A.TODAY نے قبول اسلام کے اس عمل کو ایک ایسے طوفان سے تعبیر کیا ہے جس نے امریکیوں کے ذہن ودماغ میں ایک عالم گیر دین میں جلد از جلد شامل ہونے اور اس کے فرد بننے کی طوفانی خواہش پیدا کر دی ہے۔ لیکن مغربی ممالک میں اسلام کسی تحریک یا پروپیگنڈہ کے ذریعہ نہیں بلکہ ایک عوامی پکار کے ذریعہ داخل ہو رہا ہے۔ یہودی اور عیسائی تنظیمیں اس پکار سے خائف بھی ہیں اور اس کے پھیلتے ہوئے اثرات کا اعتراف بھی کرتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ پکار ایک مجبوری کا نتیجہ ہے جو خود راستہ کھولتی جا رہی ہے، جو اخلاقی بحران مغربی قوموں کو پیش ہے۔ اس کا حل تلاش کرتے کرتے یہ قومیں تھک چکی ہیں۔ خلیجی جنگ کے بعد امریکی صدر بش نے ایک تقریر میں کہا تھا کہ اگرچہ یہ عظیم جنگ انھوں نے جیت لی ہے مگر انسداد منشیات کے معاملہ میں وہ جنگ ہار چکے ہیں (زیادہ صحیح الفاظ میں زندگی کے تمام میدانوں میں شکست فاش کھا چکے ہیں لیکن "شرم ہم کو مگر نہیں آتی") لیکن امریکی مسلمانوں نے اس سلسلہ میں جو خدمت انجام دی ہے اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکہ میں ہی نہیں تمام مغربی ملکوں میں بسنے والے مسلمان من حیث الملت منشیات سے بچتے ہیں اور حلال وحرام کا فرق قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اس بنا پر یورپ وامریکہ کے بازاروں میں ہر جگہ حرام وحلال کی مفصل فہرست آویزاں ملے گی۔

مغربی ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کے کردار کا درخشاں پہلو خواہشات نفسانی اور بے حیائی سے احتیاط ہے۔ امریکی عوام میں جنسی بے حیائی اس طرح عروج پر ہے کہ خود ایک امریکی مفکر کے قلم سے ایک کتاب نکلی ہے جس کا نام اس نے جل کر کنڈوم نیشن CONDOOM NATION رکھا ہے۔

۱۹۹۵ء میں ایک کانفرنس عالمی ادارہ صحت کی طرف سے ہوئی تھی۔ اس میں اسقاط حمل کو قانونی درجہ دینے کا منصوبہ تھا۔ لیکن امریکن کرسچین ایسوسی ایشن نے جم کر مخالفت کی، جبکہ عرب ممالک اور پاکستان نے صرف خاموشی اختیار کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کانفرنس کو اپنا موقف بدلنا پڑا۔ اور پھر ممالک کو یہ سفارش کرنی پڑی کہ اگر وہ چاہیں تو اسقاط حمل کو قانونی حیثیت دے سکتے ہیں۔

امریکی عوام فحاشی کے اس سیلاب بلاخیز سے عاجزی اور اخباروں کے ذریعہ اپنی ناخوشی اور بے بسی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ حساس امریکی لوگ اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اسلامی مراکز پر اسلام لانے والوں کا نظارہ اکثر پیش آتا ہے۔ بعض اوقات ایسے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بھی مرکز پر نظر آتی ہیں جن کا مقصد اسلامی زندگی کا جائزہ لینا ہی ہوتا ہے۔ یہ نماز باجماعت سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ بعض نئے امریکی مسلمان اپنے کردار سے بہت جلد قومی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیرو بن جاتے ہیں۔ مثلاً باسکٹ بال کے چمپئین حکیم علا جیوان، مائک ٹائسن عبدالعزیز اور برطانوی مغنی یوسف اسلام وغیرہ۔

یہودی دماغ اور عیسائی وسائل کے گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں عالمی سطح پر انسانی معاشرہ کو جو غیر معمولی اور بھیانک نقصانات ہو رہے ہیں اور جس طرح شیطان نے میڈیا کو اپنا ترجمان بنالیا ہے، اس کے سنگین اور دوررس اثرات کا تصور کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کی آنکھوں کی نیند اڑ جاتی ہے اور وہ ظهر الفساد في البر و البحر کا منظر دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کا بھی وہ اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ارحم الراحمین ہی نے اس دنیا کو اب تک کسی بڑی تباہی سے بچا رکھا ہے ورنہ ابلیسی نظام نے قرآنی تعبیر میں ایسی زبردست تدابیر اختیار کی ہیں کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے کھسک جائیں۔ و مکروا و مکر الله و الله خير الماكرين، و ان كان مكرهم لتزول منه الجبال.

استعماری طاقتوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک سو سال سے زائد مدت تک خاکستر کرنے پر اپنے سارے وسائل جھونک دیے۔ ہزاروں علما اور نوجوانوں کو تختۂ دار پر لٹکا دیا۔ منظم طور پر نسل کشی کے ساتھ ساتھ تعلیم کے تیزاب میں مسلمانوں کی خودی کو ڈال کر پگھلانے کی زبردست جدو جہد کی۔ اسلامی دنیا کی آزادی کے بعد یہی دونوں مقاصد حکمران طبقے نے اپنا لیے۔ عالم اسلام کی سطح پر رکھیں تو استعماری طاقتوں نے اپنے سارے وسائل مسلمانوں کی نسل کشی اور ان کی ذہنی، اقتصادی اور تہذیبی ارتداد پر مرکوز کر دی۔ پھر ان کے جانے کے بعد ان کے جانشینوں نے ان دونوں مذموم مقاصد کی تنفیذ ہی کو اپنا محور قرار دیا اور اب مسلم ممالک کے حکمراں مغربی ملکوں کے تعاون سے مسلمانوں کو ان کے تشخص و امتیاز اور اسلامی شناخت سے محروم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اسلام کے نام ہی سے دونوں کو زبردست الرجی ہے۔ دنیا میں جہاں کہیں اسلام کی روشنی نظر آتی یا دین و اخلاق کے سوتے پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں، یہ دونوں طاقتیں ان کے اوپر زبردست بند باندھ دیتی ہیں اور اپنے سارے وسائل اس کے خلاف لگا دیتی ہیں تاکہ کہیں سے بھی روشنی نہ آنے پائے اور ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرے کا راج ہو۔ افغانستان، بوسنیا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشمیر اور چیچنیا کے انسانوں کے ساتھ صرف اس لیے ظلم و وحشت اور درندگی کے کھیل کھیلے گئے کہ وہ مسلمان تھے لیکن اس عالم گیر فساد اور ظلمات بعضھا فوق بعض میں نور کی کرنیں اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے۔ تاریکیوں ۔۔۔۔ روشنی کی طرف اللہ تعالیٰ ہی لے جاتا ہے۔ انک لا تھدی من احببت و لکن اللہ یھدی من یشاء کا قرآنی مظاہرہ ہر سرزمین پر ہوتا رہتا ہے۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے اور طوفانی ہواؤں میں بھی ایمانی قندیلیں روشن ہوتی رہتی ہیں اور و اللّٰہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون کے مناظر ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ ہزاروں مثالوں میں سے چند پیش کی جارہی ہیں یہ یقین دلانے کے لیے کہ ہر سحر خون صد ہزار انجم سے پیدا ہوتی ہے اور ہر تاتاری یورش کے بعد کعبہ کو نئے نئے پاسبان مل جاتے ہیں:

☆ ایک امریکی شہر میں تبلیغی جماعت باہر سے آئی تھی۔ دو کاروں میں ایئر پورٹ سے تبلیغی مرکز یہ جماعت روانہ ہوگئی۔ ایک کار پیچھے رہ گئی، دوسری کار آگے بڑھ گئی۔ پیچھے رہنے والی کار راستہ بھٹک گئی۔ مغرب کی نماز کے لیے وقت تنگ ہونے لگا تو ایک میدان میں گاڑی روک کر یہ جماعت نماز ادا کرنے لگی۔ وہاں موجود کچھ امریکی نوجوان کھیل چھوڑ کر اس عجیب وغریب جماعت کو دیکھنے لگے۔ ان کی حرکات وسکنات اور رکوع وسجود انہیں عجیب سے لگے۔ بعد میں استفسار کیا کہ آپ لوگ کیا کر رہے تھے؟ جماعت والوں نے اسلام کا تعارف سادہ انداز میں کرایا۔ پندرہ بیس منٹ کی اس گفتگو کے بعد تین نوجوانوں نے اسلام قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ قریبی ہوٹل جا کر انھوں نے غسل کیا، نئے کپڑے بدلے اور اسلام قبول کر لیا۔ جیسے ہی یہ کام ختم ہوا دوسری کار کے لوگ جماعت کی تلاش کرتے ہوئے آگئے۔ اس طرح یہ قافلہ جب اپنے مرکز پہنچا تو تین نو مسلموں کا اضافہ ہو چکا تھا۔

☆ مانٹریال (کناڈا) کی ایک پچیس سالہ راہبہ جس نے اپنی زندگی کا مقصد نصرانیت کی تبلیغ قرار دے رکھا تھا، دعوتی مقصد سے ایک عرب نوجوان کے گھر جاتی ہے تاکہ مسیحیت کی تبلیغ کر سکے۔ وہ نوجوان تھوڑی سی مہلت لیتے ہیں۔ پھر اہتمام سے وضو کر کے خوشبو لگا کے قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگتے ہیں۔ وہ خاتون اس اہتمام کو نوٹ کرتی ہے اور تلاوت کے وقت کی کیفیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو محسوس کتی ہے۔ ان کی آنکھوں سے گرتے ہوئے آنسو، پرسوز لہجہ اور پرشکوہ الفاظ سنتی ہے۔ اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کسی نئی دنیا میں ہو اور اس کے سامنے فرشتہ آسمانی کلام سنا رہا ہو۔ وہ مبلغہ اس روحانی ماحول سے مرعوب ہو جاتی ہے۔ جب وہ نوجوان تلاوت سے فارغ ہوتے ہیں تو یہ مسیحی مبلغہ جو ایک مسلمان نوجوان کا شکار کرنے آئی تھی خود اسلام کا شکار ہو جاتی ہے۔

☆ ایک لندنی خاتون کوردی کی ٹوکری میں ایک کاغذ ملتا ہے جس پر قرآن کی چند آیات درج ہیں۔ ان کا ترجمہ بھی ہے۔ وہ ان آیات کو پڑھتی ہے۔ اس کی جستجو اور طلب بڑھ جاتی ہے۔ وہ پتہ چلاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو قرآن مجید ہے۔ دوسرے ہی دن وہ اسلام کی آغوش میں پہنچ جاتی ہے۔

☆ گناہوں کی دلدل میں پھنسی ایک رقاصہ پیرس کی شاہراہ پر ایک عرب خاتون کو سر سے پاؤں تک لباس میں دیکھتی ہے۔ سوال کرتی ہے کہ آپ تو مقدس مریم کی روح لگتی ہیں۔ آپ کون ہیں؟ وہ اپنے کو مسلمان بتاتی ہے اور کہتی ہے کہ اسلام ہی نے ہم کو یہ لباس عطا کیا ہے۔ وہ رقاصہ رنگ و روغن اور فیشن سے بے پروا معصوم و دلکش اور مقدس صورت سے مرعوب ہو جاتی ہے۔ آنکھوں میں نمی آجاتی ہے۔ وہ بے اختیار اس عرب خاتون کے پیچھے چلنے لگتی ہے۔ اس کی قیام گاہ پر جاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے کہ ہمارے معاشرہ نے عورت کو جتنا ذلیل و رسوا کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کلمہ پڑھتی ہے اور بیت اللہ کا رخ کرتی ہے اور وہیں کی ہو کر رہ جاتی ہے۔

☆ وہ پیرس کا مشہور سرجن ہے۔ اس کے مریضوں میں الجزائر کی ایک بزرگ خاتون ہیں جن کا جسم زخموں سے چور ہے۔ لیکن کوئی خیریت دریافت کرتا ہے تو وہ بڑے سکون واطمینان اور مسرت کے ساتھ الحمد للہ کہتی ہے۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک عجیب چمک ظاہر ہوتی ہے۔ شدید تکلیف کے باوجود آہ اور کراہ نہیں کرتی اور نہ ہی مایوسی ظاہر کرتی ہے۔ فرانسیسی سرجن حیرت سے اس مریضہ کو دیکھتا ہے کہ اس کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہیں۔ پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم ہے۔ وہ یہ بھی نوٹ کرتا ہے کہ شدید تکلیف کے باوجود یہ ضعیفہ اشاروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی اشاروں میں ہاتھ باندھتی اور کچھ زیر لب پڑھتی جاتی ہے۔ ایسے عالم میں اس پر عجیب نورانی کیفیت ہوتی ہے۔ آخر اس سرجن سے رہا نہیں جاتا، وہ اس کوہ پیکر انسان سے اس اطمینان و سکون کی وجہ دریافت کرتا ہے۔ الحمدللہ کے معنی کے بارے میں معلوم کرتا ہے۔ دوسرے ہی دن بغیر کسی سرجری کے دل و دماغ میں ایمان داخل ہو جاتا ہے۔

☆ یہ ایک کیمرہ مین ہے۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل رسالہ ٹائم میں کام کرتا ہے۔ امریکیوں کے قومی ہیرو جارج واشنگٹن کا پڑپوتا ہے۔ مسلمانوں خصوصاً عربوں کے خلاف نفرت اس کے دل و دماغ میں مغربی میڈیا نے بھر دی ہے۔ وہ اپنے پیشے سے مجبور ہو کر لبنان جاتا ہے۔ افغانستان جاتا ہے تاکہ وہاں کے جنگی مناظر کی تصاویر اپنے رسالہ کو بھیج سکے۔ وہاں مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ اس کے تصورات کے شیشے چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ مغربی میڈیا کی حقیقت عریاں ہو جاتی ہے۔ وہ بوسنیا جاتا ہے وہاں دیکھتا ہے کہ اس کے ہم مذہب امریکی چودھری کی نگرانی اور اقوام متحدہ کے پرچم تلے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھا رہے ہیں۔ ضعیف و ناتواں مسلمان بچیوں اور عصمت مآب خواتین سے زیور عصمت اتاری جا رہی ہے۔ یہ خوف ناک مناظر دیکھ کر مسیحیت سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتا ہے۔ خود سے یہ سوال کرتا ہے کہ کیا ان نہتے انسانوں پر مسلمان ہونے کی بنا پر دنیا ظلم کر رہی ہے۔ وہ ایک مسلم دوست کی تدفین میں شرکت کے لیے جاتا ہے تو وہاں مختلف ملکوں کے مسلمانوں کو دیکھتا ہے جو صرف اسلامی اخوت کے رشتہ کی وجہ سے تدفین کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ وہ یہ منظر دیکھ کر بے قابو ہو جاتا ہے اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو دنیا کے تمام امراض کا علاج کر سکتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

☆ یہ دیکھیے اسلام کا ایک دیوانہ ہے جو اپنے وطن روس سے اسلام کی راہ میں بے وطن کیا گیا ہے۔ بیوی بچوں سے محروم ہوا۔ ان پر غم کرنے اور ان کا مرثیہ کہنے کے بجائے اس نے تسکین قلب کا سامان اس طرح فراہم کیا ہے کہ جاپان جیسے صنعتی شہنشاہ کو اسلام کے پرچم تلے لانے پر تل گیا ہے۔ اس کا مشغلہ صرف یہ ہے کہ وہ ٹوٹی پھوٹی جاپانی زبان میں اپنے ملاقاتیوں سے کلمہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طیبہ پڑھنے کا مطالبہ کرتا ہے اور ان کا ایک اسلامی نام رکھ دیتا ہے۔ وہ اپنے مخاطب سے یہ نہیں کہتا کہ آپ اسلام قبول کر لیجیے۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ جاپانی بہترین قوم ہیں۔ ہم جس طرح یہ جملہ ادا کریں، آپ بھی اس طرح ان الفاظ کو ادا کریں۔ مخاطب سادگی سے ان جملوں کو سوچے سمجھے بغیر ادا کر دیتا ہے۔ لیکن اسے نہیں معلوم کہ ان الفاظ میں کیسی نورانیت ہے۔ چند دنوں کے بعد کلمہ طیبہ کی نورانیت قلب کو منور کر دیتی ہے اور وہ اسلام قبول کر لیتا ہے۔ ٹوکیو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ان سے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے گئے تو اسلام قبول کر کے واپس ہوئے۔ دوسرے دن انہوں نے اس روسی مبلغ کو اپنی یونیورسٹی میں اسلام پر لیکچر دینے کے لیے مدعو کیا۔ وہاں پندرہ پروفیسر موجود تھے۔ ان سے کہتا ہے کہ آپ الفاظ کو ایسے ہی دہرایئے جس طرح ہم کہہ رہے ہیں۔ تین چار بار یہ عمل کرایا جاتا ہے۔ پھر ہر ایک کا اسلامی نام رکھ دیا جاتا ہے۔ لیجیے کام ختم۔ لیکچر مکمل ہو گیا۔ یہ ایک دن کی کمائی ہے۔

☆ جاپان کے ایک شاہی خاندان کا ذمہ دار شخص اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ تفریحی مقصد سے ٹوکیو سے باہر قومی شاہراہ پر جا رہا ہے۔ ایک خوبصورت چشمہ کے پاس تھوڑی دیر کے لیے یہ شاہی قافلہ رکا تو اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ سفید لباس میں ملبوس اٹھ بیٹھ رہے ہیں۔ ان کی پیشانی پر عجیب و غریب چمک ہے۔ ایک شخص سب سے آگے ہے۔ باقی آدمی اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ یہ عجیب و غریب منظر تھا اس کے لیے۔ یہ ایک تبلیغی جماعت تھی جو نماز کے لیے راستہ میں ٹھہر گئی تھی۔ ترجمان کے ذریعے بات چیت ہوتی ہے۔ سادہ گفتگو، بے تکلف اور مخلصانہ دعوت نے اس کو اسیر کر لیا اور کعبہ کو ایک نیا پاسباں جاپان کے بت خانے سے مل گیا (جاپانی بدھ مت کے پیرو ہیں۔ بدھ ہی سے بت نکلا ہے۔ ۱۹۹۷ء کی رپورٹ کے مطابق روزانہ ایک سو جاپانیوں کے قبول اسلام کا تناسب ہے۔ ٹوکیو کا اسلامی سنٹر ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کے بارے میں منصوبہ بنا رہا ہے۔)

☆ ڈینیل ٹیس اور کیرٹس اپنے کروڑ پتی خاندانوں کے اکلوتے فرزند ہیں۔ ایک کی عمر بارہ، دوسرے کی تیرہ سال ہے۔ لیکن دونوں جرائم کی دنیا میں بڑے بڑے شاطر اور گھاگ مجرموں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشہ ور قاتلوں کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ ان کے خوش حال والدین نے لاکھوں ڈالر اپنے فرزند پر خرچ کر دیے کہ سدھر جائیں۔ ماہر نفسیات اور ماہرین تعلیم اور چوٹی کے مسیحی مبلغوں سے بھی انہوں نے مدد لی کہ وہ سنبھل جائیں لیکن بے سود۔ کسی نے ایک اسلامی مدرسہ کی نشان دہی کی۔ غرض مند مجنوں ہوتا ہے۔ والدین نے مجبور ہو کر اس اسلامی مدرسہ سے رجوع کیا اور اپنے اپنے بچوں کا سارا کچا چٹھا مدرسہ کے مربی عبدالباقی کے سامنے رکھ دیا اور پچاس پچاس ہزار ڈالر بھی۔ یہ ڈالر تو عبدالباقی نے واپس کر دیے البتہ دونوں لڑکوں کو رکھ لیا۔ پہلے ہی دن ان مدرسہ کے لڑکوں کے ساتھ مار پیٹ کے گیارہ واقعات پیش آئے۔ باوجودیکہ دونوں لڑکوں نے کسی بھی حکم کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا تھا۔ لیکن عبدالباقی مایوس نہیں ہوئے۔ انہوں نے شفقت و محبت کا ایسا معاملہ کیا کہ تیسرے ہی دن یہ لوہا موم ہو گیا۔ چوتھے جن نمازوں میں شریک ہونے لگا اور ایک ماہ میں پانچ پارے قرآن مجید یاد کر کے سنا دیا۔ تین ماہ کے بعد دونوں کروڑ پتی خاندانوں نے اسلام کے مدرسہ میں یہ کہہ کر ہمیشہ کے لیے داخلہ لے لیا کہ جس مذہب نے ہمارے بچوں کو انسان بنایا ہم بھی اس کو قبول کرتے ہیں۔

استاذ عبدالباقی بتاتے ہیں کہ صرف دو سال کی مدت میں سولہ مسیحی خاندانوں نے اسلام قبول کر لیا کہ ان کے فرزندوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ عبدالباقی کے بقول امریکہ میں قائم اسلامی مدارس دعوت کے میدان میں ایسا کام کر رہے ہیں جس کے دوررس اثرات ہوں گے۔ امریکی بچوں کے سرپرستوں نے بڑی صفائی سے امریکی نظام تعلیم و تربیت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ہم ان اسلامی مدارس کی قدر کرتے ہیں جہاں انسانوں کو نئے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے۔ انہیں جنسیات کی تعلیم نہیں دی جاتی اور نہ ہی انہیں جرائم سکھائے جاتے ہیں۔ عبدالباقی کی رپورٹ کے مطابق امریکی معاشرہ میں اخلاقی فساد کے عام ہونے کے باوجود اب بھی ایسے خاندان اور افراد موجود ہیں جو شراب و شباب کے قریب نہیں جاتے۔ جن کی روحیں بے چین اور مضطرب قلب سکون کے متلاشی ہیں۔ ٹی وی پر روحانی پروگراموں کی غیر مقبولیت نے مغربی معاشرہ کے افلاس کو پہلے سے کہیں زیادہ نمایاں کر دیا ہے۔ اسلام سے بغض و کراہیت کے سوتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب خشک ہونے لگے ہیں۔اب مسیحی خاندان اپنے مسخ شدہ مذہب اور گرجا کی کمزور گرفت سے آزاد ہو کر اسلام کے قریب آرہے ہیں۔اسلامی مدارس جو اصلاً مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے لیے قائم کیے گئے ہیں، وہ اسلامی دعوت غیر مسلموں میں پھیلانے کا ذریعہ بن رہے ہیں (ہمارے ملک میں بعض مقامات پر ایسے مدارس میں غیر مسلم بچوں کے داخلہ سے بڑے حوصلہ افزا نتائج نکل رہے ہیں۔)

☆ان سطور کا راقم قاہرہ کے زمانہ میں (1975ء تا 1982ء) ایک گمنام داعی اللہ انجینئر محمد توفیق کی دعوتی سرگرمیوں کا تذکرہ کئی بار سن چکا تھا، مصر کے ساحلی شہر اسکندریہ صرف اس مقصد سے جانا ہوا کہ اللہ کے اس بندے کو دیکھا جائے جو گھر بیٹھے ہوئے ہزاروں میل دور جیل میں محبوس مجرموں کو اسلام کے دائرے میں لانے میں بڑی خاموشی سے مشغول ہے۔انجینئر صاحب نے بتایا کہ وہ امام حسن البناؒ کے فیض یافتہ ہیں۔مزید تعلیم کے لیے امریکہ گئے تو دعوتی جذبہ موجزن تھا۔امریکی معاشرہ کے مختلف طبقات سے ملنے سے اندازہ ہوا کہ اسلام کے چشمۂ حیات کی تلاش میں بہت سے آہوان صحرا سرگرداں ہیں۔کوئی ان کو سوئے حرم لے جانے والا نہیں۔امریکی جیلوں میں دعوتی مقاصد سے جانا ہوا، تھوڑی سی محنت کے بڑے حوصلہ افزا نتائج نکلے۔ہم نے امریکہ کے زمانہ قیام میں مختلف جیلوں میں کام شروع کر دیا تھا۔مصر واپسی کے بعد ان سے خط وکتابت جاری رہی۔ہم نے بذریعہ ڈاک مراسلاتی کورس کی طرح قیدیوں کی ذہنی تربیت کا کام جاری رکھا۔اکثر ایسا ہوتا کہ دو تین ماہ کے اندر ہی یہ قیدی اسلام قبول کر لیتے، اسلام قبول کرنے والے ہمیں نئے قیدیوں کے نام اور ان کے جرائم کی نوعیت اور سزا کے بارے تفصیل معلومات ارسال کرتے اور خود بھی داعی کا کردار ادا کرنے لگتے۔اکثر جیل کے نگراں ہمیں مطلع کرتے اور مدد کی درخواست کرتے۔خصوصاً ان مجرموں کے بارے میں جو جیل کے نظام کے لیے مسئلہ بن جاتے، ہم ایسے تمام قیدیوں کو بڑی حکمت سے ذاتی خطوط لکھتے اور اسلام کا تعارف کراتے، مزید کتابوں کا مطالبہ کرتے تو بجائے کتاب بھیجنے کے خطوط ہی کے ذریعہ ان کی ذہنی تربیت کرتے جب جیل کے حکام ان قیدیوں کو نیک چلنی کی وجہ سے رہا کرتے تو ہم امریکہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقیم اپنے دوستوں کو ان نو مسلموں کے بارے میں مطلع کر کے ان سے ان کی سرپرستی کی درخواست کرتے۔ انجینئر صاحب نے بہت اصرار کے بعد بتایا کہ اب تک ڈیڑھ لاکھ قیدی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں۔ انجینئر صاحب نے تاکید کی کہ اس واقعہ کو شائع نہ کریں، ان کی زندگی تک تو ہم نے ان کے حکم کی تعمیل کی، دو سال قبل ان کی وفات ہو چکی ہے۔ جون ۱۹۷۹ء میں ہماری یہ گفتگو ہوئی تھی۔ باوثوق ذرائع کے مطابق انجینئر صاحب کی وفات تک امریکی جیلوں میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد دو لاکھ بیس ہزار ہو چکی تھی، دوسرے ذرائع سے بھی اس کی تصدیق ہو چکی ہے۔ امریکی جیلوں کے متعلق ایک سرکاری رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بیس سال کے اندر پانچ لاکھ قیدیوں کے حالات میں سدھار ہونے کے بعد انہیں معافی دیدی گئی اور باعزت زندگی گزارنے کے لیے ان کی مالی مدد فراہم کی گئی۔ اس رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قیدیوں کی اصلاح کے لیے مسلمان عالموں کی جدوجہد سے بہت سے مسائل حل ہو گئے، اس لیے انتظامیہ انہیں مزید سہولتیں فراہم کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔ (انجینئر توفیق کی طرح اللہ کے بہت سے گمنام بندے فرانس، برطانیہ اور دوسرے یورپی ملکوں میں اس مبارک کام میں بغیر کسی پروپیگنڈے کے مشغول ہیں۔ ہندوستان میں بھی یہی کام ہو رہا ہے مگر انتہائی محدود پیمانے پر۔)

☆ آپ کیوں اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا دین و مذہب کیا ہے؟ میرا نام مائیک ہے۔ فلپائن میرا وطن ہے۔ عیسائیت میرا دین ہے۔ میرا نام رام چندر ہے۔ میں ہندو ہوں۔ جنوبی ہند سے تعلق رکھتا ہوں۔ میری تعلیم ایم۔ اے تک ہے۔ سال بھر سے آپ کے ملک میں رہتا ہوں۔ مجھے آپ کی نماز بہت بھلی لگتی ہے۔ رمضان کے زمانہ میں سب لوگ ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ حالانکہ دس بارہ ملکوں کے مسلمان آپ کی فرم میں کام کرتے ہیں۔ آپ کے یہاں جتنے مسلمان کام کرتے ہیں اگرچہ ان کی زبانیں الگ الگ ہیں لیکن وہ سب ایک دوسرے کے حقیقی بھائی لگتے ہیں۔ مگر ہمارے ہم مذہب آپس میں مل جل کر نہیں بیٹھتے، ان کے درمیان مساوات نہیں۔ ایسے سوالات و جوابات ہر ہفتے جدہ، کویت، دبئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ریاض کے اسلامی مراکز پر اسلام قبول کرنے والوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ اگر آپ فجر کے بعد جدہ ریڈیو کا عربی پروگرام سنیں تو ہر ہفتے آٹھ دس اسلام قبول کرنے والوں کے انٹرویو آپ سن سکتے ہیں۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں پہلے انہیں اسلام کے متعلق معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔قبول اسلام کے بنیادی فرائض سے ان کو واقف کرایا جاتا ہے اور متوقع آزمائشوں سے بھی ان کو متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ جب وہ اسلام کے متعلق ہر طرح اطمینان کر لیتے تب انہیں کلمہ کی تلقین کی جاتی ہے اور ان سے دستاویز پر دستخط لئے جاتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں......اس طرح کے قصے بکثرت سعودی عرب، کویت، عرب امارات اور قطر کے علاوہ انڈونیشیا اور تھائی لینڈ میں پیش آرہے ہیں۔ ملیشیا میں مقیم چینیوں اور ہندوؤں کے درمیان اسلام قبول کرنے والوں کا تناسب تمام ملکوں سے بڑھا ہوا ہے۔

یورپ وامریکہ کے معاشرہ میں اسلام کس طرح اپنی جگہ بنا رہا ہے اور کن دروازوں سے وہ داخل ہو رہا ہے،اس کا تذکرہ کرتے ہوئے امریکی روزنامہ لاس اینجلز ٹائمز اپنی ایک سروے رپورٹ میں لکھتا ہے کہ شمالی امریکہ میں دین اسلام دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اخبار کے مطابق امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد اسی لاکھ تک بتائی جاتی ہے، لیکن اخبار کے مطابق یہ اندازہ سائنٹفک سروے پر مبنی نہیں ہے۔اخبار کے سروے میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد پانچ لاکھ بیان کی گئی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ یہ تعداد صرف ان مسلمانوں کی ہے جو امریکی مسجدوں میں پابندی سے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔

سروے کرنے والوں نے امریکہ کی ایک ہزار چالیس مسجدوں کے منتظمین سے معلوم کیا کہ ان کی مساجد میں پابندی کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے والوں کی تعدد کیا ہے، تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ ایسے مسلمانوں کی تعداد فی مسجد 465 ہے۔ جب کہ سروے میں ہی یہ بات کہی گئی ہے کہ مسلمانوں کی مجموعی تعداد کا دس فیصد حصہ پابندی سے مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی کل تعداد پچاس لاکھ سے کم نہیں، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ جو نوے فیصد مسلمان مسجدوں میں پابندی سے نماز کے لیے نہیں جاتے وہ نماز سے بالکل محروم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ چنانچہ بہت سے مسلمان یا تو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں یا محلہ کی مختلف نماز گاہوں میں نماز باجماعت ادا کر لیتے ہیں۔ اخبار کا کہنا ہے کہ امریکہ میں ہر سال کم از کم سوا لاکھ مسلمانوں کا اضافہ ہو رہا ہے جن میں نومسلموں کی تعداد بھی کم نہیں۔

لندن کے مشہور اخبار لندن ٹائمز نے ۹ نومبر ۱۹۹۳ء میں ایک رپورٹ شائع کی تھی جس کی ایک سرخی یہ تھی کہ مغربی میڈیا کی معاندانہ روش کے باوجود اسلام مغربی دلوں کو فتح کر رہا ہے۔ اس مضمون میں کہا گیا ہے کہ جس بھاری تعداد میں برطانوی باشندے آجکل اسلام قبول کر رہے ہیں اس کی کوئی نظیر ماضی میں نہیں ملتی اور اندازہ یہ ہے کہ آئندہ بیس سال میں برطانوی نومسلموں کی تعداد ان مسلمانوں سے زیادہ ہو جائے گی جو دوسرے ملکوں سے آکر وہاں آباد ہو رہے ہیں۔

ٹائمز کی اس رپورٹ کے مطابق دلچسپ بات یہ ہے کہ ان نومسلموں میں خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں چار گنا زیادہ ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ یہ بھی ستم ظریفی کی بات ہے کہ اکثر برطانوی نومسلم عورتیں ہیں۔ حالانکہ مغرب میں یہ نظریہ وسیع پیمانہ پر پھیلا ہوا ہے کہ اسلام عورتوں سے گھٹیا سلوک کرتا ہے۔

لندن ٹائمز کے اس شمارے میں بہت سے خواتین کے انٹرویو بھی شائع ہو رہے ہیں جو برطانوی نژاد ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور انہوں نے بصیرت کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے۔ متعدد انٹرویو نقل کرنے کے بعد اخبار لکھتا ہے کہ بہت سی نومسلم خواتین نے اسلام اور مغرب کا تقابل کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا کہ اسلام میں عورت کی زیادہ تقدیس اور عظمت ہے جو مغربی عورتوں کو حاصل نہیں، ان کے نزدیک مغرب کی ''تحریک آزادی نسواں'' کا اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں کہ عورت دوہرے بوجھ تلے دب گئی۔ (تازہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ برطانیہ میں آٹھ سال کے اندر دس ہزار برطانوی باشندوں نے اسلام قبول کیا، اس میں خواتین کا تناسب ۶۲ فیصدی ہے۔)

ان دو اخباروں کی رپورٹوں سے ہلکا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہم مسلمانوں کی بے عملی کے باوجود اللہ تعالیٰ پردہ غیب سے کس طرح اشاعت اسلام کے اسباب پیدا فرما رہے ہیں۔

فرانس کے مختلف شہروں کے بارے میں فرانسیسی وزارت داخلہ کی جو رپورٹ شائع ہوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس کی تصدیق وہاں کی مسلم تنظیموں نے بھی کی ہے۔

فرانس میں پندرہ سال کے اندر دس ہزار فرانسیسی باشندوں نے اسلام قبول کیا، اس میں خواتین کا تناسب ۶۷ فیصد ہے، باقی مرد ہیں۔ ان میں سائنسدان، انجینئر، صحافی، سفارت کار، مبلغ پادری، دانشور، مفکر، پروفیسر، ادیب، وزیر، ماہر نفسیات، فلم اسٹار اور فوجی افسران شامل ہیں۔ ریاض سعودی عرب سے شائع ہونے والے رسالہ الدعوۃ کی ایک رپورٹ سے یہ دلچسپ انکشاف ہوتا ہے کہ فرانسیسی وزارت داخلہ نے اپنی ایک رپورٹ میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ جس محلہ میں مسلمان مساجد تعمیر کرتے ہیں' وہاں جرائم حیرت انگیز تک کم ہو جاتے ہیں۔ فرانس کے ایک صنعتی شہر میں مقیم مسلمانوں نے وہاں کی کارپوریشن سے مسجد تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی لیکن شہر کے میئر نے درخواست مسترد کر دی۔ چار سال تک یہ درخواستیں مسترد ہوتی رہیں، اس صورتحال کو دیکھ کر مسلمانوں نے ایک تجارتی کمپلیکس تعمیر کر کے ایک بڑے ہال میں نماز شروع کر دی، فرانسیسی خفیہ پولیس نے وزارت داخلہ کو رپورٹ دی کہ جب سے مسلمانوں نے یہاں نماز شروع کی ہے' اس وقت سے اس علاقہ میں جرائم کم ہو گئے ہیں۔ فرانسیسی وزارت داخلہ نے اس بنیاد پر ان تمام محلوں میں ہونے والے جرائم کا سروے کرایا جہاں مسجدیں ہیں، رپورٹ نے یہ انکشاف کیا، کہ عام طور سے مساجد کی تعمیر کے بعد جرائم میں حیرت انگیز کمی آ گئی، کیوں؟ اس کی وجہ ہمیں نہیں معلوم۔ اس رپورٹ کو بنیاد بنا کر فرانسیسی وزارت داخلہ نے مساجد کی تعمیر کی عام اجازت دیدی (لیکن ہماری، بھارتی حکومت کو مساجد کی تعمیر میں آئی۔ ایس۔ آئی، کا ہاتھ دکھائی دیتا ہے، اور ان مساجد کے منارے بندوق کی طرح نظر آتے ہیں ۔یحسبون کل صیحة علیھم۔)

فرانس نے سرکاری سطح پر اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ فرانس اور یورپی ممالک جرائم پر قابو پانے کے لیے کروڑوں ڈالر خرچ کرتے ہیں پھر بھی وہ ناکام رہتے ہیں، اس رپورٹ کے بعد ہی فرانسیسی جیلوں کی انتظامیہ نے مسلمان داعیوں کو جیلوں میں محبوس قیدیوں کی اصلاح کے لیے مدعو کرنا شروع کر دیا۔ اس کے نتائج بھی بہت جلد سامنے آنے لگے، دوسری طرف فرانسیسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے اپنے بچوں کی تعلیمی ترقی کے لیے ایسا نظام بنایا کہ وہ تعلیم کے میدانوں میں ممتاز نمبروں سے پاس ہونے لگے اور اہم کلیدی عہدوں پر ان کو متعین کیا جانے لگا۔ (سابق امریکی صدر کلنٹن کے دورہ بھارت میں ان کے ہمراہ ماہرین کی جو ٹیم آئی تھی' ان میں پانچ مسلمان تھے۔ ایک امریکی وزارت زراعت کے ماہر، دوسرے صدر کلنٹن کی تقریر لکھنے والے۔ تیسرے امریکی سفیر، چوتھے مالیاتی مشیر، پانچویں ایک خاتون تھیں۔)

واللّٰہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لایعلمون.

ابھی حال ہی میں لندن میں احمد عبدالرحمٰن نامی ایک داعی نے ایک ڈاکومنٹری فلم تیار کی ہے۔ جس میں انہوں نے سینتالیس نومسلموں سے سوالات کیے ہیں کہ ان کے قبول اسلام کی وجہ کیا ہوئی، اس فلم میں سولہ امریکی اور یورپی ملکوں کے نومسلموں کا انٹرویو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔

فلم کے پہلے حصہ میں بتایا گیا ہے کہ عام طور پر مغربی ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیا شبہات پائے جاتے ہیں، مغربی میڈیا کس طرح اپنی ساری توانائی کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مرکوز کردیتا ہے۔ لیکن اتنی شدید عداوت ومخالفت کے باوجود اسلام کیوں پھیل رہا ہے اور بغیر کسی حکومتی سرپرستی اور ادنیٰ ترغیب وتشویق کے لوگ کیوں اسلام قبول کررہے ہیں، اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک برطانوی سابق سفیر نے، جس نے قبول اسلام کے بعد اپنا نام حسن رکھا، لکھا ہے کہ "مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی تھی کہ اتنی شدید مخالفت اور عداوت کے باوجود آخر لوگ اسلام کیوں قبول کرتے ہیں، اس مذہب میں آخر کونسی ایسی کشش ہے کہ لوگ خود بخود بے اختیار اس کی طرف کھینچے چلے جاتے ہیں، اس سوال پر غور کرنے سے مجھے یہی جواب ملا کہ اسلام ہی وہ آخری مذہب ہے جو تمام انسانوں کی ہدایت اور ان کی حقیقی کامیابی کا ضامن ہے، یہ مذہب چونکہ انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور انسانی مشکلات ومسائل سے وہ آنکھیں بند نہیں کرتا بلکہ ان کا صحیح حل پیش کرتا ہے، مضطرب اور بے چین انسانوں کو ذہنی اور قلبی سکون واطمینان عطا کرتا ہے اس لیے لوگ اگر کثرت سے اس کو قبول کررہے ہیں تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں......"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابق برطانوی سفیر نے مسلم اور غیر مسلم ممالک میں قیام کے دوران جو بنیادی فرق محسوس کیا' وہ ان کے الفاظ میں یہ تھا کہ مسلم ممالک میں ہم نے عام طور پر امن وامان پایا۔ مسلم سوسائٹی کو بھی مطمئن اور مسرور دیکھا، اس کے برعکس غیر مسلم ملکوں میں عام طور سے ہم لوگوں کے چہروں پر غم اور فکر کی پرچھائیں نظر آئی، ایک سابق فرانسیسی سفیر نے بھی، جنہوں نے سعودی عرب، کویت اور عرب امارات میں خاصا وقت گذارا ہے۔ ایسے ہی تاثرات ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں ریاض میں اور جدہ میں تنہا بغیر کسی محافظ کے گھومتا تھا، ہزاروں ڈالر ہماری جیب میں ہوتے، ہماری قیام گاہ کے دروازے بھی عام طور پر کھلے رہتے، کبھی کوئی چوری نہیں ہوئی۔ نہ کسی نے خرید وفروخت میں ہمیں دھوکہ دیا۔ ناواقفیت میں ہم نے زیادہ پیسے دے دیئے، جو دکاندار نے واپس کر دیئے۔ جب ہم پیرس پہنچے تو پہلے ہی دن جیب کتروں نے ائرپورٹ پر ہماری جیب سے پیسے اڑا لیے، دوسرے دن ہماری بیوی کا پرس چرا لیا۔ تیسرے ہفتے ہمارے فلیٹ میں چوری ہوگئی۔ ہم نے تھوڑے سے غور وفکر اور اسلام کے مطالعہ کے بعد اسلام قبول کر لیا اس لیے کہ مسیحیت ایک بے جان لاشہ ہے، زندگی سے اس کا کوئی ربط وتعلق نہیں، اس کی واضح دلیل اگر آپ چاہتے ہیں تو ان لوگوں کو دیکھیے جو پابندی سے گرجا گھر جاتے ہیں، فرانس میں صرف چار فیصد لوگ اتوار کو گرجا گھر جاتے ہیں، جرمنی میں چھ فیصد اور برطانیہ میں چھ فیصد لیکن مسلمان ہر روز اپنی مسجدوں میں پانچ وقت جاتے ہیں، اور ہر جگہ نمازیوں کا تناسب ساٹھ ستر فیصد سے زیادہ ہے، دوسری بنیادی خصوصیت مسلمانوں کی یہ ہے کہ اپنے مذہب سے ان کا زندہ تعلق ہے اور اسلام ان کی چوبیس گھنٹے کی زندگی میں بڑی حد تک دخیل ہے۔ ہم نے مغربی ملکوں کے لوگوں کو نجی مجلسوں میں عام طور سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسیحیت پر سے ہم لوگوں کو اعتماد اٹھ گیا ہے، ہمارے مسیحی مبلغین ہر طرح کے مالی اور اخلاقی جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس ڈاکومنٹری فلم میں اسلام قبول کرنے والوں نے قبول اسلام کی جو وجہ بتائی ہے اس میں قدر مشترک سب کی نظر میں یہی ہے کہ تنہا اسلام ہی وہ مذہب ہے جو پوری انسانیت کو ہلاکت وبربادی سے بچا سکتا ہے۔ آکسفورڈ میں اسلامک سینٹر کے ڈاکٹر گراہم کا کہنا ہے کہ اب اسلام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرق و مغرب کا قضیہ نہیں رہا، وہ ایک مکمل معاشرہ کا داعی ہے۔ اسلام توحید کا سب سے بڑا داعی ہے۔

برطانوی شہر ویلز کے ایک سابق مسیحی مبلغ کہتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک متعصب مسیحی تھا۔ یہودیوں سے مجھے اتنی زبردست ہمدردی تھی کہ ان کی مدد کے لیے اسرائیل گیا، یہودیوں اور فلسطینی مسلمانوں سے میل جول کے بعد چند ہی دنوں میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ مسلمان مظلوم ہیں، ان کی زمین یہودیوں نے غصب کی ہے، یہودی بڑے ظالم، قسی القلب اور متکبر ہیں، بداخلاق ہیں، انسانیت سے قطعی عاری ہیں، مکروفریب سے ان کی پوری زندگی عبارت ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو ہم نے اخلاقی لحاظ سے بہت بلند پایا۔ اسرائیل سے دوسرے ہی ہفتہ میں واپس آگیا، میں نے اسلام اور مسلمانوں سے متعلق پڑھنا شروع کیا، تو اندازہ ہوا کہ مغربی میڈیا نے کس طرح ہمارے ذہنوں کو مسموم کردیا تھا۔ ایک ماہ بعد ہم نے اسلام قبول کرلیا۔

فلم کے ایک حصہ میں بتایا گیا کہ عام طور اسلام قبول کرنے والوں کی زندگی یکسر تبدیل ہوگئی، خصوصاً مغربی ماحول کی پروردہ خواتین نے اسلام کی عائد کردہ پابندیوں کو بڑی خوشی سے قبول کرلیا، اس لیے کہ جرمن خاتون حناء کے بقول اسلام نے خواتین کو جو حقوق دیے ہیں وہ کسی مذہب نے نہیں دیئے، اسلام میں خاندان کا شیرازہ یکجا رہتا ہے، بلجیم کی نومسلمہ رابعہ کہتی ہیں کہ مسلمان خاندانوں میں خواتین کا بڑا احترام کیا جاتا ہے، جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی ہے' ماں اور دادی کی حیثیت سے اس کے احترام اور تقدس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، اسلام کی بنیادی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک سابق فرانسیسی مسیحی مبلغہ نے بتایا کہ جب ہم نماز میں ہوتے ہیں تو براہ راست اپنے خالق سے ہم کلام ہوتے ہیں، ہمارے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا جیسا کہ مسیحی مذہب میں پادری واسطہ ہوتا ہے، امریکی نومسلم عائشہ صوفیا کہتی ہیں کہ اسلام میں قضا وقدر پر ایمان لانا ایسی خوبی ہے کہ مغربی لوگ اگر اس پر ایمان لے آئیں تو ان کے تمام عقلی، قلبی اور اعصابی امراض کا یکسر خاتمہ ہوجائے۔ ایک دوسرے نومسلم نے (جو یہودی تھے اور فری میسن تنظیم میں سرگرم جدوجہد کی وجہ سے اس کے خاص معتمد علیہ اور ممتاز ارکان میں ان کا شمار ہونے لگا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا) اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام رکن الدین رکھا۔ انہوں نے قرآن مجید کے متعلق اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ جب میں نے پہلی بار قرآن مجید پڑھا تو وہ معجزہ معلوم ہوا، اس کا نور میرے قلب میں داخل ہو گیا اور مجھے زندگی میں پہلی بار سکون محسوس ہوا، اور یہی احساس میرے قبول اسلام کا سبب بنا۔ جو شخص میں قلبی سکون کا متلاشی ہو اس کو میں قرآن مجید پڑھنے کی دعوت دیتا ہوں، جو شخص ایک بار بھی قرآن مجید پڑھ لے گا' وہ اس بات سے انکار نہیں کر سکے گا کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ میں نے ذہنی سکون کی تلاش میں دنیا بھر کے چکر لگائے اور لاکھوں ڈالر خرچ کئے لیکن قرآن مجید نے مجھے جو دولت عطا کی' اس کی قیمت کوئی نہیں لگا سکتا۔ میری زندگی قرآن مجید پڑھنے سے یکسر تبدیل ہو گئی' جو صرف قرآن کا معجزہ ہے۔ افسوس ہے کہ دنیا اس نور سے محروم ہے۔ فلم کے آخری حصہ میں نومسلموں نے مغربی سوسائٹی کی مشکلات و مسائل اور ان کے اسلامی حل کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ غیر اسلامی سوسائٹی جس جنسی انارکی، اخلاقی فساد، مالی بحران، اور اعصابی امراض میں گرفتار ہے' ان سے نجات صرف اسلام ہی دے سکتا ہے۔ مغربی جرمنی کی نومسلمہ خاتون رابعہ کہتی ہیں کہ مغربی سوسائٹی میں جو آزادی دی گئی ہے' وہ سب جھوٹ اور فراڈ ہے، مغربی آزادی کا مفہوم ہی صرف یہ ہے کہ ہر شخص من مانی زندگی گزارے۔ لیکن حقیقی آزادی اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ملتی ہے۔ (مغربی جرمنی میں آٹھ سال کے اندر بارہ ہزار خواتین نے اسلام قبول کیا۔ سابق جرمن سفیر متعین ترکی نے اسلام قبول کر کے اپنا نام مراد ہوفمین رکھا، اور اسلام کے دفاع اور اس کے موثر تعارف میں کئی کتابیں لکھیں جو بڑی دلچسپی سے پڑھی جا رہی ہیں۔ سرکاری حلقوں نے اب مسلمانوں کو اس کی اجازت دے دی ہے کہ تعلیمی اداروں میں دینیات کا نصاب پڑھایا جائے۔)

برطانیہ کے مشہور مغنی نے اسلام قبول کر کے اپنا نام یوسف اسلام رکھا۔ اب وہ اپنی ساری صلاحیتیں نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت پر صرف کر رہے ہیں، اس کے ساتھ اسلامی تاریخ، سیرت نبوی سے متعلق واقعات کو ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ پیش کر رہے ہیں تاکہ اسلامی تاریخ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکی کلیسا کی مرکزی تنظیم نے چھ ہزار چار سو ترپن مسیحی مبلغوں کو اسلامی اور افریقی ملکوں میں بھیجا تاکہ وہ مسیحیت کی تبلیغ کر سکیں، ان کی تیاری پر دس سال کے عرصہ میں ایک کروڑ تیس لاکھ ڈالر صرف ہوئے، لیکن دو سال بعد یہ رپورٹ ملی کہ آدھے سے زائد کلیسائی مبلغین کعبہ کے پاسبان بن گئے اور اب وہ افریقی اور مغربی ملکوں میں اسلام کے داعی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں، قبول اسلام کے یہ واقعات زیادہ تر افریقہ میں پیش آئے۔

۱۹۹۶ء میں جو رپورٹ امریکی مسلمانوں سے متعلق شائع ہوئی تھی' اس میں بتایا گیا تھا کہ امریکی افواج میں مسلمان فوجیوں کی تعداد دس ہزار ہو گئی ہے، ان امریکی فوجیوں میں خاصی تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے سعودی عرب میں قیام کے دوران اسلام قبول کیا تھا، ان فوجیوں کی دینی رہنمائی، اخلاقی تربیت اور نمازوں کی امامت کے لیے عبدالرشید امریکی فوجی کو بطور امام و دینی مرشد کے متعین کیا گیا ہے، ان کو جو فوجی نشان دیا گیا ہے اس میں ہلال اور ستارہ بھی ہے۔ عیدین کی نماز اور خطبے پہلی بار جب سرکاری طور پر ٹی وی اور ریڈیو پر براہ راست نشر کئے گئے تو چھ ماہ کے اندر پندرہ سو فوجیوں نے عبدالرشید کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ عبدالرشید کے بقول عید کی نماز کے بعد امریکی فوجی مراکز سے ٹیلی فون کئی ہفتے تک آتے رہے، جس میں وہ اسلام سے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے۔

امریکی فوجیوں کی قابل لحاظ تعداد، اور خود امریکہ کی تاریخ میں پہلی بار امریکی کانگریس کی عمارت میں افطار پارٹی اور وہائٹ ہاؤس میں عید ملن تقریب منعقد کی گئی، اس میں ڈیڑھ سو مسلمانوں کو مدعو کیا گیا، امریکی نائب صدر الگور واشنگٹن کے اسلامی مرکز گئے اور اسلام کے بارے میں اچھے اور مثبت خیالات کا اظہار کیا۔

برطانیہ جیسے اسلام دشمن اور مسلم کش ملک میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامی سینٹر قائم ہوا، برطانوی شہزادہ چارلس نے عالمی تہذیب پر اسلام کے اثرات اور انسانی سوسائٹی پر اس کے احسانات کا اعتراف کیا، برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے کہا کہ وہ ان دنوں قرآن مجید کا مطالعہ کر رہے ہیں تاکہ برطانیہ آباد مسلمانوں کے عقائد ان کے طرز فکر اور تہذیب سے واقف ہو سکوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ صرف مغربی ممالک سے متعلق ہزاروں واقعات میں سے چند کا اجمالی ذکر تھا، ورنہ افریقی اور ایشیائی ملکوں میں قبول اسلام کے واقعات بکثرت پیش آرہے ہیں، ان ملکوں میں تو پوری پوری بستی اور پورے قبیلہ کا قبیلہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے، افریقی ملکوں میں سب سے زیادہ مساوات کا اثر پڑتا ہے، ہندوستان میں طبقاتی اونچ نیچ اور دلتوں پر برہمنوں کے مظالم نے بھی اسلام قبول کرنے لوگوں کو آمادہ کیا، اس کے علاوہ خود ہندوؤں کے مذہبی عقائد اور رسوم نے بھی ہندومت کے خلاف ان کے ماننے والوں میں نفرت پیدا کی، متعدد واقعات ایسے بھی پیش آئے کہ بعض ہندو نوجوانوں نے اپنی ماں کی موت پر اس کو جلتے دیکھ کر اور مردہ کی بے حرمتی کی تاب نہ لا کر اسلام قبول کرلیا کہ اس مذہب میں مرنے کے بعد بھی عزت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

پوری دنیا میں اسلامی بیداری کی لہروں کا دوسرا پہلو خود مسلمانوں سے متعلق ہے، یہ بیداری بعض مسلمان ملکوں اور دینی، دعوتی جماعتوں اور بعض ممتاز داعیوں اور اہل قلم کی سرگرم جدوجہد کے نتیجہ میں پیدا ہو رہی ہے، مسلم ممالک میں سرفہرست مملکت سعودی عرب ہے جس نے بلاشبہ خلافت کے خاتمے کے بعد اسلامی دنیا کی پاسبانی کا فریضہ بڑی حد تک انجام دیا ہے اور اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کی جو خلافت کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں کے اندر پایا جا رہا تھا، دوسرے نمبر پر وہی رفاہی ادارے ہیں جن کو مخیّر امراء کی سرپرستی حاصل ہے۔

۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال نے خلافت عثمانیہ کے الغا کا جب اعلان کیا تو پورے عالم اسلام میں زبردست ردعمل ہوا، اور عام طور سے مایوسی اور شکست خوردگی کا احساس مسلمانوں کو ہوا، اس نازک صورت حال سے بچنے کے لئے مسلمانوں نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر جدوجہد کا آغاز کر دیا، ہندوستان میں تحریک خلافت نے دینی وسیاسی شعور بیدار کرنے میں بنیادی رول ادا کیا، دینی تعلیم کا دائرہ بھی پھیلنے لگا، دینی جماعتوں نے برصغیر کے مسلم نوجوانوں کے ذہنوں میں اسلام کے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک اور ملحدانہ خیالات کو دور کر کے از سر نو اسلام پر اعتماد بحال کرنے کا کام کیا، عوام کے اندر بھی بڑے پیمانہ پر دین کی بنیادی تعلیمات کو عام کرنے کی جدوجہد کی گئی، برصغیر سے نکل کر یہ کام دنیا کے تمام ملکوں میں پھیل رہا ہے۔ مصر میں امام الحسن البنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کی تحریک اخوان المسلمون کے ذریعہ پورے عالم عربی میں دینی بیداری کی عام لہر پیدا ہوئی۔ فرماں روائے سعودی عرب ملک عبدالعزیز نے پہلے مرحلے میں حجاز میں امن وامان قائم کیا، پھر عوام میں پھیلے شرک وبدعات کی طرف توجہ دی، جب اللہ تعالیٰ نے سیال سونے کی دولت سے مالا مال کیا تو مملکت کے تمام فرمارواؤں نے پوری دنیا کے مسلمانوں میں دینی بیداری میں آگے بڑھ کر حصہ لیا اور دنیا کے تمام خطوں میں بسنے والے مسلمانوں کی (اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں) مادی اور اخلاقی سرپرستی اور اسلامی دعوت کو عام کرنے کی طرف توجہ کی، جن ملکوں میں پہلے سے دعوت دین اور دینی تعلیم کا کام ہو رہا تھا' ان کے تعمیری اور تعلیمی منصوبوں کی تکمیل میں بے دریغ مدد دی، افریقہ، ایشیا' امریکہ، یورپ، آسٹریلیا میں اپنے نمائندوں کو بھیج کر اسلام اور مسلمانوں کے حالات کا سروے کرایا، اپنے خرچ پر مساجد، مدارس تعمیر کرائے، شفاخانے اور ریڈیو اسٹیشن قائم کیے، کنویں کھدوائے، یتیم خانے بنوائے، کویت کے رفاہی اداروں، الہیئۃ الخیریہ، سعودی عرب کے رابطہ عالم اسلامی، جامعہ اسلامیہ، وزرات اوقاف، دار الافتاء، ندوۃ الشباب الاسلامی، موسستہ الحرمین، موئسستہ اقرا الخیریہ، موسستہ الملک فیصل الخیریہ جیسے رفاہی اداروں نے پوری دنیا کے مسلمانوں کی بھی مختلف طریقوں سے مدد کی، حرمین شریفین کی تعمیر کے بعد دوسرا بڑا کارنامہ سعودی عرب کا یہ ہے کہ اس نے قرآن مجید کی طباعت اور اس کی مفت تقسیم کا مبارک کام اپنے ذمہ لیا، دوسری طرف تمام براعظم کے مسلمان نوجوانوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے اپنی تعلیم گاہوں کے دروازے کھول دیے، رابطہ عالم اسلامی کے ذریعہ ساٹھ ہزار سے زائد مساجد تعمیر کرائیں، پچیس ہزار مدارس کی تعمیر وتوسیع کے لیے مدد دی، موسستہ الملک فیصل الخیریہ نے دینی، دعوتی، ادبی اور علمی میدانوں میں کام کرنے والے داعیوں، مربیوں اور علماء محققین کی حوصلہ افزائی کے لئے گراں قدر انعامات دیے (دبئی کی حکومت نے بھی سالانہ اسلامی شخصیت ایوارڈز دینے کا مبارک سلسلہ شروع کر دیا ہے۔)

سعودی عرب، کویت، قطر، عرب امارات اور لیبیا نے ملکی ترقی کے لیے مسلمان ماہرین سے مدد لی، اس سے ایک طرف مسلمانوں میں اقتصادی خوش حالی آئی، دوسری طرف خود ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقائد و اعمال میں بنیادی تبدیلیاں آئیں، تیسری طرف غیر مسلم کارکنوں اور فنی ماہرین نے عربوں کے درمیان رہ کر بغیر کسی تحفظ کے مسلمانوں کو قریب سے دیکھا، ان کے عقائد اور تہذیب کا مطالعہ و مشاہدہ کیا، وہاں کے امن وامان اور مساوات کی اسلامی فضا دیکھ کر تاثر قبول کیا، ایک تعداد نے وسیع تر اسلامی برادری سے اپنا رشتہ جوڑ لیا، اور ایک تعداد کے اندر اسلام کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا ہوئے اور ان کے ذہنوں کی سلوٹیں دور ہوئیں، عرب ممالک میں سالانہ تین ہزار سے زائد اسلام قبول کرنے کا اوسط ہے، اس میں خواتین کا تناسب 27 فیصد ہے (یہ خواتین عام طور سے گھریلو خادمائیں ہوتی ہیں جو سری لنکا، فلپائن، اور جنوبی ہند سے تعلق رکھتی ہیں۔)

جدید ترین ذرائع ابلاغ سے بھی سعودی عرب، کویت، قطر اور ترکی نے فائدہ اٹھایا ہے، جسکے بڑے اور دور رس اثرات مرتب ہو رہے ہیں، ۱۹۹۹ء میں حج کے شعائر کو سعودی عرب نے C'N'N اور B'B'C STAR کے ذریعہ ایک سو بیس ملکوں تک نشر کرنے کا معاہدہ کیا، اس کے ساتھ اس کا بھی اہتمام کیا کہ آن ائر پروگرام میں فون کے ذریعہ اسلام کے متعلق دنیا بھر سے سوالات کئے گئے جن کے جوابات اسی وقت ریاض اور جدہ کے اسٹوڈیو سے ممتاز عالموں اور داعیوں نے انگریزی اور فرنچ میں دیے، حج کے بعد کی رپورٹوں سے پتا چلتا ہے کہ اس عالمی پروگرام کو دیکھ کر ٹی وی مشاہدین نے یورپ وامریکہ کے اسلامی مراکز سے جو رابطہ فون کے ذریعہ قائم کیا اس کی تعداد آٹھ لاکھ سے زائد تھی، ان مشاہدین کی نصف تعداد ایسی تھی جس نے اعتراف کیا کہ اسلام کے بارے میں ان کے ذہنوں میں بڑے شکوک وشبہات تھے اور مسلمانوں کے متعلق بدگمانیاں بڑھ گئی تھیں۔ سعودی عرب، کویت، قطر اور ترکی میں انٹرنیٹ اور ٹی وی کے ذریعہ پوری دنیا میں اسلامی دعوت کو پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ترکی میں تین ٹیلی ویژن کمپنیاں اسلامی اصول وضوابط کے مطابق اعلیٰ معیار کے ساتھ اپنا پروگرام پیش کررہی ہیں، ان کا دائرہ مشرقی یورپ اور مغربی جرمنی تک پھیلا ہوا ہے، اقتصادی اعتبار سے بھی ان کمپنیوں کو فائدہ ہورہا ہے، دوسری طرف... اسلامی اصولوں کے مطابق اقتصادی بنک اور تجارتی کمپنیاں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارخانے قائم ہو رہے ہیں جنہوں نے ملک کو خود کفیل بنانے میں زبردست پیش قدمی کی ہے، ترکی میں تیار کیے گئے ٹی وی پروگرام کی مانگ دوسرے عرب ملکوں میں بھی ہو رہی ہے، قطر کی حکومت نے ایک فضائی چینل قائم کر کے اسلامی دعوت کے لیے وقف کر دیا ہے، اس چینل کو ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی رہنمائی اور سرپرستی حاصل ہے، اگرچہ اسلامی بینک اسلامی ملکوں میں زیادہ کامیاب نہ ہو سکے، لیکن مغربی ملکوں میں اسلامی بینکوں کا بڑا استقبال کیا جا رہا ہے، غیر مسلم تاجروں اور سرمایہ داروں نے ایسے بینکوں میں سرمایہ لگانے میں دلچسپی ظاہر کی ہے، مغربی ملکوں میں روز بروز ان بینکوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، بالفاظ دیگر اقتصادی میدانوں میں بھی مسلمان مغربی ملکوں میں آگے بڑھ رہے ہیں، کمپیوٹر سافٹ ویئر کے دوسرے بڑے صنعتکار کیلیفورنیا میں ایک مسلمان ہیں جو بل گیٹس کمپنی کے سب سے بڑے سپلائر ہیں۔

یورپ و امریکہ اور افریقہ کے علاوہ اسلام نے جہاں اپنا راستہ بنایا اور دبے کچلے مسلمانوں میں اسلامی بیداری کی لہریں پیدا ہوئیں' وہ روس ہے۔ جو دنیا کی دوسری بڑی طاقت تھی اور اپنی آہنی دیواروں کی بدولت ستر سال تک ناقابل شکست سمجھی جاتی تھی، اس کی مضبوط فولادی دیواروں کو اسلام کی شعاعوں نے پگھلا کر رکھ دیا، اب اس سپر پاور کو اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے پڑ رہے ہیں اور چیچنیا کے نہتے مسلمانوں سے امن کی بھیک مانگنے پر وہ مجبور ہو رہا ہے، اس عظیم طاقت کا شیرازہ بکھرنے کی ابتداء ۱۹۷۹ء سے ہوئی جب روسی فوجوں نے افغانستان پر یورش کی، جو روسی فوجی افغانستان میں جنگ کرنے آئے وہ یا تو افغان مجاہدین کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچے یا پھر اسلام کی زنجیروں میں ہمیشہ کے لیے اسیر ہو گئے، روس نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روسی مسلمان فوجیوں کو اس منصوبے کے تحت بھیجا تھا کہ یا تو یہ اپنے ہم مذہب بھائیوں کو مار کر آئیں گے یا ان کی لاشیں آئیں گی، ہر حال میں ہماری چاندی ہوگی، لیکن یہ سارے منصوبے الٹے ہو گئے، یہ روسی مسلمان فوجی افغانستان سے واپس آئے تو نئے جذبے کیساتھ واپس ہوئے، انہوں نے اپنے اپنے علاقوں میں اسلامیت کی تبلیغ شروع کر دی، دوسری طرف افغانستان میں زبردست مالی اور جانی خسارے نے روس کی کمر توڑ کر رکھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی، امریکی سی، آئی، اے نے امریکی ذمہ داروں کو رپورٹ دی کہ اگر افغانستان میں جاری جہاد کو ختم کرنے کی جلد کوشش نہ کی گئی تو روس کا شیرازہ تو بکھرے گا ہی خود یورپ امریکہ کے وسیع تر مفادات متاثر ہوں گے، اس لیے کہ افغانستان کی جنگ سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں جہاد کی روح بیدار ہو رہی ہے۔ خصوصاً عرب ممالک سے مجاہدین افغانستان پہنچ رہے ہیں، جس سے یہ اندیشہ قوی ہوتا جا رہا ہے کہ مسلم ممالک میں قائم آمرانہ و ملحدانہ حکومتوں کا زوال ہو جائے گا، بالفاظ دیگر ان ممالک سے مغربی ملکوں کے جو مفادات وابستہ ہیں' ان پر کاری ضرب لگے گی، بالآخر روس پر دباؤ ڈال کر امریکہ نے اس کو افغانستان سے باعزت پسپائی پر مجبور کر دیا، اس طرح دنیا کی دوسری بڑی طاقت روس کو شکست دینے کا منصوبہ بنانے والے مرد مومن جنرل ضیا الحق شہید، جنرل اختر عبدالرحمٰن شہید کی یہ پیش گوئی پوری ہوگئی کہ افغانستان کی جنگ کا خاتمہ روس کی سرزمین پر ہوگا اور جب پروپیگنڈے اور فوجی آمریت کی بنیاد پر قائم اشتراکی روس کی عمارت چشم زدن میں زمیں بوس ہوگئی تو یہ خوش گوار انکشاف ہوا کہ ستر سال سے روسی مسلمان اسلام کو اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں، اب ان کے اندر اسلامی بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے، اسلام کی طرف از سر نو واپس آ رہے ہیں، اور یہ خون صد ہزار انجم کا فطری نتیجہ ہے (روسی جمہوریتوں کی آزادی کے بعد ان علاقوں کے مسلمان اپنے مدارس قائم کر رہے ہیں اور اپنے نوجوانوں کو اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے عرب ممالک بھیج رہے ہیں، لیکن بہت سی ریاستیں سیاسی آزادی کے باوجود ابھی تک روسی جال سے نہیں نکل سکیں، اس کے علاوہ مغربی ممالک اور اسرائیل بھی ان مسلم ریاستوں کو اقتصادی اور فنی امداد کے جال پھنسانا چاہتے ہیں، اگر عرب ممالک اور پاکستان و ترکی منصوبہ بند طریقہ سے فنی و اقتصادی اور فوجی مدد کریں، نوجوانوں کی دینی تعلیم و تربیت کا صحیح انتظام کریں تو روسی ریچھ سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔)

اب مسلمان اس انتظار میں ہیں کہ جس طرح امریکہ کا اخلاقی زوال ہوگیا ہے اسی طرح اس کا سیاسی شیرازہ بھی بکھر جائے گا اور ہم تمام مسلمان اس جنازہ کی تدفین کا تماشہ دیکھیں گے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ کے اخلاقی زوال کی طرف ہم آغاز ہی میں اشارے کر چکے ہیں، اس سلسلہ میں امریکی مفکرین اور دانشوروں کو شہادتیں بھی پیش کر چکے ہیں، جہاں تک اقتصادی زوال کا تعلق ہے تو اس میدان میں بھی اس کے زوال کا آغاز ہو چکا ہے، امریکی اقتصادیات پر نظر رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ امریکہ خلیجی ملکوں کے دفاع پر سالانہ تیس سے ساٹھ ارب ڈالر خرچ کر رہا ہے تاکہ جاپان، چین، ایران، عراق اور روس پر قابو پا سکے، لیکن اصل فائدہ جاپان کو ہو رہا ہے، جس نے برقی ساز و سامان کی مصنوعات پر قبضہ کر کے امریکہ کو عالمی مارکیٹ سے نکال باہر کیا ہے، دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ امریکہ اسرائیل کے وجود کی حفاظت کی خاطر اتنے اخراجات کر رہا ہے تاکہ مشرق وسطیٰ سے وابستہ امریکی مفادات کو نقصان نہ پہنچے، اس کی بنا پر امریکہ ہر سال دو کھرب ڈالر کا مقروض ہو جاتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ معاشی نمو کی شرح بالکل گھٹ گئی ہے، پال کینڈی نے ۱۹۸۷ء میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا عنوان تھا بڑی طاقتوں کا عروج و زوال، اس میں مصنف نے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ اس صدی کے آخر تک امریکی صدی کا خاتمہ ہو جائے گا، جس کی ابتدا دوسری عالمی جنگ عظیم سے ہوئی تھی، مصنف کا کہنا ہے کہ جس سرعت سے امریکہ اپنی فوجی طاقت پر خرچ کر رہا ہے' اسی تیزی سے اس کی اقتصادی طاقت کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ یہی حال امریکہ سے پہلے بڑی حکومتوں کا تھا، اس غیر متوازن پالیسی کے نتیجہ میں سرمایہ کاری کم ہو جائے گی، اقتصادی نمو کی شرح میں کمی اور ٹیکسوں میں زیادتی ہو جائے گی، اس طرح سیاسی کشمکش میں اضافہ ہو جائے گا، مغربی ماہرین کے مطابق اس میں شبہ ہے کہ امریکہ اکیسویں صدی کے ساتھ صحیح معاملہ کر سکے گا۔

اقتصادی تجزیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے، مثلاً ۱۹۹۵ء میں عالمی بازار میں امریکی تجارت کا توازن تیس فیصدی تک گھٹ کر آ گیا، مقامی مارکیٹ میں بھی جاپان کی وجہ سے اس کو پسپا ہونا پڑا، ٹیلی فون برقی ساز و سامان، مشینریز اور رنگین ٹی وی میں جاپان امریکی بازار پر چھا گیا۔ ان میدانوں میں دس فیصد سے ۲۵ فیصد تک اور بعض میدانوں میں ۹۰ فیصد تک امریکی تجارت گھٹ گئی۔

عالمی سطح کی کمپنیوں کو دیکھئے تو ۱۹۸۷ء میں امریکہ میں عالمی سطح کی کمپنیوں کی تعداد چونتیس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی تنہا جاپان میں ایسی کمپنیوں کی تعداد ۵۳ تھی۔ امریکہ کے پاس پہلے سو بینک تھے جو عالمی سطح پر کام کرتے تھے، یہ تعداد گھٹ کر گیارہ ہوگئی ہے، جبکہ جاپان کے پاس اٹھائیس عالمی بینک ہیں، تیسرے نمبر پر جرمنی ہے جس کے پاس گیارہ عالمی بینک ہیں۔

اس صورت حال کو دیکھ کر ایک گروپ کہتا ہے کہ امریکہ کو چاہیے کو اپنے وجود کو باقی رکھنے کے لیے مزید اخراجات سے نہ ڈرے، تاکہ عالمی مارکیٹ اس کے قبضہ میں رہے، دوسرا گروپ کہتا ہے کہ امریکہ کو اپنے داخلی امور سے نمٹنا چاہیے باہر کی طرف دیکھنا نہیں چاہیے۔ اس گروپ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ۲۰۲۵ء تک امریکہ کے اصل باشندوں کی تعداد اقلیت میں رہ جائے گی، دوسرے ملکوں کے لوگ (کالے) اکثریت میں ہوجائیں گے، اس لیے باہر سے آنے والوں پر پابندی عائد کردی جائے، خصوصاً عربوں اور مسلمانوں پر، جن کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ان کی وجہ سے امریکی سرزمین پر تشدد پروان چڑھ رہا ہے، امریکہ کو چاروں طرف سے خطرہ ہے، اخراجات کے مقابلے میں نفع کم ہے، اس بات کو لے کر امریکہ میں بحث ومباحثہ ہو رہا ہے۔ یہودی گروپ کہتا ہے کہ عرب اور مسلمان امریکہ کے لیے خطرہ ہیں، آئندہ جو تصادم ہوگا وہ تہذیبوں کا ہوگا، اس کشمکش میں مسلمان چین کے حلیف ہونگے تاکہ امریکہ سے نمٹ سکیں، دوسرا گروپ کہتا ہے کہ تیسری دنیا سے ہمیں کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے، ایسی دنیا جو وباؤں اور تشدد سے بھری ہوئی ہے، ہم اسرائیل پر بلاوجہ کیوں اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں، فوجی اور اقتصادی امداد کے علاوہ اربوں ڈالر کا عوامی چندہ بھی دیا جاتا ہے، ہم نے ایک چھوٹے سے ملک کی خاطر درجنوں ملکوں کو ناراض کرلیا ہے، اور ہمارے دشمنوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کینڈا کے ڈاکٹر بلال فلپس

نائٹ کلب میں گلوکاری سے
اسلامی فقہ میں پی ایچ ڈی تک

۱۹۹۰ء کی دہائی کی خلیج جنگ کے دوران میں سعودی عرب میں مقیم امریکی فوجیوں میں سے تقریباً ۳۰۰۰ فوجیوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اخباری رپورٹوں میں ان مبلغین کا بہت کم ذکر کیا گیا جن کی کوششوں سے غیر مسلم فوجیوں میں اسلام کی روشنی پھیلی۔ ان مبلغین میں سب سے اہم کردار جس شخص نے ادا کیا، وہ کینڈا کے نومسلم عالم ڈاکٹر فلپس (Dr.Bilal Philips) تھے۔

جس وقت سعودی عرب میں غیر مسلم فوجی صدام حسین کے خلاف جنگ میں مصروف تھے، ڈاکٹر بلال فلپس اپنی انتھک محنت کے ساتھ غیر مسلم افواج کے خیموں میں جا جا کر ان کے دلوں کو فتح کرنے میں مصروف تھے۔ ڈاکٹر بلال فلپس آج کل دوبئی کی امریکن یونیورسٹی میں علم کا نور پھیلانے میں مصروف ہیں۔

ڈاکٹر بلال فلپس کی پیدائش جمیکا میں ہوئی لیکن کینڈا میں پلے بڑھے اور تعلیم حاصل کی۔ مذہبا عیسائی تھے۔ کالج سے بائیو کیمسٹری (Biochemistry) میں گریجویشن کی۔ اسی دور میں کمیونزم سے متاثر ہوئے اور چین کا دورہ بھی کیا۔ انڈیا کے اسلامک وائس (Islamic voice.vol 12-07,no.139) کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں انہوں نے اس تجربے کے متعلق بتایا:

"اس دور میں امریکہ میں سیاہ فام باشندوں کے ساتھ برابری کا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمیونسٹ پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔لیکن پھر میں نے کمیونسٹوں کو اندر سے دیکھا تو ان کے قول وفعل میں بہت تضاد پایا جاتا تھا۔ان کے لیڈروں کی زندگیوں میں نظم وضبط کا بہت فقدان تھا۔ہر چیز کا وہ یہی بہانہ بناتے تھے کہ انقلاب کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔وہ لوگ مالی فنڈز میں بھی بہت ہیرا پھیری کرتے تھے اور ان کے لیڈر نشہ کرنے کے عادی تھے۔اس وقت سے مجھ میں دھریت اور کمیونزم کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔"

کینیڈا میں کالج کی تعلیم کے دوران ایک خاتون جسے ڈاکٹر بلال فلپس جانتے تھے،اس نے اسلام قبول کیا۔پھر اس کے بھائی نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ڈاکٹر بلال نے بھی مختلف ادیان کا مطالعہ شروع کیا۔اس دوران میں انہوں ایک خواب بھی دیکھا کہ وہ سٹور یج ہاؤس میں کوئی چیز لینے گئے اور چیز کی تلاش میں اندر چلتے گئے۔آخر کار انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن واپسی کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔بہت کوشش کی لیکن سب راہیں بند پائیں۔آخر اس خوف کی حالت میں انہیں یقین ہو گیا کہ اب انہیں یہاں سے اللہ کی ذات ہی نکال سکتی ہے۔عین اسی لمحے ان کی آنکھ کھل گئی۔اس کے بعد انہیں خدا کے وجود کا یقین ہو گیا۔حق کی تلاش کے دوران مصر کے عالم محمد قطب کی کتاب "اسلام اور جدید ذہن کے شبہات" کا انگریزی ترجمہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔اور پھر مولانا مودودیؒ کا رسالہ دینیات (Towards understanding Islam) پڑھا جس سے انہیں اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا۔انہوں نے کالج میں اسلام کا دفاع شروع کر دیا۔بالآخر کچھ عرصہ کے غور وفکر کے بعد 1972ء میں اسلام قبول کر لیا۔

ڈاکٹر بلال فلپس اسلامی علوم کی تحصیل کے لیے سعودی عرب چلے گئے اور مدینہ یونیورسٹی سے 1979ء میں "اصول الدین" میں بی اے (B.A) کی ڈگری حاصل کی۔پھر 1985ء میں ریاض یونیورسٹی سے اسلامی فقہ میں ایم اے (M.A) کی ڈگری حاصل کی۔1979ء سے 1987ء تک ریاض کے سیکنڈری اور ہائی سکولوں میں اسلامی علوم اور عربی زبان کی تعلیم دیتے رہے۔1994ء میں انگلستان کی یونیورسٹی آف ویلز (University of Wales) سے اسلامی فقہ (Islamic Theology) میں پی ایچ ڈی (Phd) کی ڈگری حاصل کی۔چند سال میں فلپائن کی "شریف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کُنْتُسْوَان اسلامی یونیورسٹی‘ کے اسلامی علوم کے ڈیپارٹمنٹ میں M.Ed کے طالب علموں کو اسلامی فقہ پر درس دیتے رہے۔

ڈاکٹر بلال فلپس کے والدین پکے عیسائی تھے۔ ان کے والد انگلش کے ٹیچر تھے۔ غیر مسلم ہونے کے باوجود وہ اپنے بیٹے کی اسلام پر کتابوں کی پروف ریڈنگ بھی کرتے تھے۔ ڈاکٹر بلال فلپس مسلسل اپنے غیر مسلم والدین کو اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور ہمت نہ ہاری۔ 20 سال کے بعد بالآخر ان کے والدین نے اسلام قبول کر لیا۔

غیر مسلم فوجیوں میں اسلام کی تبلیغ:

1990ء کی دہائی میں سعودی ایئر فورس کے محکۂ مذہبی امور نے ڈاکٹر بلال فلپس کو سعودی عرب کے صحراؤں میں مقیم غیر مسلم فوجیوں کو اسلام کی تبلیغ کے کام کے لیے مامور کیا۔ اس بارے میں ڈاکٹر بلال فلپس نے ایک انٹرویو میں بتایا:

’’امریکی فوجیوں میں اسلام کے متعلق مخصوص غلط فہمیاں پائی جاتی تھیں۔ امریکہ میں انہیں حکم تھا کہ مسجد کے دس فٹ بھی قریب نہ جائیں۔ ہم نے انہیں مساجد اندر سے دکھائیں۔ وہ لوگ مسجدوں کی اندرونی سادگی سے بہت متاثر ہوئے۔ جب وہ سعودیہ میں پہلی بار آئے تو انہیں یہاں کی مسلم خواتین کا پردہ بہت حیران کن لگا۔ لیکن یہاں کے مسلم معاشرے میں رہنے سے ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ امریکی فوجیوں کو وہاں کے صحراؤں میں مقیم بدوؤں کی مہمان نوازی نے بہت متاثر کیا جو ان کی تازہ کھجوروں اور دودھ سے خاطر مدارت کرتے تھے۔ انہوں نے جاپان اور کوریا میں کئی سال کے قیام کے باوجود ایسی مہمان نوازی نہیں دیکھی تھی۔ وہ بتاتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے امریکہ آ کر فوج میں بھی اسلامی شعبوں کی تشکیل دی۔ یہ نومسلم فوجی آج امریکہ کی فوج کے اندر اسلام کے مبلغین کا کام کر رہے ہیں۔‘‘ (Islamic Voice.July 1998)

یوں ڈاکٹر بلال فلپس کے اسلام کے متعلق لیکچرز سن کر سینکڑوں فوجیوں نے اسلام قبول کیا۔

ڈاکٹر بلال فلپس کی موسیقی سے توبہ:

ڈاکٹر بلال فلپس قبول اسلام سے پہلے کینیڈا کے دار الخلافہ ٹورانٹو کے ایک نائٹ کلب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک میوزیکل گروپ کے ساتھ گانا بجانا کیا کرتے تھے اور اپنے میوزیکل بینڈ کے گٹارسٹ (Guitarist) تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا:

''تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور ان میں سے بہترین وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں۔'' (ترمذی)

توبہ کا دروازہ ہر کسی کے لیے کھلا ہوا ہے۔ جب تک کہ انسان کا نزع کا وقت نہ شروع ہو جائے۔ کچھ لوگ مثالی توبہ کرتے ہیں۔ ان ہی میں ایک ڈاکٹر بلال فلپس ہیں۔ جو موسیقی میں صرف دلچسپی ہی نہ رکھتے تھے بلکہ اس فن میں امام سمجھے جاتے تھے۔ پھر اللہ کی مہربانی سے انہوں نے نہ صرف گانے بجانے سے توبہ کی بلکہ اسلام قبول کر کے اسلامی علوم کی تحصیل میں اپنی زندگی لگا دی، اسلامی فقہ پی ایچ ڈی حاصل کی اور اس وقت سے پوری دنیا میں اسلامی علوم کی تبلیغ اور تدریس میں مصروف ہیں۔ ایک مرتبہ اپنے ایک لیکچر میں چند نوجوان نے ان سے اسلام میں موسیقی کے مقام اور اپنے ذاتی تجربات پر روشنی ڈالنے کو کہا تو ڈاکٹر بلال فلپس نے درج ذیل جواب دیا:

''حقیقت یہ ہے کہ میں نہ صرف موسیقی سنتا تھا بلکہ میں خود بھی گلوکار تھا۔ میں مختلف قسم راک میوزک میں شامل رہا۔ میں گٹار (Guitar) بجایا کرتا تھا اور ٹورانٹو کے ایک نائٹ کلب میں ایک میوزیکل گروپ کے ساتھ گانے گایا کرتا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد شروع میں تو مجھے کسی نے نہیں بتایا کہ اسلام میں موسیقی حرام ہے۔ اس لیے میں ٹورانٹو کے مختلف نائٹ کلبوں میں گانا بجانا کرتا رہا۔ میں کینیڈا کے شہر وینکوور (Vancour) میں بھی میوزیکل شوز کرتا تھا۔ تاہم اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے یہ محسوس کرنا شروع کیا کہ جب میں نائٹ کلب میں ہوتا تھا تو وہ مجھے ایک مختلف دنیا لگتی تھی۔ میرے میوزیکل گروپ کے باقی تمام گلوکار منشیات کا استعمال کرتے تھے۔ نائٹ کلب میں تقریباً ہر شخص کسی نہ کسی چیز کا نشہ کرتا تھا اور وہاں پر صرف میں ہی ایک ایسا شخص تھا جسکی عقل سلامت تھی۔ اور گو کہ میں جسمانی لحاظ سے وہاں پر موجود ہوتا تھا لیکن میں وہاں کے حالات کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ مجھ پر بہت جلد واضح ہو گیا کہ وہ ماحول کتنا منحوس تھا۔ اب میرے لئے یہ ممکن نہ رہا تھا کہ میں اس کا حصہ بنا رہوں۔ اس لئے میں نے خود ہی یہ فیصلہ کر لیا کہ میں موسیقی کو خیر باد کہہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوں۔ میں نے اپنے تمام آلات موسیقی اور ریکارڈ بیچ ڈالے یا ضائع کر دیئے۔ بعد میں اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد مجھ پر یہ آشکار ہوا کہ موسیقی اسلام میں حرام ہے۔

میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کہ لوگوں پر موسیقی کے اثرات بہت گہرے ہوتے ہیں۔ یہ بہت شدت والے اور انسان کو لت لگانے والے (Addictive) ہوتے ہیں۔ موسیقی کے اثرات اتنے شدید ہوتے ہیں کہ لوگ کسی بھی لمحے کوئی بھی گانا اپنے ذہن میں دہرا سکتے ہیں جو انہوں نے دس سال پہلے سنا ہو۔ گانا حرف بہ حرف مکمل طور پر وہاں موجود ہوتا ہے کیونکہ وہ انسان کے دل میں جگہ بنا لیتا ہے اور آہستہ آہستہ انسان کا دل ایسے گانوں سے بھر جاتا ہے۔ پھر جب وہی انسان قرآن وحدیث پڑھتا ہے تو وہ انسان کے دل میں جگہ نہیں بنا سکتے کیونکہ قرآن اور گانے ایک ہی جگہ نہیں رہ سکتے۔ ہم جتنی زیادہ موسیقی سنیں گے، ہمارے دلوں میں روحانی چیزوں کے لیے اتنی ہی کم جگہ ہوگی یعنی قرآن، حدیث اور دیگر دینی علوم اور بالآخر موسیقی جسے اکثر علمائے اسلام نے ''شیطان کا کلام'' کہا ہے، وہ دل میں ایمان کی جگہ آجائے گا۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ موسیقی ہمارے اوپر اثر انداز نہیں ہوگی اور ہم صرف پڑھائی کرتے ہوئے یا کوئی کام کرتے ہوئے اسے سنتے ہیں لیکن انسان کے دل ودماغ اس طرح کام کرتے ہیں کہ اگر ہم کسی سسٹم میں ''Data'' مسلسل ڈالتے رہیں تو اس میں تبدیلی آنا شروع ہوجاتی ہے لیکن یہ تبدیلی فوراً نہیں ہوتی بلکہ آہستگی سے ہوتی ہے۔ دراصل گانے انسان کے تحت الشعور پر اثر انداز ہوتے ہیں اور آخر کار انسان کے کردار اور رویے کو تبدیل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور یقیناً یہ چیز انسان کو اللہ سے دور کر دیتی ہے کیونکہ اگر موسیقی اور گانا بجانا انسان کو اللہ سے قریب کرتا تو اسلام نے اس کی ممانعت نہ کی ہوتی اس لیے ایک مسلمان کے لیے موسیقی کی عادت سے چھٹکارے کا مطلب ہے کہ وہ اپنے پاس موجود تمام گانے بجانے کے ریکارڈ، کیسٹیں، سی ڈیز (Cds) وغیرہ سے چھٹکارا حاصل کرے کیونکہ ہم موسیقی سے ایسی حالت میں توبہ نہیں کر سکتے کہ ہمارے پاس یہ چیزیں بدستور موجود ہوں۔ ایسی صورت میں ان میں دوبارہ ملوث ہوجانے کا خطرہ ہے۔ اسلئے ہمیں چاہیے کہ ایسی پھانسنے والی چیزوں سے دور رہیں۔ تلاوت قرآن مجید زیادہ سے زیادہ سنیں۔ عربی زبان سیکھنے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش کریں تاکہ جب ہم قرآن سنیں تو ہمیں اسکے معانی سمجھ آئیں۔ اور ہمیں ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنا چاہیے جو اسطرح کے گناہ کے کاموں سے دور رہتے ہیں کیونکہ اگر ہم ایسے لوگوں سے دوستی کریں گے اور ایسے لوگوں کے ساتھ وقت گزاریں گے جو ہر وقت موسیقی سنتے رہتے ہیں تو ہمارے اس گناہ میں دوبارہ پھنس جانے کے امکانات بہت زیادہ ہوں گے۔" (Discussion with youth,Audio speech)

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر ڈاکٹر بلال فلپس نے بتایا کہ جب انہوں نے اسلام قبول کیا اور موسیقی سے توبہ کر لی تو وہ اپنے گھر میں اپنے غیر مسلم دوستوں کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کرنے کے لیے بلایا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا:

"میں نے یہ نوٹ کیا کہ میرے گھر میں مدعو غیر مسلم دوست احباب جب مجھ سے گفتگو میں مصروف ہوتے تھے تو وہ کچھ اکتاہٹ محسوس کرتے تھے کیونکہ ہمارے کمرے میں بیک گراؤنڈ میں موسیقی نہیں چل رہی ہوتی تھی۔ انہیں کسی چیز کی کمی کا احساس ہوتا تھا۔

دراصل یہ مغربی تہذیب کا بہت بڑا ہتھکنڈہ ہے کہ چاہے ہم کسی ڈیپارٹمنٹل سٹور میں ہوں یا لیٹرین میں یا گاڑی میں ہوں، ہر وقت موسیقی پس منظر میں چل رہی ہو۔ ہر دم موسیقی سے لذت پانے سے یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ ہم ہر وقت دنیاوی لذات اور مادی خواہشات میں غرق رہیں اور اللہ کی یاد سے غافل رہیں۔ وہ اس بات کی یقین دہانی کرتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ ہم اپنی زندگی کے اصل مقصد کے بارے میں سوچ سکیں۔"

یہ ایک حقیقت ہے کہ موسیقی اور گانے بجانے کا اصل مقصد انسان کی روح کو سلا کر اسکے جسم کی خواہشات کو بیدار کرنا ہوتا ہے۔ بقول اقبال:

چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقامات بلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار

اسکے برعکس قرآن انسان سے ایک بنیادی سوال پوچھتا ہے: "فاین تذھبون" (سورۃ التکویر:26) (اے انسان! تو کہاں جا رہا ہے؟)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ ہماری موت کا مقصد کیا ہے؟ ہم آخر کس سمت میں جا رہے ہیں۔ یہ وہ سوالات ہے جو قرآن ہم سے کرتا ہے اور صرف وہی ان کے جوابات بھی مہیا کرتا ہے۔

ڈاکٹر بلال فلپس کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا موضوع تھا: ''اسلام میں جھاڑ پھونک کی رسم'' (The exorcist tradition in Islam)۔ اس کی تحقیق کے سلسلے میں 1991ء میں انہوں نے انڈیا کا دورہ کیا۔ پھر 1997ء میں دوبارہ انڈیا آئے۔ انہوں نے اسلامک وائس کے نمائندے وانٹرویو میں بتایا: ''جب میں نے 1997ء میں ریاست کیرالا کا دورہ کیا تو مجھے مسلمانوں میں اسلام کا شعور نسبتاً زیادہ محسوس ہوا۔ میں نے دیکھا کہ جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت اور اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن جیسی تنظیمیں اسلام کی تبلیغ اور مسلمانوں کی اصلاح کا بہت اچھا کام کر رہی ہیں۔ جماعت اسلامی کے کام کا محور زیادہ تر یونیورسٹیاں اور انتہائی پڑھے لکھے لوگ (Intellectuals) ہیں۔ ان تمام تنظیموں کو مل جل کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔''

(Islamic voice.July,1998)

ڈاکٹر بلال فلپس اسلامی فقہ کی درس وتدریس اور اسلام کی تبلیغ کے علاوہ متعدد اسلامی کتب کے مصنف بھی ہیں۔ انکی چند کتابیں درج ذیل ہیں جو سب انگلش زبان میں ہیں۔

(مصنف: ڈاکٹر گوہر مشتاق، بحوالہ خواتین میگزین، لاہور)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹی وی بچے اور تعلیم

منظر: ایک گھر کا ٹی وی لاؤنج

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پڑھنے لکھنے میں دل لگانے کے بجائے بہ وقت ٹی وی دیکھنے میں اپنا وقت گزارتے ہو۔ بند کرو ٹی وی اور جا کر اپنا ہوم ورک کرو۔" باپ نے اپنے بیٹے کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ بیٹے نے بے دلی سے ٹی وی بند کیا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایسے مکالمے تقریباً ہر گھر میں ہر روز سننے میں آتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ ٹی وی ویژن ہے۔ بچے اور بڑے سب ہی بڑے شوق سے ٹی وی دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر سمجھا جانے لگا ہے کہ بچوں پر ٹی وی کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ان کی پڑھائی متاثر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ کیا واقعی ایسا ہے؟ ٹی وی کے بڑے ہمہ جہت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مثبت بھی اور منفی بھی۔

امریکہ میں طویل عرصے کی تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو بچے اسکول میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ ہفتے میں اوسطاً دس گھنٹے ٹی وی کی نشریات دیکھنے میں وقت گزارتے ہیں۔ اور جو بچے دس گھنٹے سے کم زیادہ ٹی وی کی نشریات دیکھنے میں وقت گزارتے ہیں، وہ اسکول میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر پاتے۔ یہ بات اس لیے بھی درست معلوم ہوتی ہے کہ تمام ذرائع ابلاغ میں صرف ٹی وی ایسا ذریعہ ہے جو بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول ہے۔

دنیا بھر میں جہاں بھی ٹیلی ویژن کی نشریات مختلف چینلوں پر دیکھنے کا انتظام موجود ہے، وہاں اس قسم کے مسائل پیدا ہوتے ہیں کہ کون سے پروگرام بچوں کے لیے مناسب نہیں ہیں اور کن پروگراموں کو دیکھنے سے ان کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ پاکستان میں بہت سے گھرانے ایسے ہیں جہاں بچے سرِ شام ہی ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور قومی ترانہ دیکھنے کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ بعض اوقات اپنا ہوم ورک بھی مکمل نہیں کر پاتے۔ تاہم وی سی آر نے بڑی حد تک صرف ٹیلی ویژن دیکھنے کا رجحان تو کم کر دیا ہے مگر اس کے باوجود بہت سے گھرانوں میں ٹیلی ویژن اور اس کی نشریات دیکھنے کے حوالے سے بچوں کو ڈانٹ پھٹکار ہوتی رہتی ہے۔ اور اب تو کیبل کی بدولت نت نئے چینلز کی نشریات شروع ہو جانے سے بچوں کے لیے تفریح کے نئے مواقع ہاتھ آ گئے ہیں۔ مگر اب ان نشریات سے صحیح فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ بچوں کے لیے ایک مخصوص ٹائم ٹیبل سیٹ کر دیا جائے تاکہ وہ نصابی سرگرمیوں پر بھی توجہ مرکوز کر سکیں۔

عام طور پر ڈھائی برس کی عمر میں بچہ ٹی وی دیکھنا شروع کرتا ہے۔ اور چار سال کی عمر تک وہ تقریباً تین گھنٹے ٹی وی کی نشریات دیکھتا ہے۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ ٹی وی دیکھنے کے دورانیے میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ تاہم یہی وہ دور ہوتا ہے۔ جب بچوں کو ٹی وی دیکھنے کے اوقات کو بڑی حد تک پابند کیا جانا ممکن ہوتا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ ٹی وی کا کمرہ بالکل الگ ہونا چاہیے۔ اگر گھر چھوٹا ہونے کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو تو اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ کھانے کے اوقات میں ٹی وی بند رکھا جائے۔ دوسری بات یہ کہ ٹی وی دیکھنے کا وقت مقرر کیا جائے۔ اسکول جانے والے بچوں کے لیے ہفتے میں دس گھنٹوں کی نشریات مناسب ہوتی ہیں۔ ٹی وی کی نشریات سے قبل بچوں کو اسکول سے ملنے والا کام لازمی طور پر کر لینا چاہیے۔ اسی طرح اگر خاندان میں کوئی تقریب ہو تو ٹی وی پروگرام پر خاندانی تقریب کو ترجیح دی جانی چاہیے۔ ایک بار اگر والدین ٹی وی پروگرام دیکھنے کا یہ ٹائم ٹیبل سیٹ کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آگے چل کر انہیں کوئی پریشانی ہو۔ اصل بات وقت کی پابندی کی ہے۔

امریکہ کے ایک نشریاتی ماہر ڈونلڈ ایف رابرٹس کا کہنا ہے کہ ''بچوں کے صحیح خیر خواہ تو والدین ہی ہوتے ہیں۔ اور اپنی اولاد پر انہی کا مکمل اختیار ہوتا ہے۔ جس طرح آپ اپنے سات سالہ بچے کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ اپنے گھرانے سے ہٹ کر اپنے لئے کھانے پینے کی کسی چیز کا انتخاب کرے، بالکل اسی طرح ٹی وی دیکھنے کے قواعد پر بھی ان کو سختی سے عمل پیرا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا چاہیے۔"

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچے نے ٹی وی کھول لیا اور پوچھنے پر جواب دیا کہ "میں بور ہو رہا تھا۔" "یا" دل چاہ رہا ہے۔" اب وہ پروگرام دیکھنا شروع کرتا ہے اور پھر یکے بعد دیگرے سارے ہی پروگرام دیکھ لیتا ہے۔ ایسا یقیناً والدین کی غفلت یا بے جا لاڈ پیار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب کہ ہونا یہ چاہیے کے بچے ہر پروگرام دیکھنے کی بجائے خاص خاص پروگرام دیکھیں۔

ڈونلڈ ایف رابرٹس کا کہنا ہے کہ "ہم لوگ ہفتے بھر کے پروگراموں کا شیڈول بنا لیتے ہیں۔ اور جب شیڈول کے مطابق کسی پروگرام کا وقت شروع ہونے والا ہوتا ہے تو ہم ٹی وی سیٹ آن کر دیتے ہیں اور پروگرام اس لیے دیکھتے ہیں کہ اسے دیکھنے کی ہماری خواہش ہوتی ہے۔ بجائے اس کے کہ چوں کہ پروگرام (خواہ وہ کوئی بھی ہو) آ رہا ہے دیکھا جائے۔"

مطالعے اور ٹی وی کو ایک دوسرے کا دشمن سمجھا جاتا ہے حالانکہ اگر ایسے ٹی وی پروگرام تیار کیے جائیں جو بچوں کے کورس کے حوالے سے ہوں تو بچے نہ صرف اس ٹی وی پروگرام میں بلکہ اپنی کتابوں میں دلچسپی لیں گے۔ اس طرح مطالعے کا رجحان بھی بڑھے گا' اس طرح بچوں کے پروگرام سے بچے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ اس لیے انہیں پروگرام ضرور دکھائے جائیں۔ اسی طرح اس بات کی کوشش بھی کی جائے کہ والدین بچوں کے پروگرام اپنے بچوں کے ساتھ خود دیکھیں۔ اس طرح بچے اس پروگرام سے بہت کچھ سیکھ سکیں گے۔ پروگرام کے بعد بچوں سے اس کے مختلف پہلوؤں پر بات کی جائے۔ اس طرح ان میں غور و فکر کی صلاحیت میں یقینی طور پر اضافہ ہوگا۔

بات صرف اتنی سی ہے کہ کسی چیز کا استعمال اسے اچھا یا برا بناتا ہے۔ ٹی وی کا غلط استعمال منفی نتیجہ پیدا کرتا ہے اور اس کا درست اور برمحل استعمال آپ کے سامنے ایک وسیع دنیا پیش کر دیتا ہے۔ یہ معلومات کی دنیا اور تفریح کی دنیا ہوتی ہے۔ آپ گھر بیٹھے ہزاروں میل دور کے ممالک اور وہاں کے لوگوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ براہ راست کرکٹ اور ہاکی میچ دیکھنے کا تو بارہا اتفاق ہوا ہوگا' اس ضمن میں ایک امریکی ماہر ابلاغیات کا کہنا ہے کہ "جب میں چھوٹا سا تھا اور شہر سے دور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضافات میں رہتا تھا تو اپنے ملک اور دنیا کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ مگر ٹیلی ویژن نے نہ صرف اپنے ملک کے بارے میں بلکہ بہت سے دوسرے ممالک کے لوگوں کے بارے میں بھی میری معلومات میں اضافہ کیا ہے۔'' اس لیے معلومات اور تفریح کی اس دنیا سے جو بظاہر ایک چھوٹے ڈبے میں بند ہے درست انداز میں لطف اٹھائیے۔

(از قلم سید خورشید عالم، بحوالہ جسارت کراچی، ۲۷ مارچ ۱۹۹۲ء)

ایک جرمن ڈاکٹر کا قول:

ڈاکٹروں نے ٹی وی سے جلد سے جلد اپنے آپ کو دستبردار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ شیخ عبداللہ حمید سابق جسٹس سپریم کورٹ آف سعودی عربیہ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ: ''ایک جرمن ماہر اجتماعیات نے مختلف درس گاہوں اور اداروں کے براہ راست بھرپور مطالعہ کے بعد سوسائٹی اور نئی نسل پر ٹی وی کے خطرات کا گہرائی سے جائزہ لے کر کہا کہ ٹی وی اور اس کے نظام کو تباہ کر دو، اس سے قبل کہ یہ تمہیں برباد کر دے۔'' یہ مشورہ سن کر نا معلوم مغرب زدہ لوگ اس جرمن ڈاکٹر پر کیا حکم لگائیں گے غالباً یہ فرمائیں گے کہ اس نے کسی مولوی کی صحبت میں رہ کر عقل کھو دی اور دقیانوسی ہو گیا۔ بہرحال نتائج و عواقب سامنے ہیں دلائل و براہین واضح ہیں۔ خدا کی عطا کردہ عقل اور فہم موجود ہے۔ راستہ اچھا یا برا کھلا ہوا ہے اور ایک اپنی پسند سے جس کو چاہے اختیار کر سکتا ہے اور اچھے یا برے نتائج سے اپنی جھولی بھر سکتا ہے۔

ٹی وی کے نقصانات جدید سائنس کی روشنی میں

۱۔ یہ دماغی رگ ٹی وی دیکھنے سے پھٹی ہے:

کراچی میں ایک لڑکی کے دماغ کی رگ پھٹ گئی۔ دماغی امراض کے مشہور سپیشلسٹ ڈاکٹر جمعہ خان نے معائنہ کر کے بتایا کہ یہ دماغی رگ ٹی وی دیکھنے سے پھٹی ہے۔

۲۔ بینائی پر ٹی وی کا اثر:

ایک نرس آنکھوں کے اسپیشلسٹ کے پاس نظر ٹیسٹ کرانے آئی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ اس کی نظر ٹی وی دیکھنے سے کمزور ہو گئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ڈاکٹر والٹر بوہلر کی چشم کشا رپورٹ:

جب سے ٹی وی ایجاد ہوا ہے، اس کے جسمانی نقصانات سے آگاہ کرتے آرہے ہیں۔ جرمنی کے مشہور ڈاکٹر والٹر بوہلر لکھتے ہیں کہ بعض چھوٹے جانور چوہا، چڑیا وغیرہ اگر ٹی وی کے سامنے رکھ دیئے جائیں تو اس کی اسکرین کی شعاعوں کی تیزی سی کچھ دیر کے بعد یہ مر جائیں گے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انسانی صحت اس سے کس قدر متاثر ہوتی ہوگی۔ ماہرین فن کا یہ فیصلہ ہے کہ ایک کمرے میں ٹی وی چل رہا ہو تو ساتھ والے کمرے میں بیٹھنے والے لوگوں کی صحت بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔

ٹی وی سے کینسر:

الف: ڈاکٹر این ویگمور مشہور جرنلسٹ اور عیسائی مشن کی معزز رکن ہیں اپنی کتاب (Whysuffer) میں لکھتی ہیں کہ سچائی تو یہ ہے کہ ٹی وی ایک طرح کی ایکسرے مشین ہے ڈاکٹر جن ایکسرے مشین کا استعمال کرتے ہیں' اس میں خطرات سے بچنے کا مناسب انتظام ہوتا ہے جبکہ ٹی وی میں اب تک ایسا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ایکسرے کی کرنیں بہت مہلک ہوتی ہیں۔ انسان کے نازک اعضا و جوارح پر اس کے اثرات کیسے مرتب ہو رہے ہیں' اس خیال ہی سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے۔ وہ مزید لکھتی ہیں کہ لڑکے اور لڑکیاں ٹی وی سیٹ کے سامنے بیٹھ کر پروگرام دیکھتے ہیں۔ امریکہ کے شہر بوسٹن میں صرف ایک ہسپتال میں خونی کینسر کے شکار چھ سو لڑکے لڑکیاں زیر علاج ہیں۔

ب: ڈاکٹر گروڈ بے لکھتے ہیں کہ سیاہ سفید ٹی وی سیٹ میں 19 کلو واٹ، رنگین ٹی وی میں 25 کلو واٹ تک ٹیوب ہوتی ہے۔ شروع میں 16-16 کلو والٹ والی ایکسرے مشین بھی ان کا استعمال کرنے والے ٹیکنیشن کے جسموں میں کینسر کا کیڑا پیدا کر دیتی تھی۔ جو 19 اور 25 کلو والٹ کے ہوتے ہیں وہ کیا کچھ تباہی نہ کرتے ہوں گے۔

ٹی وی کی شعائیں کینسر پیدا کرنے کا ذریعہ:

شیخ عبداللہ بن حمید سابق چیف جسٹس سعودی عرب نے ڈاکٹر آنلکروب کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ڈاکٹر بھی ٹی وی کی شعاؤں سے پیدا شدہ مہلک مرض کینسر کا شکار تھا۔ اس کی وفات سے بیشتر کینسر کے جراثیم کے استحصال کے لیے چھیانوے دفعہ اس کا سرجری آپریشن کیا گیا مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ یہ مرض اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اس کا بازو نیز چہرہ کا کافی حصہ کٹ کر گر گیا تھا۔ ان تفصیلات سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ٹی وی شعاعیں اور کرنیں نہایت درجہ مہلک اور مادہ کینسر کی حامل ہیں۔

امریکی یونیورسٹی کے پروفیسر کی 17 سالہ تحقیقات:

ڈاکٹر ڈینیل اے اینڈرسن میچوٹس یونیورسٹی کے نفسیات کے پروفیسر اپنی سترہ سالہ تحقیق کے نتائج کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ:

"ٹی وی کے تشدد سے بھرپور پروگرام بچوں کی حقیقی زندگی میں جنگجویانہ مزاج پیدا کرتے ہیں۔ وہ بچے جو ٹی وی پر زیادہ مار دھاڑ اور تشدد آمیز پروگرام دیکھتے ہیں، زیادہ جارح پائے گئے ہیں اور طویل مدت پر محیط تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تشدد آمیز پروگرام دیکھنے سے آئندہ زندگی میں بھی ان کے مزاج میں تشدد اور لڑائی جھگڑے کا رجحان فروغ پاتا ہے۔"

امریکن انٹرپرائز انسٹیٹیوٹ کی سرپرستی میں ہونے والی 10 مارچ 1996ء کی کانفرنس میں ڈاکٹر والٹر برنس پروفیسر جارج ٹاؤن یونیورسٹی نے اپنی رائے پیش کی انہوں نے کہا: "راک میوزک ہالی وڈ کی فلمیں اور دوسرے تفریحی پروگرام جو امریکہ باہر کے ملکوں کو بھیجتا ہے وہ وہاں معاشرہ پر بہت مضر اثرات چھوڑتے ہیں بلکہ امریکی معاشرے کے تصور کو بھی داغدار کرتے ہیں۔"

بلد مرد پازر کے نظریے کے مطابق 49 فیصد قانون کی گرفت سے بھاگنے اور پولیس کو چکر دینے کے طریقے انہی فلموں سے سیکھتے ہیں تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ 25 فیصد عورتیں بری فلموں کے زیر اثر برائی اور بدکاری کی راہ پر چل پڑی ہیں، 54 فیصد عورتیں لاپرواہ فلمی ستاروں کی تقلید میں قحبہ خانوں اور برائی کی محفلوں کی زینت بنی ہیں۔

جنس کا شیطان:

"نوائے وقت" "سر راہے" کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو: "دارالامان لاہور کی سپرنٹنڈنٹ زبیدہ خاتون نے کہا ہے کہ ڈش انٹینا نے لڑکیوں کو تباہ برباد کر کے رکھ دیا ہے جس کے نتیجہ میں روزانہ سات سے دس لڑکیاں گھروں سے بھاگ کر دارالامان آرہی ہیں انہوں نے کہا کہ دارالامان میں اتنی جگہ نہیں کہ وہ ان تمام لڑکیوں کو سنبھال سکے لہٰذا ہم ایک ایک چارپائی پر دو دو لڑکیاں سلانے پر مجبور ہیں، زبیدہ خاتون نے کہا ہے کہ گھروں سے بھاگ کر آنے والی لڑکیاں جھوٹ بہت بولتی ہیں۔ ان کی کہانیاں فلمی طرز کی ہوتی ہیں۔ ان میں سے اکثر دارالامان میں خالی ہاتھ آتی ہیں لیکن بعد میں کہنے لگتی ہیں کہ ہمارے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس اتنا پیسہ اور زیور تھا۔

دارالامان کی سپرنٹنڈنٹ نے تو ڈش انٹینا کو قصوروار ٹھہرایا ہے کہ اس کی وجہ سے لڑکیاں گھر سے بھاگ رہی ہیں لیکن وہ اگر اپنا ٹی وی دیکھتی ہوں تو انہیں پتہ چلے گا کہ یہ بھی عشق و عاشقی کا سبق دینے میں ڈش سے کسی طرح پیچھے نہیں ہے۔

چنانچہ ہمارے ہر ڈرامے کی تان معاشقے پر ٹوٹتی ہے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو پیغام دیا جاتا ہے کہ چار دن کی یہ زندگی گھٹن میں برباد نہ کرو بلکہ دل کے ارمان پورے کر لو۔ زبیدہ خاتون نے تو شکوہ کیا ہے کہ انہیں ایک ایک چارپائی پر دو دو لڑکیاں سلانی پڑتی ہیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ اگر یہ روش اسی طرح جاری رہی تو انہیں تین تین اور چار چار لڑکیاں بھی اکٹھی سلانی پڑیں گی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ حکومت مزید دارالامان کھول دے لیکن اگر ان دارالامانوں میں بھی ٹی وی آ گیا تو پھر یہ لڑکیاں کہاں جائیں گی؟

ٹی وی کے کرشمے، رشتوں کی پہچان ختم، خونی وارداتوں میں مسلسل اضافہ:

باپ نے اپنی بیٹی کی عزت صرف 14 ڈالر میں بیچ ڈالی۔ ٹی وی کی ''فحاشی پر مبنی تبلیغ'' کے نتیجے میں حیاء سوز نا قابل بیان واقعات تیزی سے رونما ہونے شروع ہو گئے:

''ٹی وی کی موجودہ تبلیغ کیا رنگ لا رہی ہے اس کا اندازہ اخبارات پڑھنے سے ہوتا ہے اور روزانہ کوئی نہ کوئی ایسا حیاء سوز شرمناک واقعہ رونما ہوا ہوتا ہے کہ انسانیت اپنا چہرہ چھپا کر رہ جاتی ہے۔ ماہنامہ ہم لوگ کی رپورٹ کے مطابق نیپال کے ایک شخص نے اپنی نو سالہ معصوم بچی ''شردھا'' سے پوچھا کہ وہ انڈیا کے تفریح سے بھرپور دارالحکومت جانا چاہے گی' اب اس کی بیٹی (جسکی تربیت ہی فلمی ماحول میں ہوئی تھی اور اس ماحول کا رنگ اس پر واضح طور پر نظر آ رہا تھا) نے خیالوں میں سوچا بمبئی دیکھوں گی کہ جہاں سے تمام فلمیں آتی ہیں اور رضامند ہو گئی۔ اب بمبئی میں لے جا کر اس کو اس کے باپ نے ایک آدمی کے پاس صرف 14 ڈالر میں بیچ دیا جہاں اسے بازار گناہ میں بھیج دیا گیا جہاں اس کو گناہ کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرنے کے لیے اب اس نو سالہ شردھا کی کمر پر روزانہ ہنٹروں کی بارش کی جاتی۔ جسکی وجہ سے بچی ان بے رحم غنڈوں کے رحم و کرم پر روزانہ بکنے لگی۔ اب اس نو سالہ شردھا کی عمر اس وقت 25 سال سے اوپر ہو چکی ہے۔ تپ دق اور ایڈز جیسے مرض کی مریضہ بن چکی ہے لیکن وہ ابھی بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بازار گناہ میں مشق ستم بنی اس لمحے کو کوس رہی ہے جب وہ بمبئی کی فلمی دنیا سے متاثر ہو کر یہاں آ گئی تھی کیونکہ اسکے بے غیرت بھائی اسکی بیماری کو نظر انداز کر کے اسے مزید پیسے کمانے کیلئے مجبور کر رہے ہیں۔

کراچی میں یہودی لٹریچر؟

اس پر یقین کرنا مشکل تھا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہود کا تبلیغی لٹریچر آزادی سے تقسیم ہو اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگے!

تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ لٹریچر درآمد کی گئی ٹیکسٹائل مشینری کی آڑ میں پہنچایا گیا ہے۔ یہ مشینری پہلے پورٹ قاسم پر کلئیر ہوئی اور اب ویسٹ وہارف کے گودام میں موجود ہے۔ مشینری کے اندر یہ لٹریچر چھپایا گیا تھا۔ لٹریچر میں نیویارک سے شائع ہونے والے یہودی کیلنڈر بھی ہے جس میں یہودی تاجروں کی بزنس ڈائریکٹری بھی ہے۔ MEZUZAH کے نام سے ایک جامع گائیڈ ہے جس میں قوانین میزوزاہ کے بارے میں معلومات ہیں اور یہ ایک ربی کی تیار کردہ ہے۔ ملنے کا پتا: اسرائیل بک شاپ۔ لیک وڈ، این جے (نیوجرسی، امریکہ) ہے۔ مقبوضہ فلسطین کی تصویر ہے جس پر عبرانی میں کچھ لکھا ہوا ہے۔ اسرائیلی کلاسک کے حوالے سے باقاعدہ فلمیں بنا کر بھیجی گئی ہیں تاکہ پاکستان میں پرنٹ کی جاسکیں۔ بچوں کی کتابوں کے حوالے سے اشتہارات میں ٹمپل شیلوم کا اشتہار ہے، جس پر لکھا ہے:

"CHOOSING TOBE" CHOSEN ربی موشے مورگن کی "AGUIDE TO THE LAWS OF NIDAH ہے جو خاندان کی تقدیس کے بارے میں ایک جامع گائیڈ ہے اور یہ انگریزی میں ہے۔ لکھا ہے کہ یہ گائیڈ پہلی مرتبہ انگریزی میں شائع کی جارہی ہے۔ NIDAH کوئی عبرانی اصطلاح ہے۔ کتاب کے سرورق پر درج ہے کہ یہ ہر یہودی گھر کی ضرورت ہے۔ CIS پبلشرز نے نیویارک، لندن اور یروشلم سے شائع کی ہے۔

زیادہ تر لٹریچر عبرانی میں ہے۔ انگریزی میں ایک پوسٹر ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ یوم سبت (SHABBAT) پر یہودی کیا کرتے ہیں۔ ہر شخص گاتا، بجاتا ہے، خصوصی شمعیں جلائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہیں۔ یہ وہی دن ہے جس دن بنی اسرائیل نے اللہ سے دھوکا کرنے کی کوشش کی تھی۔
گانا، بجانا یہودیوں میں بھی حرام نہیں، اور کوئی اسے حرام کہے تو یہودی ربی بہت برا مناتے ہیں۔
یہودی نغموں کی ایک فہرست ہے جس میں ایک نغمہ ہے "JERUSALEMISMINE" باقی نام عبرانی میں ہیں۔ ایک کہیں زیادہ خطرناک اس لیے کہ اس کی فلم بھیجی گئی ہے جو پاکستان میں کوئی بھی بغیر سوچے سمجھے چھاپ سکتا ہے اور یہ مارکیٹ میں فروخت ہو سکتی ہے، صرف پبلشرز کا یروشلم کا پتا چھپانا ہوگا۔ اور اب شاید اس کی بھی ضرورت نہ ہو کہ دوستی بڑھ رہی ہے۔ اسکول اور آفس سپلائز کے لیے ایک اشتہار ہے۔ انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کے لئے ایک پریکٹس بک ٹائٹل ہے۔ بظاہر یہ چیزیں بے ضرر ہیں مگر کیوں؟ اس خفیہ طریقے سے انہیں پاکستان کیوں بھیجا گیا؟ کیا یہ یہاں کے کچھ تاجروں کے لیے ہے یا اہل پاکستان کو مانوس کرنے کے لیے؟
بعض دین دار اور جوشیلے مسلمانوں نے مطالبہ کیا ہے کہ جس مشینری کی آڑ میں یہودی لٹریچر برآمد کیا گیا ہے اس مشینری کو ضبط کر لینا چاہیے۔ لیکن اس سے پہلے درآمد کنندگان کا بھی پتہ لگایا جائے کہ یہ کام دانستہ تو نہیں ہو رہا۔ سرکاری ایجنسیاں مزید تحقیقات کریں تو شاید کچھ اور بھی معلوم ہو سکے۔ (انجینئر ڈاکٹر ملک محمد شاہ فرائیڈے اسپیشل کراچی ۳۱ دسمبر ۲۰۰۶ء)

فہرست مآخذ

عربی روزنامے

۱۔ روزنامہ الاہرام..........قاہرہ،
۲۔ روزنامہ الاخبار..........قاہرہ
۳۔ روزنامہ الشرق الاوسط......جدہ
۴۔ روزنامہ القبس..........کویت
۵۔ روزنامہ السیاستہ..........کویت
۶۔ الرای لعام..........کویت
۷۔ روزنامہ الشرق......دوحہ (قطر)

عربی ہفت روزہ، ماہنامے، کتابیں

9۔ ہفتہ روزہ المجتمع..........کویت
۱۰۔ ماہنامہ البعث الاسلامی......لکھنؤ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

١١۔ الاذاعۃ والتلفزیون..........قاہرہ
١٢۔ ماہنامہ الدعوۃ..........ریاض
١٣۔ ماہنامہ المختار الاسلامی..........قاہرہ
١٤۔ ماہنامہ الاعتصام......قاہرہ
١٥۔ ماہنامہ الدعوۃ..............لندن
١٦۔ الرائد..............لکھنؤ
١٧۔ الرائد..........میونخ (جرمنی)
١٨۔ ہفت روزہ روز الیوسف......قاہرہ
١٩۔ ہفت روز آخر ساعۃ......قاہرہ
٢٠۔ ہفت روزہ الشبکۃ......بیروت
٢١۔ ہفت روزہ الصیاد......بیروت
٢٢۔ ہفت روزہ ہو۔ ہی..........قاہرہ
٢٣۔ ہفت روزہ سیدتی......لندن
٢٤۔ الادب العربی الحدیث / الدسوقی
٢٥۔ التبشیر والاستعمار / عمر فروخ
٢٦۔ الاعلام الخلیجی / محمد علی العوینی
٢٧۔ الاعلام الاسلامی والعلاقات الانسانیہ / ندوۃ الشباب الاسلامی ۔ ریاض
٢٨۔ الاعلام الدولی
٢٩۔ الاعلام السعودی / ستمبر ١٩٨٥
٣٠۔ التلفیزیون فی دول الخلیج (جولائی ١٩٨٢ء) ٣١۔ الاعلام والبیت المسلم / فہمی الطیب النجار
٣٢۔ من خصائص الاعلام الاسلامی / محمد خیر رمضان یوسف
33۔ اصول الاعلام الاسلامی / ابراہیم امام ٣٤۔ اصول الاعلام الاسلامی واسہ / سید محمد ساداتی
٣٥۔ الاعلام الاسلامی وتطبیقاتہ العلمیہ / محی الدین عبدالحلیم
٣٦۔ الاعلام فی صدر الاسلام / عبداللطیف حمزہ ٣٧۔ الاعلام والدعایۃ / عبداللطیف حمزہ
٣٨۔ نظریات الاعلام الاسلامی / محمد منیر حجاب ٣٩۔ الاسلام فی وجہ التغریب / انور الجندی
٤٠۔ دمروا الاسلام وابیدوا اہلہ / جلال العالم
٤١۔ الیٰ این ۔ یتجہ اعلامنا الاسلامی المعاصر / المتشار علی جریشۃ خصائص الاعلام الاسلامی / علی جریشہ

اردو، انگلش اخبارات ورسائل

٤٢۔ سہ روزہ دعوت........دہلی
٤٣۔ پندرہ روزہ تعمیر حیات......لکھنؤ
٤٤۔ روزنامہ قومی آواز......لکھنؤ
٤٥۔ ماہنامہ افکار ملی..........دہلی
٤٦۔ ٹائمز آف انڈیا......لکھنؤ
٤٧۔ انڈیا ٹوڈے..........دہلی
٤٨۔ ہفت روزہ سنڈے......دہلی
٤٩: ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور
٥٠: ماہنامہ خواتین میگزین، لاہور
٥١: فرائیڈے اسپیشل، کراچی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہیں۔ یہ وہی دن ہے جس دن بنی اسرائیل نے اللہ سے دھوکا کرنے کی کوشش کی تھی۔ گانا، بجانا یہودیوں میں بھی حرام نہیں، اور کوئی اسے حرام کہے تو یہودی ربی بہت برا مناتے ہیں۔

یہودی نغموں کی ایک فہرست ہے جس میں ایک نغمہ ہے "JERUSALEMISMINE" باقی نام عبرانی میں ہیں۔ ایک کہیں زیادہ خطرناک اس لیے کہ اس کی فلم بھیجی گئی ہے جو پاکستان میں کوئی بھی بغیر سوچے سمجھے چھاپ سکتا ہے اور یہ مارکیٹ میں فروخت ہو سکتی ہے، صرف پبلشرز کا یروشلم کا پتا چھپانا ہوگا۔ اور اب شاید اس کی بھی ضرورت نہ ہو کہ دوستی بڑھ رہی ہے۔ اسکول اور آفس سپلائز کے لیے ایک اشتہار ہے۔ انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کے لئے ایک پریکٹس بک ٹائٹل ہے۔ بظاہر یہ چیزیں بے ضرر ہیں مگر کیوں؟ اس خفیہ طریقے سے انہیں پاکستان کیوں بھیجا گیا؟ کیا یہ یہاں کے کچھ تاجروں کے لیے ہے یا اہل پاکستان کو مانوس کرنے کے لیے؟

بعض دین دار اور جوشیلے مسلمانوں نے مطالبہ کیا ہے کہ جس مشینری کی آڑ میں یہودی لٹریچر برآمد کیا گیا ہے اس مشینری کو ضبط کر لینا چاہیے۔ لیکن اس سے پہلے درآمد کنندگان کا بھی پتہ لگایا جائے کہ یہ کام دانستہ تو نہیں ہو رہا۔ سرکاری ایجنسیاں مزید تحقیقات کریں تو شاید کچھ اور بھی معلوم ہو سکے۔ (انجینئر ڈاکٹر ملک محمد شاہ فرائیڈے اسپیشل کراچی ۳۱ دسمبر ۲۰۰۶ء)

فہرست مآخذ

عربی روزنامے

۱۔ روزنامہ الاہرام........... قاہرہ،
۲۔ روزنامہ الاخبار........... قاہرہ
۳۔ روزنامہ الشرق الاوسط...... جدہ
۴۔ روزنامہ القبس........... کویت
۵۔ روزنامہ السیاستہ........... کویت
۶۔ الرای لعام........... کویت
۷۔ روزنامہ الشرق...... دوحہ (قطر)

عربی ہفت روزہ، ماہنامے، کتابیں

۹۔ ہفتہ روزہ المجتمع........... کویت
۱۰۔ ماہنامہ البعث الاسلامی...... لکھنؤ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میڈیا سے وابستہ حضرات کے لئے لمحہ فکریہ

کیا آپ کو معلوم ہے کہ مقامی کیبل آپریٹرز قومی ٹی وی چینل وڈیو شاپ، انٹرنیٹ کیفے و مخصوص پرنٹ میڈیا آپ کی قوم کے بچوں کو کیا دکھا رہے ہیں۔ لیکن پریشان نہ ہوں بلکہ ابھی عمل کریں۔ صرف ایک انگلی کی حرکت سے مندرجہ ذیل نمبرز پر فون کر کے یا ای میل یا خط لکھ کر کسی بھی چینل یا اس کے کسی پروگرام کو فوری طور پر بند کرا سکتے ہیں۔

اس مہم میں اپنے تمام دوست احباب کو شامل کر کے رضائے الٰہی حاصل کریں۔

PEMRA/www.pemra.gov.pk

PAKISTAN ELECTRONIC MEDIA REGULATORY AUTHORITY

Ph:+92-51-9202174,+92-51-9220282Fax:+92-51-9219634

Email:CHAIRMAN pemra.gov.pk

Website:www.pemra.gov.pk/contact.html

Islamabad:Ph:051-9260799, Fax:051-9262209

Lahore:Ph:042-9220532, Fax:042-9220534

Karachi:Ph:021-9250901, Fax:021-9250902

Peshawar:Ph:091-9211407, Fax:091-9211408

Quetta:Ph:081-9201158, Fax:081-9201639

Faisalabad:Ph:041-8732323, Fax:041-8539933

Multan:Ph:061-9201006, Fax:061-9201008

Sukkur:Ph:071-5633317, Fax:071-5633316

عوامی میڈیا واچ کمیٹی. 29-Lytton road Lahore

ph:042-7120009 Fax:042-7225899 cell:0300-9482248

Email:Shabab.1hr@hotmail.com